

تحالی ناول

# سپشوں کی موت

کھان کھون کھانگی

ترجمہ: حمید جمی

مشعل

# سپنوں کی موت

کھمان کھون کھائی  
اردو ترجمہ: حمید چہلمی

مشعل بکس

آربی-۵، سینئر فلور، عوامی کمپلکس، عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن  
لاہور-54600، پاکستان

# سپنوں کی موت

کھان کھون کھائی

اردو ترجمہ: حمید جملی

کالپی رائٹ (C) اردو-2003 مشعل بکس

کالپی رائٹ (C) کھان کھون کھائی

ناشر: مشعل بکس

آر بی 5، سینئر فلور

عوامی کمپلیکس، عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن

لاہور-54600، پاکستان

فون ویکس 042-35866859

E-mail: mashbks@brain.net.pk

## مشعل بکس

آر بی۔ 5، سینئر فلور، عوامی کمپلیکس، عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن

لاہور-54600، پاکستان

## پیش لفظ

عجیب بات ہے کہ تھائی لینڈ میں فلم پہلے آئی اور ناول بعد میں۔ غیر ملکی فلمیں اس ملک میں آنا شروع ہوئیں تو ان کی کہانیاں کتابی شکل میں شائع کی جانے لگیں۔ یہ کتابیں اتنی مقبول ہوئیں کہ اسی طرح کی طبع را کہانیاں لکھنے کا رواج پڑے گا۔ ان کہانیوں کا انداز بھی فلمی ہی ہوتا تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ اس ملک میں فلم سے پہلے کہانیاں کہنے سننے کا رواج نہیں تھا۔ دیومالائی کہانیاں سنائی جاتی تھیں اور منظوم داستانیں صدیوں سے چلی آ رہی تھیں۔ چونکہ تھائی لینڈ جس کا قدیم نام سیام تھا قدیم ہندوستان کی تھیں لیکن مغربی طرز کے ناول لکھنے کا رواج میسویں صدی کی تیسری دہائی میں پیدا ہوا۔ تھائی ادب پر فلموں کا اثر کتنا ہے اس کا اندازہ زیر نظر ناول سے ہی ہو سکتا ہے۔ یہ ناول پہلے فلم اسکرپٹ کی شکل میں لکھا گیا تھا۔ اس پر ایک نوجوان فلم ساز سوری تھیں نے فلم بنائی تھی جو 1978ء میں ریلیز ہوئی۔ اس فلم کو بہت پسند کیا گیا۔ فلم کے بعد یہ ناول کتابی شکل میں شائع کیا گیا تو وہ بھی بہت مقبول ہوا۔ تھائی زبان میں اس ناول کا نام ”کھربانوک“ ہے۔ جس کا لفظی مطلب ہے ”دیہاتی سکول ٹیچر“

ناول بظاہر تو ایک ایسے سکول ٹیچر کی زندگی کی داستان ہے جو بے غرضی اور جان ثاری کے ساتھ ایک گاؤں کے بچوں کو پڑھاتا ہے۔ اس گاؤں میں سکول اور لاپتھری کی عمارت تعمیر کرنے کیلئے اپنا تن من دھن لگا دیتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ ناول تھائی لینڈ کی معیشت

اور معاشرت کی کہانی بھی ہے۔ ناول نگار نے جس گھرائی میں جا کر تھائی لینڈ کی دیہاتی زندگی کا نقشہ کھینچا ہے اس سے اس ملک کے دیہات، وہاں کے پاشندوں اور ان سے باہمی رشتہوں کی کچی تصویر ہمارے سامنے آ جاتی ہے۔ تھائی زبان میں استاد کو کھرد کہا جاتا ہے۔ یہ وہی کھرد ہے جو ہماری زبان میں گڑھ ہے۔ گڑھ صرف استاد نہیں ہوتا اس کے ساتھ سماجی اور مذہبی رشتہ بھی وابستہ ہوتا ہے اور صرف سکول میں پڑھاتا ہی نہیں عام زندگی کے روزمرہ معاملات میں رہنمائی بھی کرتا ہے۔ ناول کا گڑھ پیا بھی یہی کام کرتا ہے۔ وہ ہر جگہ موجود ہوتا ہے اور ہر شخص کے کام آتا ہے۔

پاکستان کی طرح تھائی لینڈ میں ٹبر مانیا موجود ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دولت کمانے کیلئے جنگل کے جنگل صاف کر دیئے ہیں۔ اس طرح وہ صرف قدرتی ماحول کو ہی نقصان نہیں پہنچا رہے ہیں بلکہ پورے ملک کو اس کی قدرتی دولت سے محروم کر رہے ہیں۔ ان لوگوں میں باشناجروں اور ٹھیکیداروں کے ساتھ سیاستدان بھی شامل ہیں۔ یہ لوگ اتنے طاقتور ہیں کہ ایک عام سکول ٹیچر ان کا مقابلہ کرنے کی سوچ بھی نہیں سکتا اور پیا کی بیکی غلطی ہے کہ وہ ان کا مقابلہ کرنے کی جرأت کرتا ہے۔ وہ ان کے کرتوت عوام کے سامنے لانے کی ہمت کرتا ہے۔ اس کا نتیجہ وہی ہوتا ہے کہ جو ہم تیسری دنیا کے ترقی پذیر ملکوں میں ہر روز دیکھتے رہتے ہیں۔

## ناول نگار

ناول نگار کا اصل نام سوپونگ پلاسون ہے۔ کھمان کھون کھائی ان کا قلمی نام ہے۔ وہ مارچ 1938 میں شہائی تھائی لینڈ کے ایک گاؤں کر بون رچا تھائی میں ایک کسان کے گھر پیدا ہوئے۔ یہ گاؤں شہر سے بہت دور ہے۔ اس کے پاشندے دھان کی کاشت کرتے ہیں یا ماہی گیری کر کے اور مویشی پال کر گزارہ کرتے ہیں۔ وہ جو کچھ بھی کاشت کرتے ہیں یا جتنی مچھلیاں پکڑتے ہیں وہ صرف اپنے خاندان کیلئے ہی ہوتی ہیں۔

سوپونگ نے چار سال گاؤں کے سکول میں تعلیم حاصل کی پھر وہ اویون رچا تھائی شہر کے سینئری سکول میں چلے گئے۔ وہاں چار سال کی تعلیم کے بعد انہوں نے بیکاک میں ٹیچرز ٹریننگ سکول سے تعلیم و تربیت حاصل کی۔

1959ء میں وہ اپنے آبائی گاؤں کے قریب ایک گاؤں کے پر امری سکول میں استاد مقرر ہوئے۔ زیر نظر ناول کے بہت سے واقعات اسی زمانے کے تجربات پر مبنی ہیں۔ وہاں انہوں نے پانچ سال پڑھایا۔ اس کے بعد 1966ء میں انہوں نے بی ایڈ کیا۔ کچھ عرصے بعد وہ حکمہ تعلیم میں سپردائزر مقرر ہو گئے۔ دو سال بعد وہ سکالر شپ پر امریکہ چلے گئے اور 1969ء میں کالوریڈیو یونیورسٹی سے ایم اے کیا۔ 1977ء میں وہ وزارت تعلیم میں چلے گئے۔ ان کا آخری عہدہ ڈپٹی سیکرٹری ٹیچرز کنسل تھا۔ 1998ء میں وہ ریٹائر ہو گئے۔ آج کل وہ وزارت تعلیم میں مشیر کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔

انہوں نے 1959ء میں افسانے لکھنا شروع کئے۔ ان کا موضوع عام طور پر تعلیم ہی تھا۔ ان کی پہلی کتاب 1976ء میں چھپی۔ اب تک ان کی 30 کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ 1976ء اور 1980ء میں وہ نیشنل بک ڈیپلومنٹ سے تین انعام حاصل کر چکے ہیں۔ اس ناول کا ترجمہ جاپانی زبان میں بھی ہو چکا ہے۔

اپنے قلمی نام کے بارے میں وہ بتاتے ہیں کہ تھائی لینڈ اور لاوس میں بہت سے لوگ اپنے نام کا پہلا حصہ ”کھام“ رکھتے ہیں جس کا مطلب ہے سوتا، مان کا مطلب ہے خوش قسمت ”کھون“ کا مطلب ہے انسان یا لوگ اور ”کھائی“ اچھا یہ سب مل کر ایک سونے جیسے قیمتی خوش قسمت انسان کا نام بن جاتا ہے۔ اگرچہ انہوں نے اپنا قلمی نام 1970ء میں رکھا تھا اور اسی نام سے وہ لکھ رہے ہیں لیکن لوگ انہیں سوپوگ پلاسون اور کھمان کھون کھائی دونوں ناموں سے پکارتے ہیں۔

جہلمی لاہور  
حیدر

## باب 1

ٹیپر زرینگ کا لج سے تربیت پا کر نکلنے والوں نے جشن کا اہتمام کیا۔ بڑی دھوم دھام تھی، مردوں اور عورتوں نے بھڑکیے اور شوخ رنگ لباس پہن رکھے تھے۔ قمدوں کی تیز روشنی نے چکا چوند کا سماں پیدا کر دیا تھا۔ سبھی ناؤنوش میں مصروف تھے۔ گیت گائے جا رہے تھے، فنا خوشبوؤں سے مہک رہی تھی، تیز دھنوں پر رقص ہو رہا تھا، نوجوان تحرک رہے تھے، یہ سبھی مستقبل کے معلم تھے۔ اس محفل رقص و سرور میں پیانا نام کا ایک نوجوان بھی شامل تھا۔ اس نے ڈپلوا حاصل کیا تھا۔ وہ اس پر قائم تھا۔ اگلے درجوں میں پہنچنے کی اسے کوئی خواہش نہیں تھی۔ اس نے بڑی سوچ بچار کے بعد فیصلہ کیا تھا جتنی کچھ تربیت حاصل کر چکا ہے، روٹی کما کھانے کیلئے کافی ہے، اس کے کئی ساتھیوں نے مزید تربیت پانے کا فیصلہ کر رکھا تھا اور دوسراے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جانے کی تیاری کرنے لگے تھے۔ پیا اس رات پاہونے والے جشن شادمانی میں پہلی بار شریک ہوا تھا، کسی نے تربیت کمل کی تھی یا نہیں، سبھی شاداں و فرحاں تھے، موسیقی کی لے اور ذہن پر تحرکتے اور مچلتے، دھوم مچارتے تھے جو تھک جاتے، الگ ہو کر بیٹھ جاتے اور دوسروں کو رقصان دیکھ کر خوش ہوتے۔ پیا بھی انہی میں شامل تھا۔ وہ اکتا گیا تو ہال سے باہر نکل گیا، باہر کی فضا پر سکون تھی، ہوا میں خنکی تھی، وہ پاس ہی کی ایک دوسری عمارت کی طرف بڑھنے لگا، اسے بھی طرح طرح کی روشنیوں سے سجا گیا تھا، اوہ راہ در تاریک گوشوں میں کئی جوڑے مصروف راز و نیاز تھے، اس عمارت میں فون اور دستکاریوں کی نمائش لگی ہوئی تھی۔ پیا یہ نمائش دیکھنے روز آتا جس شفقتی مجلس نے اس کا اہتمام کیا تھا۔ پیا اس کا رکن تھا۔ اس دن جیسے ہی وہ دروازے میں داخل ہوا۔ نمائش کے مہتمم نے اس کا خیر مقدم کیا اور پوچھا کہ وہ محفل رقص و سرور سے اتنی جلدی کیوں نکل آیا۔ اس نے کہا کہ جشن تو شاندار تھا لیکن وہ بلند آہنگ موسیقی

اور ہاؤہ سے قدرے اکتا گیا تھا، اسے سکون چاہئے تھا۔ اس لیے نمائش گاہ میں آ گیا، وہ کچھ دیر کے بعد چلی منزل میں چلا گیا۔ اس نے سگریٹ سلاگایا اور زورزور سے کش لینے لگا۔ شمال مشرقی علاقے کے فنون کی نمائش پر پیا بہت نازاں تھا۔ اس نے اس کے انعقاد اور تنظیم نے بڑی سرگرمی سے حصہ لیا تھا۔ یہاں علاقے کی پیداوار، چاول، گندم، مچھلی، انواع و اقسام کے چھل بھی رکھے گئے تھے۔ کڑھائی کا سامان، منقش گاؤں تیلے، خوبصورت چادریں، زنانہ ملبوسات، صراحیاں، ٹوکریاں، موسيقی کے آلات، چوبی گھنٹیاں اور کھڑتا لیں بھی تھیں، پیا پہلے بھی کئی بار یہ سب کچھ دیکھ چکا تھا، لیکن آج پھر دیکھنے لگا۔ وہ ایک بڑی سی تصویر کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ یہ تصویر بڑے دروازے کے سامنے کی دیوار پر آؤیں اس تھی۔ یہ ایک بوڑھی خاتون کی تصویر تھی جس نے سیاہ دھاری دار سکرت پہن رکھا تھا، کندھوں پر پتلا سادو پہنچا، وہ کوئے پر ایک چھوٹا سا پچھہ اٹھائے ہوئے تھی۔ اس کا بیالا بازو بنپے کو سہارا دیئے ہوئے تھا۔ اس نے اپنے دائیں کندھے پر ایک بھینگی اٹھا کری ہوئی تھی، جس کے دونوں سروں پر گندمی ہوئی ٹوکریاں ایک رہی تھیں، ان میں سے ایک میں میں چاول اور دسری میں تہہ کیا ہوا جاں تھا۔ ان دونوں چیزوں کے وزن کا اندازہ اس بانس کے جھکاؤ سے بخوبی کیا جا سکتا تھا۔ خاتون کے چہرے کے تاثرات سے صاف عیاں تھا کہ اسے کہیں جانے کی عجلت ہے۔ اس کے ماتھے پر پیسہ نمایاں تھا اور وہ تھکی ہوئی لگ رہی تھی۔

لیکن اس کی کامی آنکھوں کی چمک سے، اس کے پر عزم ہونے کا پتہ چلتا تھا۔ اس کے پیچے پیچے ایک لڑکا چلا آ رہا تھا جس کے کندھے پر مچھلی پکڑنے کے کامنے دھرے تھے۔ وہ دھان پان تھا۔ اس کا پیٹ پیچھے کی جانب پککا ہوا تھا لیکن خوش و خرم تھا۔ پس منظر میں چاول کے ہرے بھرے کھیت دور تک چلے گئے تھے۔ درخت بھی تھے لیکن خداں زدہ ان کے تنوں پر سے چھال چمل گئی تھی اور شاخوں پر سے پتے جھز گئے تھے۔

پیا کی آنکھیں، تصویر میں دکھائی دینے والی خاتون اور اس کے پیچے آنے والے پچھے کی آنکھوں پر جنم گئی تھیں۔ اس نے ان کی متاثر اور ان کے بوجھ کو اپنے کندھوں پر منتقل ہوتے محسوس کیا۔ اسے اپنا گاؤں یاد آیا جو اس کا مولد تھا اور جہاں سے اسے نکلی برس ہو گئے تھے۔ اسمبلی ہال سے رقص اور موسيقی کی آوازیں مدھم ہوتی ہوئی کہیں کھو گئیں۔ ان کی جگہ نرم اور

دھنے سروں نے اس کے رگ و پے میں سراہت کر لی۔ اس لمحے اسے اس سوال کا جواب مل گیا جو کئی دنوں سے اس کے ذہن پر سورجنا، فارغ التحصیل ہونے کے بعد کیا وہ بنکاک میں ہی کام کرے یا اپنے آبائی گاؤں میں واپس چلا جائے؟ اسے واپس اسران جانا اور وہاں درس و تدریس کرنی چاہئے۔

پیاس رات 9 بجے کے قریب اپنی رہائش گاہ پر واپس آیا۔ وہ راہبوں کے مکانوں کے قریب سے گزرا تو سب آوازیں خاموشی میں ڈھل گئیں، وہ سڑک پر درختوں کے جھنڈیں میں سے نکلتا، آگے بڑھتا گیا، وہ کئی برس سے اس راستے پر آ جا رہا تھا، گاؤں میں ابتدائی تعلیم پانے کے بعد شہر چلا آیا تھا، یہ جگہ بھی اس کے گاؤں کی طرح ٹھنڈی اور پرسکون تھی، اس کے گاؤں کا ایک شخص تھث فوما بھی یہی رہتا تھا، پیاس سے چچا کہہ کر مخاطب کرنے لگا۔ تھث فوما کو معینہ حل کرنے کا چکا تھا۔

اس نے پیاس سے پوچھا کہ وہ رقص و سرود کی محفل سے اتنی جلدی کیوں واپس چلا آیا۔ معینہ پر نظریں گاڑیے کہنے لگا کہ اس دفعہ بھی معینے میں ایک غلطی کر گیا، وہ رکشا چلاتا تھا۔ جتنا کچھ کماتا میں خرچ کر ڈالتا۔ اسے شکایت تھی کہ اس کی قسمت یادوی نہیں کر رہی۔ اس نے ہمت پھر بھی نہیں ہاری۔ اسے یقین تھا کہ ایک نہ ایک دن وہ صحیح معینہ حل کرے گا اور یوں اس کی بگڑی بن جائے گی۔ پیانے پوچھا: ”چچا! اس بارا آپ نے کتنی رقم ہاری ہے۔“ اسے پتہ تھا کہ تھث فوما کو جوئے اور لاڑی میں پیسے لگانے کا خط تھا، وہ رکشا چلا کر جو کچھ کماتا، لاڑی اور جوئے میں لگادیتا۔ وہ کہتا کہ کوئی بھاری انعام نکل آیا تو اپنے گھر واپس چلا جائے گا اور راہبوں کے حضور نذر و نیاز گزارے گا۔ وہاں لوگ خوشی کی خبر پانے پر راہبوں کو کپڑے لے کر دیتے۔ وہ روزگاری کی تلاش میں بنکاک آیا تھا۔ وہ دس برس رکشا چلاتا رہا پھر کہیں موڑ سائکل خریدنے کے قابل ہو سکا۔ اتنے برسوں میں وہ کچھ بھی نہیں بدلا تھا، اسے آس تھی کہ ایک نہ ایک دن اس کی قسمت جا گے گی اور وہ اپنے خواب کی تعبیر پالے گا۔ وہ اپنے گاؤں میں جا کر کھتی باڑی کرے گا۔ تھث فوما اس پورے عرصے میں صرف اپنا پیٹ پالنے کے قابل ہو سکا۔ پیانے اس سے کہا کہ اس نے اب تک جتنا پیسہ لاڑیوں اور جوئے میں ہارا اور برآو کیا اس سے وہ گاؤں میں جا کر زمین خرید سکتا، اس زمین میں وہ چاول کاشت کرتا اور خوش حال ہو جاتا، چچا کیا آپ ہمیشہ بنکاک میں ہی

رہیں گے؟“ اس نے پوچھا: ”جب تک کوئی بھاری رقم اکٹھی نہیں کر لیتا، میں رہوں گا پس پاس ہوا تو گاؤں جا کر زمین خرید لوں گا لیکن پیا کیا تم بینکاک میں ہی بچوں کو پڑھاؤ گے یا گاؤں جاؤ گے۔ اس نے پوچھا: پیانے بلا تو قف کہا ”میں تو جاؤں گا“

پیا کا گاؤں مورگ ناراں تھا، وہ وہیں پیدا ہوا، ہوش سنبھالنے کے بعد وہ تعلیم حاصل کرنے بینکاک چلا آیا تھا، پر اسرمی تک کافی صاب مکمل کرنے کے بعد وہ جو شے کے علاقے میں ایک راہب کے ساتھ رہنے لگا، وہ راہب اس کا دور پار کا رشتہ دار تھا۔ اسی تعلق کی بنا پر وہ اس سے مدد حاصل کر سکتا تھا۔ وہ اپنی تعلیم جاری رکھنے اور ایک میوپل سکول میں داخلہ لینے کیلئے اس کے پاس چلا آیا تھا، میں رہ کر اس نے بینکاک کے مشہور ٹرینگ کالج میں تعلیم مکمل کی۔

بینکاک میں رہتے ہوئے بھی اس میں خوب دیہاتیوں کی طرح کی رہی۔ وہ دیہاتی ہی رہا، اس راہب خانے کے سبھی اور مکین اس دیہی علاقے اسران سے تعلق رکھتے تھے جہاں کا پیارہنے والا تھا۔ ان کے رشتہ دار شہر آتے تو انہیں ملنے آتے اور کچھ وقت ان کے ساتھ گزارتے، پیاسال میں ایک بار اپنے عزیزوں سے ملنے اسران ضرور جاتا۔ یہ صوبائی دار الحکومت یوبان سے کوئی ایک سوکلمیٹر کے فاصلے پر تھا۔ یہ متفق علاقہ ہے۔ اس کے ماں باپ میں رہتے تھے۔ والدین کو مقامی یوں میں اولاد کے لیے بڑے درخت کی طرح کی چھتر چھایا کہا جاتا تھا۔ پیا ابھی پر اسرمی کا امتحان نہیں دے پایا تھا کہ اس کے سر سے ماں باپ دونوں کا سایہ اٹھ گیا۔ پیا کی کوئی زمین نہیں تھی۔ گھر گھٹ بھی نہیں تھا۔ جانیداد کے زمرے میں شمار ہونے والی کوئی چیز اسے میر نہیں تھی، ہوتی تو شاید اسے اس کی فکر ہوتی۔ اس کا سرمایہ صرف بچنے کی یادیں تھیں۔ چاؤں کے کھیت، گھنے جنگل، پہاڑ، ندیاں اور نالے خشک سالی، گرا کی گری، موسلا دھار بارش، سرمایہ کی سردی پرندوں کے چھپھاہٹ، اسے اپنا گھر بھی یاد تھا جہاں وہ پیدا ہوا تھا۔ اسران کے دوسرے بچوں کی طرح وہ بھی یادوں میں کھو جایا کرتا۔

جس روز پیانے سند حاصل کی پچانے جس کے پاس وہ بینکاک میں رہتا تھا، پوچھا کہ وہ مزید تعلیم حاصل کرے گا یا کام کرے گا۔ پیانے کہا کہ یوبان جا کر سکون میں بچوں کو پڑھایا کرے گا۔ پچانے کہا کہ اچھا ہے لیکن تم یوبان ہی میں رہو گے یا اپنے گاؤں جاؤ گے۔ ”قصبے یا گاؤں میں، جہاں جگہ طی،“ وہیں رہ لوں گا۔ اس نے جواب دیا۔ پچانے کہا کہ ضرور جاؤ، اپنے

گاؤں میں رہا اور اپنے بہن بھائیوں کو پڑھاؤ لکھاؤ۔ خونی رشتہ ہونا ضروری نہیں۔ علاقے کے سبھی بچے تھمارے بہن بھائی ہیں جنہیں تعلیم ملی ہے، انہیں دوسروں کو بھی دینی چاہئے۔ اس نے پیا کو فتحیں کیں اور بتایا کہ اسے دوسروں کے ساتھ کیا بتاؤ کرنا چاہئے۔ رسول کی ریاضت سے اس نے جو علم حاصل کیا ہے۔ اس سے دوسروں کو بھی فیضیاب کرنا چاہئے جس روز پیا کو اسران جانا تھا۔ پچانے اسے کچھ میے دیئے اور کہا کہ جب تک استاد نہ چن لیے جاؤ، اس وقت گزر لسکرتے رہو۔

.....☆☆☆.....

## باب 2

”کہتے ہیں، اس بار، گزشتہ سال کی نسبت، امتحان بہت سخت تھا۔“ ایک نوجوان نے اپنے دوست سے پوچھا، وہ ہوٹل کے سامنے ایک چائے خانے میں بیٹھے تھے۔ ایک اور آدمی جو اپنے بیک میں چیزیں سمیٹ رہا تھا، بولا ”کیا سوال سخت تھے یا درخواست گزاروں کی تعداد زیادہ تھی۔“ اسامیاں چند ہیں اور درخواست دینے والوں کی تعداد زیاد ہے۔ سنا ہے کہ رشوت کا بازار بھی گرم ہے۔ بڑی بڑی رقمیں لی اور دی جا رہی ہیں۔ کیا یہ حق ہے۔“ اور ہر سال روپے پیسے کے لیکن دین کا سنتے میں آتا ہے۔ گورنر اور صوبائی سربراہ زور دے کر کہتے ہیں کہ کسی نے کوئی رقم لی ہے تو شہوت کے ساتھ، اس کی شکایت کی جائے لیکن کوئی سامنے نہیں آتا۔ یہ سب گپتی ہی ہیں، میں کتنی اضلاع میں گیا ہوں اور استادوں کو کہتے سنا ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹوں کو منتخب کرنے کیلئے روپے دیئے ہیں لیکن شہوت کوئی نہیں دیتا۔ ایک نوجوان کیون سوکھم نام کے شخص کو مخاطب کر کے بولا، تم بتاؤ کہ حقیقت کیا ہے؟ میں تو نہیں مانتا کہ ہر جگہ رشوت پل جل رہی ہے، لیکن یہ بھی حق ہے کہ تعلیم کا نظام تباہ ہو کر رہ گیا ہے۔“ اتنے میں ایک اور شخص چائے خانے میں داخل ہوا۔ سوکھم نے کھڑے ہو کر کہا ”آئیے جتاب اور پھر اپنے ہی ساتھی کی طرف مڑ کر کہا کہ ”یہ ہیں پلات کوسون، ڈپٹی ڈسٹرکٹ آفیسر، پھر آنے والے کی طرف دیکھ کر بولا“ ہم استادوں کے انتخاب کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔“

اس نے اپنے لیے ٹھنڈے مشرب کا آرڈر دیا اور کہنے لگا۔ استاد چننے کیلئے کوئی سرکاری کمیٹی بنائی گئی ہے یا نہیں؟ ”نہیں بنائی گئی“ کیوں سوکھم نے جو صوبائی حکومت کی تعلیمی انتظامیہ کا رکن تھا کہا ”میرا اندازہ ہے کہ جس طرح گورنر نے اپنے ایک معاون کو مختلف کمیٹیوں کا سربراہ بنایا ہے، وہ معاملات کی چجان بین کرنا چاہتے ہیں۔ پلات کوسون نے کہا کہ

میری بیٹی نے اس سال ٹپپر کے طور پر امتحان پاس کیا ہے۔ وہ مزید تعلیم جاری نہیں رکھنا چاہتی۔ اسے کام لانا چاہئے۔“  
”اس نے کس درجے کا امتحان دیا ہے۔“

”اس نے ڈپلما کیا ہے، ملازمت نہیں تو کچھ نہ کچھ تو کرے گی۔“

”ملازمت مل بھی گئی تو کیا وہ قبصے میں تعلیم دینے کی مستحق تسلیم ہوگی۔“ کوئی وشائی کچھ زیادہ خوش نہیں دکھائی دے رہا تھا، اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا کیون سوھم اور جناب ڈسٹرکٹ آفیسر، مجھے معاف کیجئے میں دفتر میں کوئی چیز بھول آیا ہوں۔ پتنہیں دفتر بند ہو گیا ہے یا نہیں؟“ یہ کہتے ہوئے اس نے الوداع کہا اور موڑ سائکل پر صوبائی حکومت تعلیم کے دفتر کی طرف چل پڑا۔

”وہ کون تھا“ پلاٹ کوسون نے پوچھا۔ ”میں اسے بیچان نہیں سکا۔“ سوھم نے کہا ”وہ اکران و شائی تھے نے صوبائی سپروائزر انہوں نے یونیورسٹی سے استاد کی حیثیت سے ڈپلومہ لیا ہے اور اس سال امتحان پاس کیا ہے۔ اس سے پہلے وہ خیارت میں پڑھاتے تھے۔ وہ اس بیچ میں تھے جس میں میں تھا۔ پلاٹ کوسون اصل موضوع کی طرف آئے اور پوچھا کہ ”کیا شہر میں خالی اسامیاں ہیں؟“ سوھم نے بڑے عجز سے کہا کہ صرف ایک اسامی ہے۔ وہ بھی تو پلاٹ کیلئے۔ جو ہم نے ایک بوڑھے مدرس کے تبادلے کے بعد کسی نے استاد کیلئے خالی رکھ دی تھی۔

”میں تو چاہتا ہوں کہ میری بیٹی کو کوئی جگہ مل جائے۔ میرا نہیں خیال کر سکتی اس میں رکاوٹ بننے گی۔“ پلاٹ نے اپنے لیے دوسری پیالی میں چائے ڈالی۔ میرے خیال میں تمہارا ساتھی، جو کمیٹی کا ممبر ہے، یا کسی افسر سے واقفیت رکھتا ہے اس سال بھی رائے شماری میں حصہ لے گا لیکن میں اپنی بیٹی کا معاملہ تم پر نہیں چھوڑنا چاہتا۔ بہر طور دیکھا جائے گا کہ کیا ہوتا ہے۔ اس نے اپنی جیب سے ایک کارڈ نکالا اس پر اپنی بیٹی کا نام اور روں نمبر لکھا اور اپنے ساتھی کو پکڑا دیا۔ جب امتحان کے آخری نتائج نکل آئے اور انترویو کا مرحلہ طے ہو گیا تو 364 امیدواروں کو اپر کے ڈپلوموں کی بنیاد پر جزئی کیا گیا اور ان میں سے 183 کو خالی اسامیوں کے حساب سے منتخب کیا گیا، پیا خوش قسمتی سے منتخب ہو گیا۔ کامیاب امیدواروں میں اس کا 23 داں نمبر تھا اور ان میں سے کسی کو بھی صوبائی دار الحکومت کے کسی سکول میں تعینات نہیں کیا گیا۔

پیانے سکولوں کی فہرست پر نگاہ ڈالی تو اسے کچھ پتہ نہیں تھا کہ کون سا سکول کہاں ہے۔ اس نے ان میں سے ایک ایسے سکول کا اختیاب کیا جس کا نام اسے عجیب سالگا۔ یہ سکول میڈ ڈاگ سوامپ میں تھا اور بارن لورگ کا مادر کے نام سے موسوم تھا۔ یہ عجیب نام ہے۔“ یہ سوچ کر اس نے اس پر صاد کر دیا اور اپنی رائے سے افران کو مطلع کر دیا۔ ”تقری کے کاغذات لینے 27 تاریخ کو آؤ اور انہیں ڈسٹرکٹ آفس لے جاؤ۔“ افرانچارج کو ہون سوچ نے اسے اور دوسروں امیدواروں کو سکولوں کے اختیاب کے دن بتایا۔ ہر امیدوار کے لیے متعلقہ اضلاع کے تعلق سے کاغذات تیار کر لیے جائیں گے۔ ہر ایک کیلئے لازم ہے کہ وہ تمام شرائط کو دھیان میں رکھے اور انہیں پورا کرے۔

پیانے دیکھا کہ شاید کوئی شناسامل جائے لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔ اپنا سکول چن لینے کے بعد پیانے امیدواروں کی ناموں کی فہرست دیکھی لیکن ان میں سے کوئی بھی اس کا واقف نہیں تھا۔ لیس اسے اتنا پتہ چلا کہ 1056 امیدواروں کے نام رجسٹر ہوئے ہیں اور ان میں سے صرف 347 کو منتخب کیا گیا ہے۔ جن 30 استادوں نے اسی ضلع میں جانا تھا، جہاں پیانے جانا تھا 23 میں کوچھ 10 بجے ڈسٹرکٹ آفس میں اکٹھے ہونے کا فیصلہ کیا۔ اس گروپ میں صرف اکارن ایکاچائی واحد گرجویت تھا۔ اسے ضلع کے سب سے بڑے پرائزی سکول کیلئے چنا گیا۔ یہ سکول ڈسٹرکٹ آفس کے بالکل سامنے تھے۔ پیاسیت باقی کے تمام امیدواروں کو اپنے سکولوں کیلئے الگ الگ راستوں پر جانا تھا۔ ان میں سے سولہ نوجوان اساتذہ نے اچھا لباس پہنا ہوا تھا اور لمبے بال رکھے ہوئے تھے۔ چودہ خواتین سیاہ سکرٹوں اور سفید بلاوزر میں ملبوس تھیں۔ یہ لباس عموماً زیر تربیت امیدوار پہنا کرتے تھے۔ دوسری استانیوں نے رنگارنگ کے شوخ ملبوسات پہن رکھے تھے لیکن ان میں سے ایک سب سے خوش شکل تھی۔ اس نے قیمتی اور چھوڑدار کپڑے کا بنا ہوا بلاوزر اور سکرٹ پہنا ہوا تھا۔ اس کے پاؤں میں اوپنی اڑپیوں والے جوتے تھے۔ وہ پہلی قطار میں بیٹھی تھی۔ اکارن ایکاشائی بس شیشن سے یوبان قبے تک کے سفر میں مسلسل اسی پر نظریں گاڑے رہا۔ اکارن ایکاشائی نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے نوجوان سے سرگوشی کرتے ہوئے کہا کہ ”تمہارا نام کیا ہے۔“

میرا نام پیا ہے۔

”کیا تم نے بھی یوبان ہی سے امتحان پاس کیا ہے؟“  
 میں نے بینکاک میں تیچر زٹرینگ کالج سے گرجویشن کی ہے۔“  
 اچھا آپ یوبان کے رہنے والے انہیں؟ آپ کہاں سے آئے ہیں؟“  
 میں یوبان ہی کے علاقے سے تعلق رکھتا ہوں لیکن میں تعلیم حاصل کرنے بینکاک چلا گیا تھا۔“  
 پیا خوش ہوا کہ کسی نے اس سے بات کی ہے۔ ”میں اس ضلع میں آپ سمیت کسی کو نہیں جانتا۔“  
 تھوڑی ہی دیر بعد ڈسٹرکٹ آفیسر اور مقامی ایجوکیشن آفس کے سربراہ ہاں میں داخل ہوئے  
 کہ سب احتراماً کھڑے ہو گئے۔ ڈسٹرکٹ افسر نے فہرست دیکھی اور ہر استاد کی تعلیم اور دوسرے  
 کوائف کا نام لیا۔ اس نے ایک ایک کا نام پڑھا۔ جن میں سے پیا کو پارچ نام پادرہ گئے۔ ان  
 میں خاتون کا نام بھی شامل تھا جو سب سے زیادہ خوش پوش تھی۔ اسی کا نام ڈوائیگ ڈاٹا تھا۔  
 اس کے بعد ڈسٹرکٹ افسر نے ضلع کے جغرافی، معیشت، سماجی ترقی، سیاست، حکومت  
 آبادی کی ترقی اور بہود کے منصوبوں اور دفاع کے بارے میں ایک جامع پیچھہ دیا اور کہا کہ  
 آپ کو درس تدریس میں کامل دل چھپی لیتی اور اپنے فرائض نہایت تند ہی سے ادا کرنے  
 چاہئیں۔ آخر میں کہا کہ آپ کو اگر کوئی مشکل یا مسئلہ پیش آئے تو اس کی تفصیل ڈسٹرکٹ  
 آفس کو لکھ بھیجنی چاہئے۔

وہ اس کے بعد کرے سے نکل گیا۔ ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفس کا سربراہ بھی ان کے ساتھ  
 گیا۔ شعبے کے سربراہ کے معاون نے انہیں اساتذہ کی کوسل کی رضا کارانہ رکنیت حاصل  
 کرنے کا طریقہ بتایا اور سیوگز کو آپ پیو (بچوں کی ابھمن امداد ہی) میں شمولیت کی تحریک کی۔  
 ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفس نے واپس آ کر سرکاری طور طریقوں کی وضاحت کی اور انہیں ان کے  
 فرائض عمومی بتائے وہ ڈیڑھ گھنٹے تک اساتذہ کو مختلف امور سے آگاہ کرتے رہے۔ دوپہر کو  
 کہیں جا کر ان کی گفتگو ختم ہوئی۔ پیانے دیکھا کہ ایکاچائی ڈوائیگ ڈاٹا میں بڑی دلچسپی لے رہے  
 ہیں اور جب انہوں نے نوجوان خاتون کو دوپہر کے کھانے کی دعوت دی تو اس نے انکار نہیں  
 کیا اور دوسرے اساتذہ کو بھی اپنے ساتھ چلنے کیلئے کہا۔ اکارن ایکاچائی نے کہا کہ ”تم کئی برس  
 بینکاک میں رہے ہو۔“ سب نے اپنے اپنے کھانے کا آرڈر دیا۔ اس دوران اکارن ایکاچائی  
 ہی نے اپنی گفتگو جاری رکھی، ”ہاں میں کئی برس بینکاک میں رہا ہوں۔“ پیا اپنے ماضی کے

بارے میں بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میرا گھر امور امنارت میں ہے۔ میں خالص دیہاتی ہوں۔ میں شہری نہیں۔ بینک میں ایک راہب میرے رشتہ دار ہیں، میں راہب خانے کے خادم کے طور پر ان کے ساتھ رہنے لگا تھا۔

ڈاؤنگ ڈا نے پوچھا کہ تم نے اپنے لیے کون سا سکول چنا تھا۔ ”ڈاؤنگ ڈا کا لہجہ بڑا شریں تھا، یوں لگتا تھا کہ وہ ایک دوسرے کو مدتوں سے جانتے ہیں۔ ”مارن فورنگ مادوڑ کے بارے میں مجھے کچھ پہنچنیں کہ یہ کہاں ہے، میں نے یہ نام دیکھا تو مجھے عجیب لگا، میں نے یہی چن لیا۔

اوہ، مجھے پتہ ہے کہ میرے چچا وہاں ہیڈ ماسٹر ہیں۔ خاتون نے بتایا اور اپنا ہاتھ مرچوں کے اچار کی بوٹل کی طرف بڑھایا۔ اکارن ایکا چائی نے تیزی سے بوٹل اٹھا کر اس کی طرف بڑھا دی۔ خاتون نے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ آپ تکلیف نہ کریں۔ پھر پیا سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ ”تمہیں اپنی منزل تک پہنچنے کیلئے میں کلو میٹر تک جنوب کی جانب سفر کرنا پڑے گا۔ میرا راستہ طویل ہے۔ سرحد کے قریب ہے۔ پیانا کہ مجھے سفر کی مشکل اور صعوبت کا خیال نہیں۔ مجھے سکول چاہئے جہاں میں پڑھا سکوں۔

.....☆☆☆.....

### باب 3

یہ بُل کھاتی سڑک تھی۔ اسے مقامی دیہاتیوں نے تعمیر کیا تھا۔ اس پر ایک چھوٹی سی بُس بیکولے کھاتی آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔ اس میں اندر مسافر ٹھنڈے ہوئے تھے اور جھٹ پر بوریاں اور طرح طرح کا سامان رکھا تھا۔ سڑک سے اٹھنے والے گروغبار نے پورے منظر کو ڈھانپ رکھا تھا۔ سورج تک اس کی لپیٹ میں آ کر سرخ گولے کی شکل اختیار کر گیا تھا۔ بُس کسی گاؤں کے پاس سے گزرتی تو پچے بالے کھیل کو دچھوڑ کر اس کے پیچھے بھاگنے لگ جاتے۔ سڑک پر ڈھورڈ گمرا جاتے تو بُس ان کے پیچھے مزید آہستہ رفتار سے چلنے لگتی۔ ڈرائیور لاکھ ہارن بجانا، جانوروں پر اس کا کوئی اثر نہ ہوتا۔ وہ اپنی دھمکی رفتار سے چلتے جاتے۔

گاؤں کے وسط میں ایک کھلی جگہ بُس رکی تو مسافر اس سے اترنے لگے۔ پیا ایک طرف کھڑا مسافروں، سیمنٹ کی بوریوں، بکسوں اور مختلف اشیاء کے کریٹ اترنے دیکھتا رہا۔ لوہے کی چادریوں کے دو بندل تھے۔ یہ چادریں جھٹ ڈالنے کے کام آتی ہیں۔ پیانے ایک درمیانی عمر کے شخص سے پوچھا کیا۔ بُس سے اترنے والے سبھی مسافر اسی گاؤں کے رہنے والے ہیں۔ ”بڑے قد کا ٹھہر لجھے بالوں اور گھنی بھنوں والے اس شخص نے جو پیا کو دیکھ رہا تھا کہا“ یہ زیادہ تر سینیں کے رہنے والے ہیں۔ چند ایک دوسرے دیہات سے بھی ہیں۔ وہ سینیں سے بُس لیتے ہیں اور واپسی پر سینیں اتر جاتے ہیں۔ اس گاؤں سے آگے کوئی سڑک نہیں۔ ”اس شخص نے آنکھیں جھکے بغیر پر نظریں گاڑے ہوئے کہا“ تم پہلے کبھی دیہات نہیں آئے؟“ پیانے کہا کہ ”میں اس گاؤں میں مدرس مقرر ہوا ہوں، کیا آپ مجھے ہمیڈ ماہر کے گھر کا پہنچتا سکتے ہیں۔“

وہ شخص کرخت بھاری آواز میں بولا: ”میرے پیچھے چلتے آؤ“ اس نے پیا میں برائے

نام دچھی کا بھی اظہار نہ کیا۔ دوسروں کے معاملے میں بھی اس کا کچھ بھی روایہ تھا۔ کئی لوگوں نے جو پاس کھڑے تھے، انہیں آپس میں باتمیں کرتا سن لیا تھا۔ وہ اب ایک دوسرے سے سرگوشی کرنے اور دونوں کو جاتے دیکھتے رہے۔ سرکوں کی ایک گڈنڈی کے پاس سے گزرے۔ راستے میں بھی شور چارہ تھیں۔ کئی لوگ سروں پر ایندھن کے گھٹے اٹھائے اور عورتیں اپنے کوہبوں پر پانی کے ملکے دھرے جا رہی تھیں۔

ایک بوڑھے نے اپنے گھر کے برا آمدے سے پرے صحن میں بیٹھی اپنی بیوی سے جو بانس کی بڑی سی ٹوکری میں ریشم کے کیڑوں کو پتے کھلا رہی تھی۔ باتمیں کرتے ہوئے اچانک ٹوک کر پاس سے گزرتے ہوئے شخص سے پوچھا۔ ”اپنے ساتھ کس کو لارہے ہو؟“ اس کی نوجوان پوتی نجی میں بول پڑی وہ ان طالب علموں کی طرح دکھائی دیتا ہے جو پچھلے سال ہمارے گاؤں آئے تھے۔

کارن کھین نے اپنا گھر گاؤں سے باہر بنا لیا تھا، جس سے اس کا گاؤں والوں سے کوئی خاص تعلق نہیں رہا تھا۔ بڑے بوڑھے کسی خطرے کے موقع پر اسے بلا تے تو جب بھی کم ہی دھیان دیتا۔ سنی ان سنی ایک کر دیتا۔ بوڑھا کہتا رہا۔ ”برادقت آ لگا ہے۔ گاؤں میں اجنیوں کے آنے پر چوکس ہو جانا چاہئے۔“

”کارن کھین، پیا کو ساتھ لیئے بوڑھے کے گھر کے پاس سے گز رگیا۔“  
دونوں ایک دوسرے سے بات کے بغیر چلتے گئے۔ گاؤں کے کچھ دور باہر دونوں رکے۔  
کارن کھین بولا: ”وہ ہے ہیئت ماسٹر کا مکان۔“ یہ کہہ کر وہ آگے گئے بڑھ گیا۔ پیا پریشانی کے عالم میں اس کے پیچے ہولیا تھی کہ بانسوں کے ایک جھنڈ کے قریب کارن کھین سرک پر مڑا اور شام کے دھنڈ لکے میں کھو گیا۔

پیا ہیئت ماسٹر کے مکان کی طرف مڑا۔ مکان آم کے درختوں کے جنڈ میں گھرا ہوا تھا۔  
گھر کے سامنے سیر ہیوں کے قریب ناریل کا ایک درخت تھا۔ گھر کے سامنے اتنی کھلی جگہ تھی کہ جہاں بیٹھنٹن آسانی سے کھیلی جاسکتی تھی۔ مکان کے ایک طرف بزرہ تھا۔ مکان میں کپڑے بننے کیلئے کئی کھڈیاں لگی ہوئی تھیں۔ ایک طرف چنگلے کے پیچے موڑ سائکل کھڑی تھی۔ پیا مکان کے قریب آیا تو اس نے ایک سائیں بورڈ دیکھا۔ بزرگ نگ کے چوکھے پر سفید رنگ سے لکھا تھا۔

”خماماہ کائی وسائی  
ہیڈ ماسٹر یارن نورنگ مازور  
پیا میرھیاں چڑھنے لگا۔ ایک معمر خاتون بادرچی خانے سے لکلی۔ اس نے ایک ایپن  
اپنی کمر کے گرد پیٹ رکھا تھا۔

”تمہیں کس سے ملتا ہے۔“ خاتون بولی وہ ہیڈ ماسٹر کی بیوی تھی۔ اس کا الجہہ دیہاتی تھا۔  
پیا نے جواب دیا: ”میں ہیڈ ماسٹر سے ملنے آیا ہوں۔“ اس نے دونوں ہاتھ سلام کیلئے  
بلند کر لیے اور کہا: ”میں نیا مدرس ہوں اور سکول میں پڑھانے آیا ہوں۔“ خاتون نے خوشی سے  
آواز بلند کرتے ہوئے کہا کہ ”اچھا تم نئے استاد ہو۔“ وہ اتنی خوش تھی جیسے اس کا اپنا پینا گھر  
گیا ہو۔

خاتون نے بلند آواز میں کہا اسائی جاؤ، ہیڈ ماسٹر کو بلا لاو۔  
اوہ ”لڑکی پانی لینے گئی، ابھی تک واپس نہیں آئی۔“  
تم بیٹھو تھوڑی دریا رام کرلو، ہمیں اجنبی نہ جانو یہ کہتی وہ گھر سے باہر نکل گئی۔  
یوں لگتا تھا کہ وہ یہ تک بھول گئی تھی کہ اس نے بادرچی خانے میں ہندیا چڑھائی ہوئی تھی۔  
پیا اپنا بیگ پاس رکھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے برآمدے کے ستوں سے سہارا لے لیا اور پاؤں  
پسار لیے۔ گھر کا فرش برآمدے کے فرش سے اونچا تھا۔ تینوں دیواروں پر مختلف تصویریں  
آؤ زال تھیں۔

عام طور پر مہماںوں کو سینیں ٹھہرایا یا بٹھایا جاتا تھا۔ شاہ اور ملکہ کی تصویریوں کے علاوہ تین  
شہزادوں اور مختلف گروپوں کی تصویریں تھیں، سب کو خوبصورت فریبوں میں بڑی نفاست سے  
لٹکایا گیا تھا۔ بعض تصویریں بہت پرانی تھیں۔ اتنی پرانی کہ ان پر لکھے ہوئے نام تک مدھم پڑ  
گئے تھے اور بعض تو بالکل ہی اڑ گئے تھے۔ ان تصویریوں سے ماںک مکان کے بارے میں  
اندازہ ہوتا تھا کہ اس نے مختلف کافنریسوں اور ریفریش کورسوں میں شرکت کی ہے۔ ان میں  
سے چੇ گروپ فوٹو گراف ایسی ہی تھیں۔ ایک تصویر یا ایک نوجوان کی تھی۔ جس نے خاکی وردی  
پہن رکھی تھی۔ یہ تصویر بہت عرصہ پہلے اتنا ری گئی ہو گی۔ یہ بڑی حد تک ماند پڑ گئی تھی۔ جس کی  
تصویر تھی۔ اس نے سر کے بالوں کے درمیان مانگ نکال رکھی تھی۔ اس سے اس کی عمر کا بخوبی

اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ پیانے اندازہ لگایا کہ یہ ہیڈ ماسٹر خاما کی نوجوانی کی تصویر ہے۔ بینک کا ایک کیلنٹر بھی لئکا ہوا تھا۔ یہ خاصے قیمتی کا اندر پر مختلف رنگوں میں چھاپا گیا تھا۔ ایک کیلنٹر کی دکان نے اپنی چیزوں کی تشویش کی غرض سے چھاپا تھا۔ اس پر ایک فلم شارکی تصویر اور دکان کا پتہ چھپا ہوا تھا۔

مکان خاصا صاف تھا البتہ فرش پر مٹی تھی۔ برآمدے میں بانس کی لکڑیوں سے بنا ہوا ایک چوکھا تھا۔ جس پر گیلے کپڑے ڈال کر سکھائے جاتے ہوں گے۔ اس سے نیچے ایک لمبڑا سامگلا رکھا تھا جس میں دو پوڈے اگے ہوئے تھے۔ اس میں پیاز بھی اگایا گیا تھا ان کے پاس ہی پانی کے دو میکے وھرے تھے انہیں بلند جگہ پر رکھا گیا تھا۔ تاکہ کھڑے ہو کر ان میں سے پانی لیا جاسکے۔ پانی لینے کیلئے ناریل کے خول پیالے کا کام دیتے وہ ان پر چھٹت سی ڈال دی گئی تھی۔ باور جی خانے کی دیوار پر ایک زنجیر میں کئی پیالیاں لٹکی ہوئی تھیں۔ ایک طرف دھاگے بٹھنے کا سامان رکھا تھا۔

پیا کے سامنے دو دروازے تھے جو شاید دو کروں میں کھلتے تھے۔ گھر کی دیواریں لکڑی کی اور چھتیں، لوہے کی چادریوں کی بنی ہوئی تھیں۔ درمیانی شہریت کے ساتھ، لوہے کی کھونٹی کے ساتھ لاٹھیں لٹکائی گئی تھیں۔ گھر میں کوئی کرسی اور میز نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس کے باوجود پیا کا خیال تھا کہ گاؤں بھر میں یہ مکان سب سے اچھا تھا۔ یہ بہت کشادہ تھا۔ کسی بھی گاؤں میں شاید یہی دو یا تین مکان اتنے بڑے ہوں۔ خوشحال دیہات میں ہوتے ہوں تو الگ بات ہے لیکن ایسے خوشحال دیہات ہیں ہی کتنے؟

پیا گھر کا جائزہ لینے میں مصروف تھا کہ اسے ہیڈ ماسٹر کی بیوی کی آواز آئی۔ ”بیہاں جوئے کی کوئی انہائیں۔“ پولیس آئے روز جماریوں کو کپڑا کر لے جاتی ہے۔ خاتون یہ کہتے ہوئے سیڑھیوں پر نمودار ہوئی۔ اس کے پیچھے پیچھے ایک شخص آ رہا تھا۔

پیا کو اس کی جوانی کی تصویر یاد آئی جو اس نے کچھ وقت پہلے دیکھی تھی۔ یہ اس کا ہیڈ ماسٹر ہی تھا جس کو سلام کرنے کے لیے اس نے ہاتھ اٹھایا اور کہا آداب! ہیڈ ماسٹر نے بھی اس کو سلام کا جواب دیا اور کہا کہ ”تمہیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا؟“ ”تم یہیں ٹھہر دے گے۔ اچھا اب تم نہا لاؤ اس کے بعد گپ شپ ہو گی۔ تمہارا ایگ کہاں ہے؟“

پیانے چھوٹے سے بیگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ بس میرا بھی کچھ ہے۔ میں دراصل ہکا بھکا سفر کرتا ہوں۔“

کیا تم ”یوبان سے ہو؟ گھر کہاں ہے۔ ہیڈ ماسٹر نے پوچھا دائیں جانب کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا تم یہاں سو سکتے ہو۔ یہاں اور کوئی نہیں۔ بس یہ کمرہ گرد و غبار سے اٹا ہوا ہے۔ تمہارا نام کیا ہے؟“

”میرا نام پیا ہے، میرا گھر یوبان میں ہے۔ میں امنارت میں پیدا ہوا۔ میں اس سے بھی دور دراز کے دیہات میں رہتا ہوں۔ پیا ہیڈ ماسٹر کے پیچے کرے میں گیا۔ اس میں ہوا کا گزر نہیں تھا۔ بند کروں میں اس طرح کی بوآتی ہے۔“ کمرے کی بند کھڑکیوں کو کھولنا اور بند کرنا مشکل ہے۔ لکڑی پھول گئی ہے؟“

یہ کہتے ہوئے ہیڈ ماسٹر نے ایک درکھولا جس سے کمرے میں کچھ روشنی آئی۔ ہیڈ ماسٹر نے کہا کہ میں سوچ رہا تھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو لیکن تم تو اپنے ہی لکلے۔ اسے اپنا ہی گھر سمجھو۔ جاؤ نہالو عشل خانہ نیچے ہے۔ پیچواڑے کی طرف کی سڑیوں کے نیچے اتر جاؤ۔ میں تمہارا بستر لگادیتا ہوں۔

”آپ کا بہت شکر یہ“ پیانے گھرے احساس شکر کے ساتھ کہا: ”اس نے محسوں کیا کہ ایک دیہاتی مدرس کو اس سے زیادہ گرم جوشی سے کہاں خوش آمدید کہا جاتا۔

جب وہ شام کا کھانا کھا چکے تو ہیڈ ماسٹر پیا کو گاؤں کے کھیا سے تعارف کرنے لے گیا۔ یہاں بھی رواج تھا کہ باہر سے آنے والے گاؤں کے کھیا سے ضرور ملنے جاتے۔ ہیڈ ماسٹر نے کھیا کے گھر کے باہر کے دالان سے آواز دی۔ جتاب آپ سوتونہیں رہے۔“

”نہیں گھر سے آواز آئی۔ کون صاحب ہیں؟ ہیڈ ماسٹر تو نہیں؟ اوپر آجائیے میں آپ سے ملنا چاہتا تھا۔“

اوہ ہیڈ ماسٹر نے پیا کے ساتھ سیرھیاں چڑھتے ہوئے پوچھا: کیوں ملنا چاہتے تھے۔“ ”لوگ آ کر مجھے بتا رہے تھے کہ کارن کیرن کسی اجنبی کو گاؤں میں لا یا ہے۔ مجھے شک تھا کہ کوئی سیاسی کارکن نہ ہو۔ آپ اپنے ساتھ کے لائے ہیں۔“ کھیا اپنا ریشمی لبادہ اوڑھتے ہوئے اٹھا اور پیا کی طرف دیکھا، جس کا چہرہ لاثین کی جملہ لاتی روشنی میں صاف نظر آ رہا تھا۔“

”یہ نئے مدرس ہیں جو ابھی یہاں پہنچے ہیں۔“

پیا نے کھیا کو آداب بجا لایا اور یہاں کے رواج کے مطابق گھٹنوں کے مل جھک کر اس نے کہا کہ ”محترم میں آج شام ہی بس سے یہاں پہنچا ہوں۔“

”اچھا، وہ تم ہو جسے کارن کیرن اپنے ساتھ گاؤں میں لا لایا ہے۔“

شک دور ہو جانے پر کھیا نے سکھ کا سانس لیا۔

”میں بس سے اترات تو مجھے وہ تمہرے شخص ملا۔ میں اس کا نام نہیں جانتا۔“

وہی مجھے ہیدھ ماسٹر کے مکان پر لایا۔ اس نے راستے میں مجھ سے کوئی بات نہیں کی۔

ہیدھ ماسٹر کے مکان کی طرف اشارہ کر کے وہ آگے چلا گیا۔

پیا نے اس کے بارے میں سوچا اور اس کے بارے میں دلچسپی محسوس کی۔ اس کا نام کارکن کھیں تھا۔ پیا کو بچپن میں کھیں کہہ کر پکارا جاتا تھا۔

اچھا وہ کارن کھیں تھا، پاگل، یہ کہہ کر کھیا قہقہہ لگا کر ہنسا، وہ اچھا آدمی نہیں۔ وہ گاؤں کے لوگوں کو ”ڈرانے اور صدمہ پہنچانے کا عادی ہے۔“ وہ دوسروں کے پاس رہنا پسند نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے گاؤں سے باہر مکان بنالیا ہے، سکول کے بالکل قریب، اس کا کبھی اعتبار نہ کرنا۔



## باب 4

دوسرے روز علی الصبح ہیڈ ماسٹر حسب معمول سکول گیا۔ اس روز طلباء اور دیہاتیوں کو کچھ عجیب سائگ سکول، گاؤں سے جنوب کی طرف ایک میلے پر تھا۔ گاؤں بھی ایک دوسری مرتفع جگہ پر تھا۔ گاؤں اور سکول کے درمیان وادی تھی، لیکن عام آبی گزرگاہوں کی طرح سیلانی نہیں تھی۔ باڑش کا پانی نزدیک کے دلدلی علاقے میں جا گرتا تھا۔ دلدلی علاقہ سوامپ آف دی میڈ ڈاگ کے نام سے موسوم تھا۔ ہیڈ ماسٹر کی چھوٹی سے موڑ سائیکل کی پھٹ پھٹ کی آواز سے لوگ انوس تھے لیکن آج تمام بچے اسے عجیب تھیر سے دیکھ رہے تھے۔ اس لیے کہ ہیڈ ماسٹر کے پیچے موڑ سائیکل پر ایک اور شخص بیٹھا ہوا تھا۔ وہ گزشتہ برس تین ہوتے تھے۔ ایک کا تباہ لہ ہو گیا۔ دوسرا سکول چھوڑ گیا۔ ڈسٹرکٹ ایجوکیشن افسر نے ان دونوں کی جگہ دونئے آدمی دینے کا وعدہ کیا تھا لیکن اب تک ایک ہی دیا ہے۔ دوسرا کیوں نہیں دیا۔ کچھ پتہ نہیں۔ ”ہیڈ ماسٹر“ ہوا کی مخالف سمت موڑ سائیکل بڑھاتے ہوئے اپنی آواز سے کہر رہا تھا کہ 125 سی سی کی موڑ سائیکل اتنی پرانی ہو گئی تھی کہ اب کبڑا خانے میں ہی ڈالی جا سکتی تھی۔ ہیڈ ماسٹر نے پیا کو اپنا بیٹا سمجھتے ہوئے بتایا کہ وہ اکیلے ہی ایک ماہ سے تدریس کا فریضہ ادا کر رہے ہیں بلکہ میعاد کو گزرے ہوئے بھی ایک ماہ ہو گیا ہے۔ ہمارے سکول میں کتنے طالب علم ہیں، پیا نے پوچھا:

”98 طالب علم ہیں۔“ گزشتہ برس سے تین زیادہ۔“

موڑ سائیکل کی رفتار کم ہونے لگی۔ پھر وہ رک گئی۔ پیا بچپنی نشست سے نیچے اترा۔ یہ میں کے اواخر کی صبح تھی۔ اس نے خود کلائی کے سے انداز میں کہا کہ ”دبی کی مدرس کی حیثیت سے اپنے پیشہ درانہ زندگی کا آغاز کر رہا ہوں۔ سکول کی عمارت کے سامنے میں کھیلتے ہوئے بچوں نے پیا کو دیکھا تو یہ جانے کیلئے وہ کون ہے؟ ایک دوسرے سے سرگوشی میں پوچھنے لگے۔ کسی نے

کہا کہ وہ نئے استاد ہیں، کسی نے کہا کہ وہ ترقیتی افسر ہیں۔ بعض کے خیال میں وہ بھیتھ افسر تھے۔ جب گاؤں کے کھیا کے بیٹے چھیکھیوں نے سب کو خیریہ انداز میں فیصلہ بنایا کہ ”وہ ہمارے نئے استاد ہیں۔ گزشتہ رات وہ ہمارے گھر آئے تھے۔“

پیا نے اپنے ارد گرد کھڑے لڑکوں کو ملے جلے جذبات سے دیکھا۔ اس کے دل میں ہمدردی بھی تھی اور ترس بھی تھا۔ اس کے کمزور جسموں اور بوسیدہ کپڑوں کو دیکھ کر وہ افسر وہ ہو گیا۔

کئی بچوں کی صحت سے صاف لگتا تھا کہ انہیں متوازن غذا نہیں ملتی۔

ان کے سفید کپڑے اتنے میلے ہو گئے تھے کہ ان کا رنگ بدلتا ہوا تھا۔ وہ بچوں کے خاکستری دکھائی دینے لگے تھے۔ اکثر کی قیمتوں اور جانکیے بے رنگ ہو گئے تھے۔ ان پر جگہ جگہ سیاہ دھبے پڑے ہوئے تھے۔ اجنبیوں کے بارے میں باقیت کرتے ہوئے لڑکوں کے لب و لبجھ میں کرختی اور اکھڑپن نمایاں ہو جاتا تھا۔ جیسے وہ انہیں پسند نہ کرتے ہوں۔

جب کھیا کے بیٹے چھیکھیوں نے یقین کے ساتھ بتایا کہ وہ نئے ٹیکھر ہیں تو لڑکوں کے چہروں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ پیا کے گرد جمع ہونے لگے۔ ان کے جسموں سے بدبو کے بھکے اٹھ رہے تھے۔ ہمیڈ ماشر نے موڑ سائکل ایک طرف کھڑی کی اور لڑکوں سے کہا کہ وہ پیچھے ہٹ جائیں۔ پیا کے گرد گھیرانہ باندھیں۔ لڑکے پیچھے ہٹ گئے اور کھیل کو دیں مصروف ہو گئے لیکن ان کی لگاہیں بار بار نئے ٹیکھر کی طرف اٹھتی رہیں۔ ذرا بڑی عمر کے لڑکے ابھی تک تھوڑی دور کھڑے تھے۔ باہم چہ میگویاں کر رہے تھے۔ کئی طلباء سکول آرہے تھے۔ طالبات نے سفید بلاوزر اور نیلے سکرٹ پہنے ہوئے تھے۔ انہیں دیکھ کر پیا نے اپنے دل میں خوشی محسوس کی۔

پیا، ہمیڈ ماشر کے پیچھے پیچھے سکول کی عمارت میں داخل ہوا۔ لکڑی کی بنی ہوئی عمارت کی برس گزر جانے کے بعد بھی نامکمل تھی۔ لمباً میں 27 میٹر اور چوڑاً میں سات میٹر تھی۔

چھت کو چوبی ستون سہارے ہوئے تھے۔ ستونوں پر نشان لگائے گئے تھے۔ جن سے عیال تھا کہ فرش کو ان تک اونچا کیا جانا مقصود تھا۔ فرش گول پھرلوں سے بنایا گیا تھا۔ عمارت میں نہ کوئی دروازہ تھا، نہ کوئی کھڑکی تھی۔ اس لیے کہ اس کی دیواریں ہی نہیں تھیں۔ البتہ تمدن اطراف میں لکڑی کے بالے کھڑے کر دیئے گئے تھے۔ یہ عارضی دیواروں کا کام دیتے تھے۔

اور طلباء کو دھوپ اور بارش سے بچاتے تھے۔ چار جماعتوں کیلئے حد بندی کر دی گئی تھی۔ اندر لکڑی کی لمبی میزیں تھیں۔ ان میں سے ہر ایک ستون کے ساتھ بلکہ پورڈ لگا ہوا تھا۔ استاد کیلئے بحمدی سی کرسیاں رکھی تھیں۔

یہ کسی نوآموز کا رنگر نے بنائی تھیں۔ درجہ چہارم کے عقب میں ایک بہت بڑی اکادمی تھی۔ الماری، میزیں، کرسیاں، طلباء کے ڈیک لکڑی کے بڑے بڑے شہرتی کاش کر بنائے گئے تھے۔ پیانے ان سب چیزوں کو دیکھا اور اندازہ کر لیا کہ گرد و فواح کے جنگل اس لکڑی کے ذخیرے ہیں۔

”ہمارا سکول ایک راحب خانے میں تھا۔ میں نے گاؤں کے لوگوں سے کہا کہ وہ کسی کی مدد کے بغیر اپنے طور پر سکول بنا کیں چنانچہ پانچ برس پہلے یہ سکول بنا۔ لوگوں نے لکڑی کاٹنے اور چینے اور سکول کا ڈھانچہ تیار کرنے میں بڑی مدد کی۔ جب دیکھا کہ یہاں تعلیم کا سلسہ قائم ہو سکتا ہے تو انہوں نے کام روک دیا۔“ ہیڈ ماسٹر نے پیا کو سکول بنائے جانے کا مختصر احوال بتادیا۔

”سکول کا چوبی ڈھانچہ جیسا تیسا بن گیا لیکن گاؤں کے لوگوں نے تعلیم میں کوئی دلچسپی نہیں لی۔ ہم نے شعبہ تعلیم کے سربراہ سے مالی امداد فراہم کرنے کیلئے کہا لیکن انہوں نے کچھ عرصہ انتظار کرنے کے کیلئے کہا: مناسب وقت پر سب کام ہو جائیں گے۔“

پیانے محسوس کیا کہ ہیڈ ماسٹر سکول کی عمارت کے نامکمل رہ جانے کا سارا الزام گاؤں کے لوگوں پر دھرنا چاہتا ہے۔ اس نے پوچھا کہ ”بھتنا کچھ کام ہو چکا ہے، کس نے کیا ہے؟“ اس نے چھت کی طرف دیکھا جس میں کئی ایک سوراخ تھے۔

”یہ کام گاؤں کے لوگوں اور استادوں نے مل کر انجام دیا۔“ زیادہ تر کام کھدر پوست ہارن نے کیا۔ یہاں سے تبدیل ہونے سے پہلے کھدر پوست ہارن نے دیہاتیوں سے کہا کہ گھروں سے نکلیں اور سکول کی تعمیر میں اس کا ساتھ دیں۔ یہ جو کچھ نظر آ رہا ہے۔ انہی کا کیا ہوا ہے۔ اس کے یہاں سے تبدیل ہو جانے کے بعد کام روک گیا۔ یہ کہتے ہوئے ہیڈ ماسٹر نے الماری کھولی اور اس سے دور جرٹ نکال کر پیا کو دیئے اور کہا کہ میں پرانگری کی پہلی اور دوسری جماعت لے لیتا ہوں اور تم تیسری اور چوتھی جماعت لے لو۔ انہیں پڑھانا آسان ہو گا۔

"میں کوئی سی جماعت بھی پڑھا سکتا ہوں۔ پھر اس نے رجسٹر میں درج کیا کہ تیسرا میں پائیں طلباء ہیں اور چوتھی میں اخخارہ وہ ہیڈ ماسٹر سے پوچھنا چاہتا تھا کہ انہوں نے گاؤں کے لوگوں کو سکول مکمل کرنے کیلئے کیوں نہیں کہا لیکن اس نے یہ پوچھنا مناسب نہیں سمجھا۔ ہیڈ ماسٹر نے کہا کہ "میں نئے تربیت یافتہ اساتذہ سے چھوٹی جماعتوں پڑھانے کیلئے کہنا مناسب نہیں سمجھتا۔ تم تیسرا اور چوتھی جماعت پڑھاؤ۔ پہلی اور دوسرا پر اتنی محنت کرنے کی ضرورت نہیں۔ تعلیم کے شعبے میں کچھ اس نوع کا نظریہ عام ہے۔"

مئی کی صبح پونے نوبجے کے قریب جب سورج پوری آب و تاب سے چمکنے لگتا ہے۔ خاصی گرمی ہو جاتی ہے اور بے سکونی محسوس ہونے لگتی ہے۔ ہیڈ ماسٹر نے رہی سے بندے ہوئے لوٹے کے گلکڑے کو زور زور سے بجانا شروع کیا۔ اس کی آواز تابنے کی گھنٹی کی آواز کی طرح سریلی نہیں تھی، تاہم لڑکوں نے کھلینا بند کر دیا اور حوانج ضروریہ سے فارغ ہونے کیلئے جھاڑیوں کی اوٹ میں ہو گئے۔ لڑکیاں بھی ادھراً ہر چیل گئیں۔ کسی شہری کو گاؤں کے سکول کا یہ منظر کچھ عجیب سالاگا ہو گا لیکن دیہات میں اس پر کسی کو اچنچا نہیں ہوتا۔ استاد طلباء سے کہا کرتے ہیں کہ کلاس میں آنے سے پہلے وہ اس طرح کا کام کر لیا کریں تاکہ تعلیم میں بار بار رخنہ نہ پڑے۔ طلباء اور طالبات یکسوئی سے پڑھ لکھ سکیں۔ لیکن اس کے باوجود پہلی جماعت کے طلباء استاد سے اکثر شکایت کرتے نظر آتے کہ انہیں باہر جانے کی ضرورت پیش آ رہی ہے۔

ہیڈ ماسٹر نے لوہے کے ڈنڈے پر دو اور ضریبیں لگائیں۔ طلباء نے جلدی سے قطار بنالی اور جمنڈے کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ فلیگ پول نیچے سے سیدھا تھا لیکن اوپر سے سکول کی عمارت کی طرف جھک گیا تھا۔ یہ پول درخت کے جس حصے سے بنایا گیا تھا وہ تھا ہی ایسا۔ نیچے حصے سے سیدھا، اوپر سے ایک طرف جھکا ہوا لڑکے ایک قطار میں کھڑے تھے اور لڑکیاں دوسرا قطار میں، لڑکیاں باائیں طرف تھیں اور لڑکے دائیں جانب پر ائمروں اول کے طلباء ان سب سے آگے تھے۔ اس کے بعد دوسرا، تیسرا اور چوتھی جماعتوں کے طلباء تھے۔

پہاہر آیا اور اس نے بچوں کو قطار بناتے دیکھا۔ وہ ان کے منظم انداز سے خاصا متاثر ہوا۔ گھنٹی بجھنے کے بعد ہیڈ ماسٹر نے باہر آ کر ان سے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ نیچے قطاروں میں کھڑے تھے اور بالکل خاموش تھے۔ صرف کھیتویہ دیکھنے کیلئے قطار میں صحیح نہیں ہیں۔ ادھر سے

ادھر اور ادھر سے ادھر آ جا رہا تھا۔ ایک چھوٹا سا لڑکا دوڑا دوڑا کلاس روم میں گیا اور الماری سے جھنڈا نکال لایا اور فلیگ پول کے رسم سے باندھ دیا۔ ایک چھوٹی لڑکی، فلیگ پول کے پاس کھڑی جھنڈے کے آنے اور اس سے باندھے جانے کا انتظار کر رہی تھی۔ جھنڈا نیا تھا۔ اس کا رنگ چمک رہا تھا۔ اور کہیں سے بھی اڑا ہوا نہیں تھا۔ جب تیار ہو گیا تو دونوں بچوں نے اسے لہرا دیا۔

ہیڈ ماسٹر نے ایک گھنٹی اور بجائی اور بلند آواز سے بولا۔ ”قوی جھنڈے کا احترام کرو۔ قطاریں سیدھی رکھو۔ کھیتو پر امری چار کے سامنے کھڑا ہو گیا اور قومی ترانہ گانے لگا۔ آواز اچھی تھی۔ تنفظ صحیح نہیں تھا۔ سمجھنے کیسے آ رہا تھا تاہم اتنا عیال تھا کہ یہ تھائی لینڈ کا قومی ترانہ تھا۔ لڑکے لڑکیاں اس کے ساتھ قومی ترانہ گا رہی تھیں۔ جب تک جھنڈا اونچا ہو کر لہرانے نہیں لگا۔ ترانہ گایا جاتا رہا۔ پیا خوش تھا کہ اس کے نئے طلبا نے قومی ترانہ بڑی خوشحالی سے گایا۔ اس کا یہ شک دور ہو گیا کہ جھنڈا لہرانے اور قومی ترانے کا یہ عمل روزمرہ کا معمول تھا یا اس روز نے استاد کی آمد پر اس کا خصوصی اہتمام کیا گیا تھا۔

پرچم کشائی ہو چکی، قومی ترانہ گایا جا چکا تو ہیڈ ماسٹر نے فلیگ پوسٹ کے پاس کھڑے ہو کر کہنا شروع کیا۔ ”مجھے آپ کو اچھی خبر سنانا ہے۔ ہمارے سکول میں نئے استاد آئے ہیں۔ کھیر و پیا ان کا نام ہے۔ یہ ہمارے صوبے سے ہی آئے ہیں اور ہمارے لجھے میں ہماری ہی بولی بولتے ہیں۔ انہوں نے کئی برس تک بینکاک میں رہ کر تعلیم حاصل کی۔ وہ جماعت تین اور چار کو پڑھائیں گے۔ طلبا نے یہ سن کر اٹھا رشکر کیا۔ پہلے ان کی آواز بلند ہو گئی پھر آہستہ آہستہ مضم ہوتی گئی۔

ہیڈ ماسٹر نے پیا کی طرف مرتے ہوئے کہا۔ پیا آپ طلبا سے کچھ کہنا چاہیں گے۔ پیا نے طلبا کی قطاروں کے سامنے آ کر مسکراتے ہوئے چند الفاظ کہے۔ پیارے طلبا میں خوش ہوں کہ مجھے آپ کو پڑھانے کا موقع ملا ہے۔ ہیڈ ماسٹر نے مجھے تیسری اور چوتھی جماعت کو پڑھانے کیلئے کہا ہے۔ میں آپ سب کو پڑھاؤں گا۔ سب کی رہنمائی کروں گا۔ آپ سب کو اپنا بھائی اور بہن جان کر پیار کروں گا۔

ہیڈ ماسٹر نے کسی دوسری کلاس کے سامنے بلکہ بورڈ پر سوال لکھے اور ان کا حل بتایا۔ اس

کے بعد انہوں نے جماعت اول کو سبق دیا کہ وہ کس طرح پڑھا کریں۔ انہوں نے بلیک بورڈ پر دس الفاظ لکھے۔ ان کا تلفظ بتایا اور انہیں اپنی اپنی سلیٹ پر لکھ لینے کیلئے کہا۔ یہ کام ختم ہوا تو ہیڈ ماسٹر نے اپنی جیب سے تمباکو کی کتریں نکالیں اور انہیں بڑے سوکھے پتے میں رکھ کر بڑی ہمارت سے سگریٹ بنایا اور ایک پرانے سگریٹ لائٹر کو اپنے انگوٹھے کی مدد سے روشن کر کے سگریٹ سلاکیا۔ جلد ہی سفید دھوئیں کا بادل اٹھا۔ جو اس کے سر پر لہانے لگا۔ سگریٹ ختم ہوا تو وہ تیسری اور چوتھی کلاس میں گئے جہاں پیا طبلاء اور طالبات کے بارے میں فردا فردا پوچھ رہے تھے۔ آپ کو انہیں زیادہ پڑھانا نہیں پڑے گا۔ کچھ پڑھائی اور چند سوال ایک دو سوال بلیک بورڈ پر لکھیے کھیتو سے کہتے کہ وہ انہیں حل کرے۔ اب آئیں کچھ کھانی لیں۔ پیانے اپنی گھری پر نظر ڈالی۔ صبح کے دل بجے تھے۔

”آج جمعہ ہے، کل انگ کارن کرن پارٹی دے رہے ہیں۔ اساتذہ کو اس میں ضرور چانا چاہئے۔ وہاں جام مے چلیں گے۔ ہم ذرا جلدی پہنچ جائیں تو مجھے ان سے آپ کا تعارف کرانے میں آسانی رہے گی۔

پیانے معدود تھا اہم انداز میں کہا۔ آپ چلیں میں بچوں کی دیکھ بھال کر لوں گا اور بعد میں بارہ بجے کے قریب پارٹی میں آجائوں گا۔

”چلے میں پہلے چلتا ہوں، میں آپ کا کارن سے تعارف کرانا چاہتا ہوں۔

پچا کارن کرن گاؤں کی بہت اہم شخصیت ہیں۔ یہ کہتے ہوئے ہیڈ ماسٹر اپنی موڑ سائیکل کی طرف بڑھے۔ سائیکل میں کھڑی تھی۔

ہیڈ ماسٹر چلے گئے تو پیا چاروں جماعتوں کے طبلاء اور طالبات سے بات چیت کرنے کیلئے مڑے۔ دوپہر کو وقفہ ہوا تو وہ بچوں کو اپنے ساتھ لایا ہوا کھانا کھاتے دیکھنے لگا۔ طبلاء کا ایک گروہ کلاس روم میں بیٹھا چاول اور شوربہ سے کھانا کھانے میں مصروف تھا جو طبلاء درخنوں کی چھاؤں میں بیٹھتے تھے۔ وہ چاول کے ساتھ مرچوں اور پیاز کی چنی کھا رہے تھے۔ کچھ طبلاء اور طالبات سے وہ پوچھنا چاہ رہے تھے کہ وہ متوازن غذا کیوں نہیں کھاتے۔ ان کی خوراک میں کثیرے مکوڑے اور سرخ چیزوں کے اٹھے شامل تھے۔ کئی ایک طبلاء چاول کے ساتھ بھجنی ہوئی کھڑیاں کھا رہے تھے۔

وہ چل پھر کر بچوں کو کھاتے دیکھتے رہے اور سوچتے رہے کہ وہ کہاں جا کر کیا کھائیں پئیں گے۔ اس سوال کا پیا کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ ہیڈ ماسٹر موجود نہیں تھا۔ ایسے میں دوپہر کے وقت سخت گرمی میں گاؤں جانا اور ہیڈ ماسٹر کے گھر جا کر کھانا کھانا پیا کو اچھا نہیں لگا۔ ایک بجے پڑھائی دوبارہ شروع ہوئی۔ ہیڈ ماسٹر نہیں آئے تھے۔ نوجوان پھر نے چاروں جماعتوں کی دیکھ بھال اپنے ذمے لے لی۔ تربیت کے دوران انہیں یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ اس طرح کی صورتحال سے کیسے نمٹا جاسکتا ہے۔ پیا نے جماعت سوم اور چہارم کو پڑھنے پر لگا دیا۔ جماعت دوم کو سوال حل کرنے کیلئے کہا اور خود جماعت اول کو تدریس کے طریقے سمجھانے لگا۔ ایک گھنٹے کے بعد انہوں نے چاروں جماعتوں کو یکجا کر لیا اور مختلف موضوعات پر بتیں کرنا شروع کر دیں۔ سیاسی نظام، عام شہری کے فرائض، صحت و صفائی، ماحول کو صاف سترار کھنے اور حسن فطرت کی حفاظت کرنے کے بارے میں اظہار خیال کیا۔ اس کے بعد گناہ ختم ہوا، دو ٹیکیں بنادی گئیں اور ان کے درمیان دوڑ کا مقابلہ شروع کرایا گیا۔ پیا نے طلباء کو 3 بجے تک پڑھنے لکھنے، کھلیل کو دو اور شغل میلے میں لگائے رکھا۔ ہیڈ ماسٹر ابھی تک واپس نہیں آئے تھے۔ پیا نے چھٹی کا اعلان کیا اور لڑکوں کو گھروں کو جانے کیلئے کہا۔ طلباء نے اپنے بیٹے سمیئے، بغل میں دبائے اور سکول کی گروئنڈ میں سے اچھتے کو دتے اور دوڑتے بھاگتے گھروں کی راہ لی۔ نے استاد انہیں پسند آئے۔ پیا نے دیوار سے لگی ہوئی الماری میں سامان رکھتے ہوئے نائم نیبل پر نظر دوڑائی ”اوہ آج جمعہ کا دن تھا، چھٹی کرنے سے پہلے دعا کرائی جانی چاہئے تھی لیکن اب تو سکول بند ہو چکا تھا۔

2 بجے کے قریب ہیڈ ماسٹر نے درختوں کے جھنڈ میں سب سے اوپرے درخت کے نیچے موڑ سائکل کھڑی کی، کچھ ہی فاصلے پر چند افراد بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے، ان میں سے تھٹ پھون بولا، ہیڈ ماسٹر صاحب آج جلد آگئے ہیں؟ کیا سکول بند ہو گیا ہے، وہ جانتے تھے کہ ہیڈ ماسٹر بند کر کے ہی آیا کرتے ہیں۔ ہیڈ ماسٹر سوال کرنے والے کے پاس بیٹھ گئے۔ وہ کہنے لگے میں آج آنا نہیں چاہتا تھا۔ دوپہر کو پچھا کارن کیرن کے پاس چلا گیا تھا، میں اس کی خانہ سازے کا ایک آدھ جرمہ چکھنا چاہتا تھا۔ ”تھٹ پھون نے بانس کے بنے ہوئے گلاں میں اٹی کے بیجوں کو ہلا کیا اور پھر انہیں کپڑے کی ایک صافی پر الٹ دیا، جوئے کی بازی لگ گئی، ایک

نے دس کے تین نوٹ رکھے، دوسرے نے بھی اتنے ہی نوٹ دکھائے۔ پانسہ پھینکا گیا، مہروں کا کالا رخ اور پر کی طرف آیا۔ ہیڈ ماسٹر بازی جیت گئے، جنہوں نے برابر برابر کا داؤ لگایا تھا وہ بھی جیت گئے، اگر ”مہروں کا کالا رخ اور دو کا سفید رخ اور پر آتا تو باری برابر کی چھوٹ جاتی۔ ہیڈ ماسٹر حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی کی بنابر بڑھ چڑھ کر بازی لگاتے رہے، کبھی دو کا لے اوپر آ جاتے، کبھی دو سفید تو بازی برابر کی تسلیم ہوتی۔ کبھی سفید یا کبھی کالے آتے تو جب بھی اسے جیت میں شمار کیا جاتا، جو آخر ہوا تو پانسی بجا کر اس کا باضابط اعلان کیا گیا۔ پانسہ مہرے، بھی کچھ سمیٹ لیا گیا۔ ہیڈ ماسٹر نے چاروں بازیاں جیت لی تھیں، جو ہار گئے وہ بڑھاتے رہے، اب اگلی بازی کی تیاری تھی۔

چچے سکول سے چلے گئے تو پیا کرسی کی پیٹھ سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا، اسے بھوک اور پیاس لگ رہی تھی، کئی بچے آس پاس گھوم پھر رہے تھے پیانے کچھ کو پچان لیا اور کہا کھوتم گئے نہیں؟ نہیں ہوا! سبھی لڑکے میرے پاس آ جائیں۔ کھیولڑکوں کو پیا کے پاس لے آیا، ان میں ایک دھان پان لڑکا تھا، اس کا رنگ اتنا سیاہ تھا کہ اس کے سفید دانت اور آنکھوں کی سفیدی صاف نمایا تھی۔ پیانے اسے پچان لیا، وہ تیری جماعت کا طالب علم تھا۔

”پیانے کہا“ بچوں میں تم سب کے نام نہیں جانتا، مجھے یاد نہیں رہے، اس لئے ایک بار بتاؤ، اس دفعہ میں تمہارے نام یاد رکھوں گا۔ سب سے پہلے کھیونے اپنا نام بتایا، اس کے بعد بومی نے، سب سے آخر میں سیاہ رنگ والے لڑکے نے، پیانے بچوں کو محبت اور شفقت کی نظروں سے دیکھا لیکن کچھ بول نہ پایا۔

کاکھیوں نے کہا ”یاک سیاگ“، گھبراؤ نہیں، تم اپنا نام بتاؤ، وہ نام جو سکول میں درج ہے، وہ نہیں جس سے تم گاؤں میں پکارے جاتے ہو۔

پیانے اپنا بازو اور اٹھاتے ہوئے کہا ”اچھا سیاگ“، تمہارا نام ہے، پیانے اس کے بعد چاروں لڑکوں سے سکول کے بارے میں پوچھا، اسے معلوم ہوا کہ گزشتہ برس سکول میں تین استاد تھے ایک ہیڈ ماسٹر ”ورسری کھورو نیقا“، وہ ایک پولیس میں کی یہوی تھی، وہ دو برس تک بچوں کو پڑھاتی رہی، اس کی صحت خراب ہو گئی، اس پر اس نے ریٹائرمنٹ لے لی۔ کھرو سا تھرن کا تقرر تین برس پہلے ہوا تھا۔

آغاز میں انہوں نے جوڑ کے پڑھانے شروع کئے تھے اب وہ درجہ چہارم میں پہنچ چکے ہیں۔ انہوں نے ہی سکول کی تعمیر میں بھی حصہ لیا، یہ ان کی دلچسپی، ذہانت اور قوت کا رکارکا اثر تھا کہ جو کام بھی انہیں سونپا گیا انہوں نے عمدگی سے اسے پایہ تک پہنچایا، ان کی صلاحیت کی بنابری ان کا چادلہ اس سکول میں ہوا تھا۔

پیانا نے لڑکوں سے پوچھا ”تم شروع سے ہی اس سکول میں ہوئی تو تمہیں ان رسول میں کون سا استاد سب سے اچھا لگا“ کھیو اپنے دوسرے ساتھیوں سے پہلے بول پڑا مجھے کھروہ سخارن سب سے اچھے لگتے ہیں۔

”اور سیانگ تمہیں؟“

سیانگ نے نظریں چراتے ہوئے کہا ”کھروہ سخارن“

”تم سب کو کھروہ سخارن ہی کیوں اچھے لگتے ہیں؟“

پیانا نے کھروہ سخارن کا نام کئی بارستا تھا، وہ ان کے بارے میں جانتا چاہتے تھے۔

”وہ بہت اچھے ہیں، کاؤ کھیاونے کہا انہوں نے ہمیں کبھی نہیں مارا“

”وہ ہمیں گیت بھی سکھاتے رہے ہیں اور کھلیوں میں بھی حصہ لیتے رہے ہیں۔

بومی نے کہا ”کھروہ سخارن بدر وحوں اور بھوتوں سے نہیں ڈرتے“، وہ کسی سے بھی نہیں

ڈرتے، لام نے اپنے پرانے استاد کے بارے میں بتایا۔

”وہ بڑے زم دل ہیں، وہ چھوٹے بچوں سے پیار کرتے ہیں، سیانگ بولا۔

پیانا نے لڑکوں کو ساتھ لیکر آگے بڑھے، پس منتظر میں سکول کی عمارت تھی، جنوب کی طرف جنگل تھا، دو تین کلومیٹر آگے جنگل بہت گھنا ہو گیا تھا۔ مغرب کی جانب دلدل تھی، جو بارش کے موسم میں جیل کی شکل اختیار کر لیتی۔ مشرق میں کھیت تھے، ان کی میمنڈھوں پر بلند و بالا درخت تھے، جو دور سے جنگل کا سماں پیش کرتے۔ ان کھیتوں میں بھی کبھی جنگل تھا۔ لوگوں نے چھوٹے چھوٹے درخت کاٹ لئے، بڑے درخت رہنے دیئے۔ یوں کھیت بن گئے۔ گاؤں سکول سے شمال کی جانب تھا۔ سکول سے گاؤں تک کافاصلہ ایک کلومیٹر کے لگ بھگ تھا۔ کھیتوں میں سے گزرتے ہوئے سکول آسانی سے نظر آتا تھا۔ اسی طرح سکول سے کھیتوں کا نظارہ کیا جا سکتا تھا۔

مجاڑ پھوٹس میں سے گزرتے ہوئے انہوں نے کئی قسم کے جنگلی پھول دیکھے۔ پیا کو ان

میں سے کسی کا بھی نام نہیں آتا تھا۔ گھاس بھی ایک طرح کی نہیں تھی، کہیں اس کی کئی شاخیں بن گئی تھیں اور کہیں وہ ایک شاخ تھی۔ گھاس میں چھپکیاں ریگ ری تھیں، لوگوں کو آتے دیکھ کر وہ ادھر ادھر بھاگ گئیں۔ سکول اور دلدل کے درمیان ایک جھونپڑا تھا، جس میں کوئی نہیں رہتا تھا، پیانے پوچھا ”یہ جھونپڑا کس کا ہے؟“

کاکھیو بولا“ کھور و سختارن نے پچھلے سال یہ جھونپڑا بنایا تھا، وہ اس میں ایک برس رہا، پھر اس کا تباہ لہو گیا، اس کے بعد سے جھونپڑا خالی پڑا رہا، اس کی جھٹت، تندو تیز ہوا میں اڑ گئی، دن میں چروا ہے، بھینیوں کو چرانے آتے ہیں تو کچھ وقت یہاں آرام کر لیتے ہیں۔

پیانے ایک اور مکان کے بارے میں پوچھا، جو سکول اور دلدل کے درمیان کھیتوں کے پاس بنایا گیا تھا۔

”یہ مکان پاگل کارن کیرن کا ہے۔“ کاکھیو بومی اور لام نے بیک آواز کہا۔

ہیڈ ماسٹر 5 بجے کے قریب گھر واپس آئے، وہ گائے کا گوشت لائے تھے جو انہوں نے بانس کی چھڑی کے ساتھ لیکا رکھا تھا۔ انہوں نے موڑ سائکل کے پیچے ایک برتن رکھا ہوا تھا، جس میں خون بھرا ہوا تھا۔ ہیڈ ماسٹر کا چہرہ کھلا ہوا تھا اور ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی، انہوں نے اپنی بیوی کو آواز دی ”کیا پیدا واپس آیا ہے؟“

”ہاں آگیا ہے، کیا تم پھر جو کھلتے رہے ہو؟“ بیوی نے اپنے میاں کو گھر کی سیڑھیاں چڑھتے دیکھ کر کہا، پھر پیا کی طرف مڑی جو لکھتے لکھتے سو گیا تھا، اس نے پیاسے پوچھا کیا یہ بچہ ہے کہ یہ جواء کھلتے رہے ہیں۔

پیا تذبذب میں پڑ گیا کہ کیا کہے، اسے علم نہیں تھا کہ ہیڈ ماسٹر سکول سے نکل کر کہاں چلے گئے تھے۔

”اللہ کی بندی، ٹھوے شکایت کرنے بند کر دلو گوشت پکڑ دا اس کا قیسہ بناؤ اور سب کیلئے بھون لؤ کیا چاول پک چکے ہیں“ گوشت کہاں سے لائے ہو؟“ بیوی نے دشمنے لجھے میں پوچھا، ”میں نے چچا کارن کیرن سے لیا ہے، میرے پاس دام کم تھے، بہر حال سودا ہو گیا؟“

انہوں نے پیاسے پوچھا کہ کیا وہ کچا گوشت کھانا پسند کرتا ہے۔ اسے پسند تو نہیں تھا، تاہم بولا کہ کھانے کی کوشش کرے گا۔ ہیڈ ماسٹر نے خود ہی کھانا پکایا۔ انہوں نے گوشت کا قیسہ

بنایا، پھر سبزیوں کے ساتھ ملا کر کلکے کیلئے رکھ دیا، جب کپچکا تو اسے ایک بڑی سی رکابی میں انٹیل دیا اور اس پر اوچھری سے نکلنے والی سبزی چھڑک دی۔ جانور اس سبزی سے طاقت حاصل کرتے ہیں۔ قیمے اور سبزی کو اچھی طرح ملا کر ایک ڈش میں ڈال دیا گیا۔ اس پر کئی طرح کے مصالحے چھڑکے گئے۔ باریک کئی کٹی ہوئی مرچیں پیاز، لیموں کا رس اور چاول کو ملا کر ایک آمیزہ ساتیار کر لیا گیا۔ پودینہ اور خون کو آخر میں ملایا گیا۔ قیمہ بناتے جو وقت لگا سو گا، ورنہ تمام دوسری تمام اشیاء پہلے سے تیار تھیں، اس لئے ہیڈ ماشر کو کھانا پکانے اور تیار کرنے میں زیادہ وقت نہیں لگا۔ اس کام سے فارغ ہو کر ہیڈ ماشر نہانے کیلئے چلے گئے۔ نہانے کے بعد انہوں نے کمر کے گرد ایک ریشمی کپڑا پیٹ لیا اور برآمدے میں پڑی ہوئی چٹائی پر بیٹھ گئے وہیں دسترخوان لگ گیا، جس میں پیاسا کا، گھر کی ملازمت نے ہاتھ بنایا، ہیڈ ماشر نے ایک پیالی میں شراب ڈالی، جس میں کئی طرح کی بوئیاں شامل کی گئی تھیں، انہوں نے ایک پیالی پیا کی طرف بڑھائی اور کہا کہ لو پیو، اس سے تمہیں کھل کر بھوک گے گی۔ اس میں شہد اور کئی دوسری چیزیں شامل ہیں۔

پیانے آنکھیں بند کیں اور آدمی پیالی منہ میں انٹیل لی، اسے منہ سے گلے تک آگ لگتی ہوئی محسوس ہوئی، جس کی تلخی کم کرنے کیلئے اس نے کچھ شور بہ پیا لیکن تلخی کم نہ ہوئی۔ ہر حال ہیڈ ماشر پر اپنے اعتماد کے اظہار کا بینی طریقہ تھا کہ جو شراب پیش کی جائے اسے کسی تال کے بغیر ایک ہی گھونٹ میں پی لیا جائے، اس سے انکار کا مطلب یہ سمجھا جاتا ہے کہ شراب پیش کرنے والے کا احترام نہیں کیا گیا۔

ہیڈ ماشر نے گوشت کا لقہ منہ میں ڈالتے ہوئے کہا ”پیا کھاؤ، بڑا مزیدار ہے۔ اس نے گوشت کھانا شروع کیا، اس کا خیال تھا کہ شاید یہ گلا ہوانہ ہو لیکن وہ بہت نرم تھا، البتہ اس میں بھی کچھ تلخی ضرور تھی، یہ نہ لگتے کے ساتھ شور بہ پیانا شروع کر دیا۔ اس کے بغیر شاید وہ اسے گلے سے نیچے اتارنا نہ سکتا۔ اسے پکایا ہی اس طرح جاتا ہے کہ اس میں تلخی رہ جاتی ہے۔ یہ اس کی خوبی سمجھی جاتی ہے۔ یہ تلخ تو ہے لیکن لذیذ بھی ہے۔ نئے زمانے کے نوجوان تلخ چیزیں پسند نہیں کرتے، کڑوی چیزیں کھانے سے جی چراتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ ان کا استعمال صحت کیلئے کتنا اچھا ہے۔

کھانے میں شریک سمجھی افراد خاموش ہو گئے تھے، ان کے پھرے سے لگتا تھا کہ وہ مطمئن ہیں۔ ہیڈ ماسٹر نے کہا کہ جنہیں آرام کرنا ہو بیہلیں کر لیں۔ پیا نے دیوار سے گلی ہوئی تصویر کو دیکھتے ہوئے ہیڈ ماسٹر سے پوچھا کہ آپ کے بنچے کہاں ہیں؟

”میرے دو بیٹے ہیں، بڑا تواب گھی پڑھ رہا ہے، چھوٹا ٹانوی سکول میں ہے۔ دونوں یوبان میں اپنے چچا کے پاس رہتے ہیں، گھر کم ہی آتے ہیں۔ چھٹیوں میں چار پانچ دونوں کیلئے آجائیں تو آ جائیں۔ وہ شہر کی آسائشوں کے ریسا ہیں۔ یہاں آ کر انہیں شہر یاد آتا ہے۔ خدا جانے ان بچوں کو کیا ہو گیا ہے، جیسے جیسے وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرتے ہیں وہ دیہات سے دور بھاگنے لگتے ہیں۔“

ہیڈ ماسٹر کی بیوی بولی، دو بچوں کی پرورش کرنا بہت مشکل ہو گیا ہے۔ ہم ہر مہینے انہیں سینکڑوں روپے کھیتے ہیں، اگر زیادہ بنچے ہوتے تو ہمارے لئے آنکھیں اور منہ کھولنا بھی مشکل ہو جاتا۔“

”کیا یہ آپ کا کھیت نہیں؟ پیا نے یہ سوچتے ہوئے پوچھ لیا کہ اکثر ہیڈ ماسٹر اپنی آمدنی بڑھانے کیلئے کھیتی باڑی بھی کر لیا کرتے ہیں۔“

ہماری اتنی توفیق کہاں، ہیڈ ماسٹر کی بیوی نے کہا، اگر تمہارے بہت سے بنچے اور پوتے ہوں تو شاید کھیتی باڑی اور ان کا پیٹ پالنے کا سامان کر سکو۔ پہلے ہمارے پاس کھیت تھے جنہیں آباد کرنے کیلئے مزدوروں سے کام لیا کرتے تھے لیکن یہ سب کچھ چلا گئیں، اس لئے ہم نے چھوڑ دیا ہے۔ دوسروں پر انحصار کرنا اچھی بات نہیں۔ مزدوروں کے علاوہ ان کے سربراہوں کو بھی خوش کرنا پڑتا ہے، جو ہرگز آسان نہیں۔

پیا نے اپنے مصارف کا ذکر چھیڑ دیا۔ وہ جانتا تھا کہ کسی خاندان پر بوجھ بن کر رہنا اچھا نہیں، طے پایا کہ پیا ہر ماہ ڈیڑھ سورپے دیا کرے گا اور گھر میں جو کچھ پکے گا اسی پر گزارا کرے گا۔

کھانے پینے کا مسئلہ ہمیشہ ہی مشکل رہا ہے، جب کھورو ساقہن ہمارے ساتھ رہتا تھا تو ہمارا تھہ بٹاتا، مچھلیاں پکڑ کر لاتا، چھوٹے موٹے کام بھی کر دیا کرتا۔

ہیڈ ماسٹر نے کہا کہ ہمیں وہ اکثر یاد آتا ہے، وہ اچھا آدمی تھا، جو کہتا صبر شکر کر کے کھایتا۔ گاؤں والے بھی اس سے خوش تھے۔ پیا کو لگا کہ وہ اس کا کھورو ساقہن سے موازنہ کر رہے ہیں، اس نے ٹھمان لی کر وہ اس سے بہتر ثابت ہو گا۔

شادی پر نہایت پر تکلف ضیافت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ہر جانے والے کو اس میں مدعو کیا اور دل کھول کر خرچ کیا جاتا ہے۔ اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ کسی کو صاحب خانہ پر کم وسیلہ اور کنجوس ہونے کا گمان تک نہ گزرے اسے بھی اپنی حیثیت منوانے کا اس سے بہتر موقع اور کب ملتا ہے۔ کارن کیرن علاقے کا سب سے خوشحال شخص تھا، اس کی زندگی کے کئی برس را ہب خانے میں گزرے تھے، وہاں سے لکھا تو تجارت کرنے لگا، اس میں اس نے خوب کیا، وہ جنگل سے ملنے والی اشیاء اونے پونے داموں پر خرید کر شہر میں لیجا کر مہنگے داموں فروخت کرتا، کچھ ہی عرصے سے بعد اس نے آٹھت شروع کر دی۔ یہ ایک عام سی بات ہے جب کسی کو عام لوگوں کا اعتماد حاصل ہو جاتا ہے تو وہ دیانتداری پر قائم نہیں رہتا، بلکہ ایمانی کرنے لگتا ہے۔ ایک اچھے تھائی کو فیاض اور سخنی مانا جاتا رہا ہے لیکن اب یہ خصوصیات موقوف ہو گئی ہیں، ان کی جگہ لاچ اور خود غرضی نے لے لی ہے۔

کارن کیرن بھی کچھ اس طرز کا آدمی تھا، اس کا کاروبار بڑھا اور اسے کم عرصے میں زیادہ دولت سیئنے اور امیر بننے کا موقع ملنے لگا تو اس نے اپنے گاؤں والوں کی سادہ لوچ سے فائدہ اٹھانا شروع کر دیا، کم تو لتا، کم مਪتا، سود پر قرض دینا، اماک کے عوض جو رقم دیتا اس سے کئی گنا زیادہ وصول کرتا، وہ کھڑی فصل کا سودا کر لیتا۔ عام کسان غریب اور کم وسیلہ ہوتے، وہ چاول کی کھڑی فصل بہت کم دام پر کارن کیرن کے ہاتھ فروخت کر دیتے، اپنی ضرورتیں پوری کرنے کیلئے اس کے سوا ان کے پاس چارہ ہی کیا تھا۔ وہ کام چور تھے جواء کھینے کے رسیا، اس نے انہیں کارن کیرن سے قرض لینے کی احتیاج رہتی۔ وہ دھان خریدتے اور اگلی فصل آنے پر ج سود قرض چکانے کا وعدہ کر لیتے۔

اگر کوئی مسی کے مینے میں ضرورت کا دھان لیتے تو دہبر میں اس سے کئی گناہ زیادہ واپس کرنے کے پابند ہوتے۔ کارن کیرن ان جیلوں سے گاؤں کا سب سے امیر شخص بن گیا۔ اس نے ایک چھوٹی سی رائی مل لگا رکھی تھی، جو کچھ عرصے بعد درمیانے درجے کی مل بن گئی، اس کی ایک بس بھی تھی، جو گاؤں اور شہر کے درمیان دیہاتیوں کی آمد و رفت کا واحد وسیلہ تھی، اس کے کھیت اور باغات بھی تھے، اس نے مویشی بھی پال رکھے تھے، اس نے اپنے لڑکے کی شادی پر ایسی شاندار دعوت کی جو متوں یاد رکھی گئی، لیکن اس پر ناپ تول کر خرچ کیا گیا، البتہ دکھاوے کا

عنصر نمایاں رکھا گیا۔

یہ فتح کی صبح پیا اور ہیڈ ماسٹر، کارن کیرن کے گھر پہنچ تو دہاں زرق برق لباس پہنے لوگوں کا جمگھٹا دیکھا، ایک درخت پر دولا و ڈسیکر بندھے تھے، جن سے تھائی موسیقی نشر ہو رہی تھی، راہب بھی موجود تھے، وہ دعا یتیہ کلمات پڑھنے میں مصروف تھے۔ ہیڈ ماسٹر اور پیا اس شامیانے میں پہنچ جہاں دولہا، دہن اور کارن کیرن بیٹھے تھے۔ لوگ باگ پہلے تو چپ سادھے بیٹھے تھے پھر آہستہ آہستہ ایک دوسرے سے بولنے لگے، یوں کھسر پھسر شروع ہو گئی، سب کو پیا کے بارے میں کرید تھی کہ وہ کون ہے اور یہاں کیسے آیا ہے، جب انہیں پتہ چلا کہ یہ گاؤں کے سکول کا نیا استاد ہے تو سب مطمئن ہو گئے۔

دولہا، پیا کی عمر کا نوجوان تھا۔ وہ شکل و صورت سے بدمعاش لگتا تھا، جب راہبوں کو نذرانے گزارے جا پکے تو دولہا نے پیا کو کچھ ایسے انداز سے دیکھا، جیسے وہ اسے پہلی ملاقات سے ہی اپنا دشمن سمجھ بیٹھا تھا، لیکن حقیقت یہ تھی کہ وہ ایک دوسرے کو جانتے تک ہی نہیں تھے۔ دہن 8 کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ایک بڑے گاؤں کی رہنے والی تھی۔ دولہا کا خاندان اس کے خاندان سے زیادہ امیر تھا۔ دعوت دولہا کے گھر ہو رہی تھی اور وہ مسلسل دہن کو دیکھتا جا رہا تھا۔

راہب نذرانے وصول کر کے رخصت ہوئے، اب دوسری رسموم کا آغاز ہوا، ایک بہت بڑی طشتہ ری لائی گئی، اس میں پھول، زیبائشی اشیاء، ابلے ہوئے چاول، اٹھے شراب کی یوتلیں اور دو لھا اور دہن کی کلاسیوں کو باہم باندھنے کیلئے مقدس دھاگہ دھرے تھے، شادی کی رسم ادا ہونے لگی۔ ایک عمر رسیدہ شخص نے مقدس کلمات پڑھنے شروع کئے۔ دولہا اس کے سامنے مودب بیٹھا تھا، اس کے عزیز و اقارب، دوست اور مہمان اس کے پیچے دائرہ باندھے، ہاتھوں کو دعا کے سے انداز میں اٹھائے ہوئے تھے۔ نکاح خواں نے سب دیویوں اور دیوتاؤں کو پکارا اور کہا کہ دولہا اور دہن شادی کے بنڈن میں بندھ گئے ہیں، ان کا خاندان پھلے پھولے گا اور زندگی کی مسرتیں سمیئے گا۔ سمجھی تو اس دعا میں شریک ہو گئے، ان کی آواز گوئینے لگی، پیا کو اپنا بچپن یاد آیا، جب سات آٹھ برس کی عمر میں وہ ڈوبتے ڈوبتے بچا تھا تو اس کی ماں نے اس خوشی میں دعوت کا اہتمام کیا تھا اور اس طرح کی دعا میں پڑھی گئی تھیں، نکاح خواں نے طلاق میں سے ایک اٹھا لیا، اس کے دو گلزارے کئے اور دولہا کو دیئے کہ ایک دہن کو کھلائے اور ایک خود کھا

لے۔ پہلے وقوں میں دو لہا اور دہن کی کالائیوں کو صرف دھاگہ باندھتا جاتا تھا لیکن اب دس بیس بلکہ ایک سوتک کی مالیت کے بینک نوٹ بھی باندھے جاتے ہیں، جس کو جتنی توفیق ہو اسی کی رعایت سے بینک نوٹ باندھ لئے جاتے ہیں۔ یہ سب پیسے دو لہا اور دہن ہی کے پاس رہتے ہیں، والدین کو نہیں ملتے، نہ وہ شادی کے مصارف کے طور پر لینے کا حق جاتے ہیں۔ دھاگے باندھنے کی رسم شروع ہوئی تو پکارا جانے لگا آئیے، دھاگے باندھیے، مہمان ایک ایک کر کے آگے بڑھنے لگے، کوئی صرف دہن کی کلائی پر دھاگہ باندھتا، کوئی دونوں دو لہا اور دہن کو پیا بھی ہیڈ ماسٹر سے دھاگہ لیکر آگے بڑھا، دہن پسینے میں نہایت ہوئی تھی، اس کی پیشانی سے پسینے کی بوندیں نیچ رہی تھیں پیانے دہن کی کلائی پر دھاگہ باندھتے ہوئے بڑے نرم لبجے میں کہا ”آپ کو خوشیاں مبارک ہوں، آنے والے دنوں میں آپ کو مزید خوشیاں ملیں، آپ کی قسم اچھی ہو، دہن نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا آپ کا شکر یہ دونوں کو علم نہیں تھا کہ دو لہا دونوں کو شک بھری نظروں سے دیکھ رہا ہے۔

اب باورچی خانے سے کھانے کی طشتیاں برآمد ہونا شروع ہوئیں، مہمان چار چار اور پانچ پانچ کے گروپ میں بیٹھ کر کھانے لگے۔ پیا ہیڈ ماسٹر اور کھیا ایک گروپ میں بیٹھے، وہ دو لہا اور دہن اور میزبانوں کے گروپ سے کچھ زیادہ دور نہیں تھے۔

ہیڈ ماسٹر نے میزبانوں سے پیا کا تعارف کرایا، پیانے احتراماً کہا مجھے اپنا بیٹا سمجھیں۔ کارن کیرن نے کہا ”تم کسی قسم کا فکر نہ کر دیہاں سمجھی لوگ آپ سے محبت کریں گے تھت کارن بولا، امید ہے کہ آپ طویل عرصے تک ہمارے ساتھ رہیں گے؟ لیکن ہم سے پہلے آنے والے استادوں میں سے کوئی بھی زیادہ عرصہ یہاں نہیں تھا۔

دعوت زور کپڑتی گئی، پیا کو ایک کے بعد دوسرا جام پیش کیا جاتا رہا۔ مہمان جی بھر کر شراب پی رہے تھے، کئی ایک مدد ہوش ہو گئے۔ بظاہر یہ دوستی کا اظہار تھا لیکن پیانے سوچا یہ خودشی نہیں تو اور کیا ہے۔ پیا کی آنکھیں بند ہونے لگیں تو اس نے الوداع کہی اور وہاں سے نکل گیا۔ ہیڈ ماسٹر بھی چیخھے ہی رہ گیا۔

.....☆☆☆.....

## باب 5

تقریر کے بعد کے دس ہفتوں میں پیانے محسوس کیا کہ سکول سے متعلق ساری ذمہ داریاں اس کی ہو کر رہ گئی ہیں۔ ہیڈ ماسٹر یا تو ڈسٹرکٹ آفس گیا ہوتا یا مقامی ہیڈ ماسٹروں کے اجلاس میں شرکت کر رہا ہوتا یا کوئی اور مصروفیت نکل آتی اور وہ سکول سے غائب ہو جاتا یا پھر تاش کی بازی لگ جاتی، جس میں اس کا جانا ضروری سمجھا جاتا۔ ایک دن کھیو بولا ”ہیڈ ماسٹر ہمیں کچھ زیادہ نہیں پڑھاتے، ماضی میں ساتھرنا اور نیفا پڑھاتے رہے ہیں لیکن ہیڈ ماسٹر یا تو ضلعی دفتر گئے ہوتے ہیں یا تاش کھیل رہے ہوتے ہیں، کبھی کسی نے انہیں دیکھا ہے؟ ہاں میں نے دیکھا ہے سکول کے پاس تو جواء کھیلا جاتا ہے۔ وہاں تو انہے کوہی ہیڈ ماسٹر نظر آ جاتا ہے۔ پیانے یہ سن کر کیا سوچا اس کا کسی کو علم نہیں۔

پیانے ناشتہ جلد کر لیا، اس نے ہیڈ ماسٹر کا انتظار نہیں کیا، اس نے بخط کے انٹے اباۓ انہیں مچھلی کے گوشت میں اچھی طرح ملایا اور پھر جاول کے ساتھ یہ سالن چکے لے کر کھایا۔ دو پھر تک اس کا پیٹ بھرا رہا۔ ناشتہ کرتے ہی وہ سکول کی طرف بھاگا، سات بجے کے قریب وہ سکول پہنچا تو اس وقت تک کئی طالبعلم وہاں آچکے تھے، اس نے انہیں سکول کے گرد کی گراونڈ صاف کرنے پر لگایا۔ کروں سے روی کاغذ اور دوسری گری پڑی چیزیں اٹھائیں، کرسیاں اور ڈیک صاف کرائے یہ سارا کوڑا کر کٹ پہاڑی سے نیچے گرا دیا گیا۔ صفائی ہو پہنچی تو اس نے لڑکوں کو اکٹھا کیا، انہیں بیٹھنے کیلئے کھا اور انہیں کہانیاں سنانے لگا۔ یہ اس کا روز کا معمول بن گیا تھا۔ وہ لڑکوں کو کہتا ب جاؤ کھیلو کو دو۔

پیانے محسوس کیا کہ کہانیاں سننے کے شاائقین لڑکوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے، کئی لڑکے جو صفائی کرنے سے گھبرا تے وہ کہانیاں سننے کے وقت آموجود ہوتے۔ کہانیوں کے دور ختم کرنے کے

بعد پیا نے طلباء کو گانے پر لگانا شروع کیا، پہلے پہل وہ اپنی پسند کے گیت گاتے رہے پھر نئے گیت سکھتے گئے۔ انہوں نے سر سے سرلا کر گانا شروع کر دیا۔ اس سے عجب سماں بندھ جاتا۔ پیا نے انہیں کئی کھیل بھی سکھا دیئے۔ کھیلنے کے بعد سب لڑکے ہاتھ منہ دھوتے اور پرچم کشائی کی رسم ادا کرنے کیلئے قطاریں باندھ کر کھڑے ہو جاتے۔ هفتہ عشرے میں بچے صبح کی دلچسپیوں میں شرکت کیلئے سکول جلد آنے کے عادی ہو گئے پیا کو بچوں کا اس کی سکھائی ہوتی دھن میں اکٹھے گانا اچھا لگتا۔ گیت بچوں کو آپس میں پیار کرنا، لوگوں کے کام آتا، ملک کی بہتری کا امہیان رکھنا سکھاتے۔ پیا نے بچوں کو سیاقی سے اٹھنا بیٹھنا اور اچھے اطوار اختیار کرنا بھی سکھا دیئے۔ ایک صبح ہیڈ ماشر نے اس سے کہا کہ تم جیسا استاد پا کر مجھے بہت اطمینان ہو گیا ہے۔ اس کے لمحے میں وہی شفقت تھی جو باپ کو اپنے بیٹھے سے ہوا کرتی ہے۔ ہمارے گاؤں کے بچے بڑے ہونہا ہیں۔ وہ بلاوجہ سکول سے غیر حاضر نہیں ہوتے، تم انہیں اپنے ڈھب پر لے آئے ہو، کوش جاری رکھو اس کا اچھا نتیجہ نکلے گا۔ پیا نے کہا کہ کہ بچے جلد سکول آنے لگے ہیں اس سے مجھے بڑی خوشی ہوتی ہے۔ ان کا کھیل کو دیں دلچسپی لیتا، تعلیم سے ان کی رغبت بڑھانے کا وسیلہ بن رہا ہے۔ ان کے ماں باپ بھی خوش ہیں کہ ان کی اولاد پڑھنے لکھنے میں مشغول ہو گئی ہے۔ وہ چھٹی کے بعد جب گھر جاتے ہیں تو اپنے ماں باپ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ هفتہ اور اتوار کو بھی سکول جانا چاہتے ہیں۔ ہیڈ ماشر نے پیا سے کہا کہ وہ اس کا سائیکل لیکر اس کی ضروری مرمت کرانے یہ سائیکل اس نے مدرس بنتے وقت خریدا تھا، بعد میں موڑ سائیکل خرید لیا تو اسے ایک طرف ڈال دیا۔ اس کا فریم اچھی حالت میں ہے۔ نائز ثیوب چاہئے ہوں گے۔ پیا نے ہیڈ ماشر کا شکریہ ادا کیا، وہ کئی دنوں سے سائیکل دیکھ کر اسے کام میں لانے کا سوچ رہا تھا لیکن ہیڈ ماشر سے کہتے ہوئے جبکھ محسوس کرتا تھا۔

پیا نے سائیکل کے نئے نائز ثیوب خرید لئے، کاشھی بھی نئی لے لی، بریک بھی ٹھیک کرا لئے، اب اسے پیدل چلنے یا ہیڈ ماشر کے ساتھ موڑ سائیکل پر بیٹھ کر کہیں آنے جانے کی ضرورت نہیں رہی تھی، اس کے پاس اپنا سائیکل تھا۔

پیا کو اکثر ایک آدمی سکول کی گراڈنگ کے قریب کھڑا نظر آتا، ایک صبح پیا نے بچوں سے پوچھا کہ وہ اس آدمی کے بارے میں کچھ جانتے ہیں؟ بچوں نے کہا کہ جناب یہ کارن کیرن ہے، لوگ اسے پاگل کہتے ہیں۔ بچے گیت گانے میں مصروف رہے، جیسے ہی انہوں نے گانا بند

کیا کارن کیرن وہاں سے چلا گیا اور درختوں کے جھنڈ کے پیچے غائب ہو گیا۔ آٹھ بجے کے بعد ہیڈ ماسٹر آیا، اس نے موڑ سائکل کھڑا کیا اور کہنے لگا، ہمارے ہاں نئی استاد آ رہی ہے، پیانے پوچھا وہ کون ہے۔ ہیڈ ماسٹر نے مسکراتے ہوئے کہا کہ وہ میری بھتیجی ہے، وہ بھی شاید تمہارے ساتھ ہی امتحان دیکر کامیاب ہوئی ہے۔ اسے ایک سرحدی گاؤں کے سکول میں بھیجا گیا، اس کے باپ نے اس کے تباولے کی درخواست کی، جس پر اسے یہاں بھیج دیا گیا ہے۔ پیانے سوچا اچھا ایک استانی آ رہی ہے، اس نے اپنی آمد کی اطلاع بس ڈرائیور کے ذریعے بھجوائی تھی لیکن ڈرائیور مجھے دینا بھول گیا۔ آج ہی پتہ چلا ہے کہ وہ آ رہی ہے۔ پیا دن بھر پریشان رہا کہ استانی کے آنے کے بعد وہ کہاں رہے گا، استانی کو تو اپنے پچا کے ہاں ہی منتظر ہو گا۔ گھر میں ایک ہی فاضل کرہ تھا جس میں پیارہ تھا، جواب استانی کو مل جائے گا۔ ظاہر ہے پیا کو اپنے رہنے کیلئے کوئی اور انتظام کرنا ہو گا، اگر اسے ہیڈ ماسٹر ہی کے ہاں رہنا پڑتا تو وہ باہر برآمدے میں سویا کرے گا۔ یہ ناممکن تو نہیں تھا لیکن مشکل ضرور تھا۔

ایک لڑکا بولا، انسان کیلئے وہ کون سی چار چیزیں ضروری ہیں؟ پیانے کہا کہ پیاری سے بچنے کیلئے خوراک، کپڑے، مکان اور دوائی دارو چاہئے ہوتا ہے۔

ان میں سے کون سی چیز سب سے زیادہ ضروری ہے؟

میں یہ نہیں بتاؤں گا، تم خود سوچو کہ کون سی چیز سب سے ضروری ہے۔ پیا چاہتا تھا کہ بچوں میں غور و خوض کی عادت پیدا ہو اور وہ خود سوچ کر فیصلہ کریں کہ کون سی چیز ضروری ہے اور کون سی غیر ضروری یا کم ضروری۔

”دواں“ ایک بچے نے کہا،

”وہ کیوں“ پیانے پوچھا

”اس لئے کہ میری ماں پیار ہے“

پیانے سوچا کہ اصل ضرورت سر پر سائے کی ہے۔

وہ پھر کو کھانے کا وقفہ ہوا تو پیانے ہیڈ ماسٹر سے اپنی رہائش کا مسئلہ چھیڑا اور کہا کہ آپ کی بھتیجی آ رہی ہیں۔ وہ آپ کے ساتھ رہیں گی، میرے لئے بہتر بھی ہے کہ رہائش کا کوئی تبادل انتظام کرلوں، کیا یہ مناسب نہیں ہو گا کہ میں سکول ہی میں سویا کروں؟

ہیڈ ماسٹر الجھن میں بیٹلا ہو گیا، تم سکول میں کیسے رہ سکتے ہو؟ یہاں تو کوئی کمرہ بھی نہیں، تم میرے گھر، میرے ساتھ ہی رہو، مسلسل کا کوئی حل نکال لیں گے۔  
پیانے ساتھن کے جھونپڑے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ وہاں کوئی نہیں رہتا،  
بس وہاں رہ لوں گا۔ بچوں نے مجھے بتایا کہ ساتھن نے یہ کمرہ بنایا تھا لیکن اس کا چادلہ ہو گیا،  
جس سے یہ دیران پڑا ہے، اس کی چھت ڈالنا پڑے گی اور ایک دیوار چھٹا ہو گی یہ میں کراں والوں  
گا۔ یہ کمرہ ہے بھی سکول کے قریب، یہاں رہ کر میں سکول کیلئے بہتر کام کر سکوں گا۔  
ہیڈ ماسٹر نے کہا کہ میں نہیں چاہتا کہ تم کہیں اور رہنے کا سوچو اور اپنے آپ کو خواہ مخواہ  
ایک الجھن میں ڈال لو۔

میں خود بھی، آپ کے پاس بڑے آرام سے رہ رہا ہوں، مجھے آپ کے پاس رہ کر جتنا  
آرام ملا ہے اتنا شاید اپنے گھر میں بھی نہ ملتا۔

ہیڈ ماسٹر نے کہا کہ میں ساتھن کا کمرہ ٹھیک کرنے میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں لیکن یہ  
بستی سے الگ تھلک اجاڑ جگدے ہے۔ رات کے اندر ہیرے میں تمہیں یہاں رہنے ہوئے ڈر گئے  
گا۔ ہیڈ ماسٹر چاہتا تھا کہ پیا کہیں اور رہنے کا خیال دل سے نکال دے۔

چھٹی ہوئی تو پیا اپنے سائیکل پر لنگ کارن کیرن کی دکان پر پہنچا، جہاں سے اس نے کچھ  
کیل اور تار خرید لئے، ہیڈ ماسٹر کے گھر سے ہٹھوڑا چھت ڈالنے کیلئے سر کے بندل لئے پھر  
ہیڈ ماسٹر اور لڑکوں کے تعاون سے چھت ڈالنی شروع کی، پانچ بجے تک انہوں نے کام مکمل کر لیا۔  
بس آج اتنا ہی کافی ہے، باقی کا کام کل کر لیں گے، چلو گھر چلتے ہیں۔ ہیڈ ماسٹر نے پیا سے کہا،  
لیکن وہ بولا میں رات بھی رہوں گا۔ ”کیا کہا، یہاں رہو گے؟“ ہیڈ ماسٹر نے حیرت سے کہا، مجھے  
یہاں رات بسری کیلئے کسی بھوئی سے پوچھنے اور فال نکلوانے کی ضرورت نہیں۔ بس ایک گدا ایک  
سرہانہ درکار ہے۔ ہاں یہاں سو سکتا ہوں، پیانے ماننے سے پیسہ پوچھتے ہوئے کہا۔

اچھا تمہاری مرضی، ہیڈ ماسٹر نے ہتھیار ڈال دیے۔ گھر تو چلو کچھ کھانی لاؤ، اپنے آتے  
ہوئے گدا اور سرہانہ لیتے آنا، تمہیں اور بھی بہت سی چیزوں کی ضرورت ہو گی۔  
”پیانے ہیڈ ماسٹر سے اتفاق کرتے ہوئے کہا جب تک میں کھانے پینے کا انتظام نہیں  
کر لیتا، کھانا آپ کے ہاں کھا سکتا ہوں؟“

## باب 6

ہر کارے نے راہب خانے کے باہر صد الگائی کہ خط آیا ہے لے لیں یہ سورنگ لنگ کے نام تھا، اس میں پیانے اپنے قابل احترام چچا کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا تھا ””میں یہاں بہت مصروف رہا، بے تحاشا کام کرنا پڑا، رہنے کا مسئلہ تھا لیکن اب آرام سے رہنے لگا ہوں، سکول کے پاس ہی ایک جھونپڑا تھا میں نے اس کی مرمت کر لی ہے یہاں ہی رہتا ہوں، کھانا بھی خود ہی پکا لیتا ہوں۔ ضرورت کی ہر چیز مل جاتی ہے۔ بُخ کے انٹے، مچھلی اور دوسرا چیزیں دیہاتیوں سے خرید لیتا ہوں۔ چاول، مرچ، مصالحے، سبزی، سبجی کچھ میسر ہے۔ مرغیاں پالنے کا ارادہ ہے، گاؤں والوں کے ساتھ میرے تعلقات بہت اچھے ہیں، یہاں کے لوگ امن پسند ہیں۔ تعلیم میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ ابھی تک کسی سے کوئی اختلاف یا تبازع نہیں ہوا۔ ہمارے سکول میں ایک نئی استانی تعینات ہوئی ہے۔ اس طرح تین کا عملہ ہو گیا ہے۔ نوے طبلاء اور طالبات کیلئے اتنے ہی استاد چاہیئں، میں درس تدریس میں پورے انہاک کے ساتھ مصروف ہوں۔ بچوں کی تعلیم اور تربیت بھی کرتا ہوں اور انہیں اچھے اور برے کی تمیز بھی سکھاتا ہوں، انہیں اچھا شہری بنانے کا ارادہ ہے۔ مجھے پہلی تنخواہ مل گئی ہے جو میری ضرورت کیلئے کافی ہے۔ کچھ بُخ بھی جایا کرے گی۔ جو لائی کے اداخر میں بنکاک آؤں گا۔ مجھے امید ہے کہ آپ اور راہب خانے کے دوسرے ارکان خوش و خرم ہوں گے۔

بہت سے احترامات کے ساتھ آپ کا بھتija پیا

اس وقت نوجوان استاد اپنے جھونپڑے کے پاس کی زمین کو ہموار کرنے میں لگا ہوا تھا، وہ یہاں سبزیاں اگانا چاہتا ہے، کیا اس ریتلی زمین میں سبزیاں اگ سکیں گی، کسی نے پیچھے سے کہا، اس نے مڑ کر دیکھا تھت مسکرا رہا تھا۔ سبزیں پلاسٹک کی نہیں بنتیں، انہیں پانی بھی

چاہئے ہوتا ہے۔ میں بس شو قیہ طور پر سبزیاں بونا چاہتا ہوں، یہ اگتی ہیں یا نہیں، اس کا مجھے علم نہیں لیکن ہاتھ پر ہاتھ درہے بیٹھ رہنا بھی تو اچھا نہیں، کچھ نہ کچھ کرتے رہنا چاہئے۔ ”ہاں تم کرتے رہو، لیکن میرا نہیں خیال کر تماہاری محنت سے کچھ حاصل ہوگا، تم کامیاب ہوئے تو واجب احترام تسلیم ہو گے، یہ کہتے ہوئے تھثہ وہاں سے آگے بڑھ گیا۔

دیہاتی، پیا کی کوششوں کا نتیجہ دیکھنے کے خواہ شستہ تھے۔

پیا نے سکول کی بنیادوں سے نکلنے والی مٹی کو ہموار کر لیا تھا، وہ ریتنی ضرور تھی لیکن پیا نے آس پاس کے کھیتوں کی مٹی اور مال مویشی کے گوبرڈال کرز میں کو بزرگیاں اگانے کیلئے تیار کر لیا تھا، اب مسلسل پانی کا تھا، گاؤں کے دو کنویں تھے، ایک کارن کیرن کے گھر کے قریب سڑک کے کنارے اور دوسرا گاؤں سے باہر دوسری جانب تھا۔ یہ سکول سے کوئی آدھا کلو میٹر فاصلے پر تھا۔ پیا کے جھونپڑے سے تین سو میٹر دوڑ وہاں سے پانی لانا خاص مشکل کام تھا۔ پیا نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنے جھونپڑے کے قریب نیا کنوں کھو دے گا لیکن وہ اکیلے یہ کام نہیں کر سکتا تھا۔ پرانے وقتوں میں گاؤں کے لوگ مل کر یہ کام کیا کرتے تھے، اس طرح کے کام کرنے والوں کو یقین ہوتا تھا کہ وہ نیکی کر رہے ہیں۔ اکثر کہا جاتا کہ کنوں کھودنا اور سرائے تعمیر کرنا لوگوں کی خدمت کرنے کے متادف ہے۔

اس علاقے میں تین قسم کے کنویں ہنائے جاتے ہیں۔ ایک میں کوئی پانچ میٹر کھدائی کی جاتی ہے، جب پانی آجائے تو کھدائی روک دی جاتی ہے، ان کنوں کا دہانہ دو میٹر ہوتا ہے۔ بارش کے دنوں میں مٹی بہہ کر ان کنوں کو بند کر دیتی ہے۔ دوسری طرز کے کنوں میں مٹی کا بہاؤ رونکنے کیلئے لکڑی کے تختے کھڑے کئے جاتے ہیں۔ یہ کنوں تا دیر کام دیتے ہیں۔ تیسرا قسم کے کنوں میں سیمنٹ کے بننے ہوئے سلنڈر استعمال کئے جاتے ہیں۔ یہ پانی کی سطح سے لیکر اوپر تک ہوتے ہیں۔ دریا پاہونے کے باعث کنویں کو بند نہیں ہونے دیتے۔

پیا کے جھونپڑے کے قریب جو کنوں کھودا گیا وہ پانچ میٹر گہرا تھا اور اس میں لکڑی کے تختے لگائے گئے تھے۔ بارش کے دنوں میں اس میں پانی اوپر تک آ جاتا لیکن شک موسوم میں تہہ تک رہ جاتا، بس یوں سمجھ لو گھٹنے گھٹنے پانی رہتا۔ پانی بھرنے کیلئے آنے والوں کو اپنی باری کا خاصاً انتظار کرنا پڑتا، پانی نکالنے کیلئے ڈول استعمال کیا جاتا، اس کا استعمال بھی مہارت کا طالب تھا۔

ورند ڈول کنوں میں ہی رہ جاتا۔ ایک شام پیاپانی لینے کنوں پر آیا وہاں موجود نوجوان لڑکیوں نے اسے دیکھ کر ہنسنا شروع کر دیا، ایک عورت جو زراپے کھڑی تھی کہنے لگی تم اکیلے رہتے ہو تو تمہیں کسی ساتھی کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی، عورت نے اسے بڑا بھائی کہہ کر پکارا، پیا مسکرا دیا۔ وہ لڑکیوں سے کبھی گھلامانہیں تھا، اسے ہستاد کیجئے کر سمجھی لڑکیاں کھل کھلا کر ہٹنے لگیں۔

میں چاہتا ہوں کہ کوئی میرے لئے پانی بھرا لے مجھے کھانا پکادے لیکن اس ٹوٹے پھوٹے جھونپڑے میں میرے ساتھ کون رہنا پسند کرے گا؟ اس نے لڑکیوں کو چھیڑتے ہوئے کہا، تم جیسی خوبصورت لڑکیوں کیلئے لڑکی کے بنے ایسے گھروں میں رہنا ہی اچھا لگتا ہے، جن کی چھتیں پختہ ہوں اور لوہے کی چاروں سے بنائی گئی ہوں، میرے ساتھ گھاس پھونس کے جھونپڑے میں رہنا پسند کرنے والی کوئی بھلی ماں ہی ہوگی، مجھ غریب استاد پر اس کا بڑا کرم ہو گا۔

تم لوگوں کو پانی بھرنے اتنی دور آنا پڑتا ہے، کیا ایک نیا کنوں کھودنا بہتر نہ ہوگا، پیا نے لڑکیوں سے پوچھا۔

وہ بولیں گا وہ کے پاس کا کنوں کبھی صاف نہیں ہوا، ہر طرح کے مال مویشی کتے بلے بطنخیں اسے خراب کرتے رہتے ہیں۔

پیانے کہاں کا پانی نہ بخین، سبزی اگانے کیلئے استعمال کر سکتے ہیں۔

لیکن ہمارے بڑے اس کی اجازت نہیں دیتے، ایک لڑکی بولی۔

پیانے اپنے ڈول کنوں کے کنارے لا دھرے، ہر کنوں کی طرح وہاں بھی کچھ ہو رہا تھا، پیانے دیکھا کہ ایک پتلی کرداں دھان پانی لڑکی نے پانی کا ایک بڑا سا ڈول آسانی سے ٹھیک لیا، وہ اپنی باری لینے آگے بڑھا تو اس خوش شکل لڑکی نے کہا ”لاؤ میں تمہیں پانی بھر دیتی ہوں، کل تم نے اپنا ڈول کنوں میں ہی کھو دیا تھا، اسے نکالنا آسان نہیں ہوتا“، یہ کہتے ہوئے لڑکی نے ڈول کنوں میں لٹکا دیا، لڑکی کی سہیلیاں یہ دیکھ کر ہٹنے لگیں۔ انہوں نے کہا کہ دونوں کی جوڑی اچھی رہے گی، پانی نکالنے والی لڑکی کے چہرے پر حیا کی سرفی دوڑ گئی، اس نے ایک کے بعد دوسرا ڈول کنوں میں ڈال دیا۔ پیانے اس کا شکریہ ادا کیا اور اس کے گرد جمع ہونے والی لڑکیوں کو دیکھ کر مسکرانے لگا، اس نے ایک ایک کر کے سب کے نام گنوادیئے۔ وہ حیران تھیں کہ چند ہی دونوں میں اس نے ان کے نام معلوم بھی کر لئے اور یاد بھی پانی بھر کر دینے والی لڑکی

نایورم کو اپنا نام سن کر عجب سالاگ تھا لیکن جب پیا کے منہ سے دوسری لڑکیوں کے نام سنے تو اسے قدرے اٹھینا ہو گیا۔

پیانے پانی کے بھرے دونوں ڈول پینگی پر لٹکا کر کندھے پر رکھ لئے اور اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا، کئی برسوں کے بعد اسے ایسی مشقت کرنا پڑ رہی، اس لئے وہ چلنے میں دشواری محسوس کر رہا تھا۔ بچپن میں وہ گھر کے قریب کھیتوں میں پانی ڈالتا رہا تھا لیکن اب وہ بھول گیا تھا۔

جب وہ دور جا چکا تو لڑکیاں اس کے بارے میں باتیں کرنے لگیں۔ ایک بولی میرا خیال ہے کہ پیا کی کوئی گرل فریڈریڈ ضرور ہے۔ دوسری نے کہا کہ ہم نے کسی استاد کو اس طرح پانی بھرتے نہیں سنا، گاؤں کے لوگ کسی استاد کو مشقت کرتے اچھا نہیں سمجھتے۔ استاذ سرکاری افسر ہوتے ہیں، ان کیلئے جسمانی مشقت کرنا مناسب نہیں۔ اسے کام کرتے دیکھ کر افسوس ہوتا ہے۔ وہ کسی شاگرد کو اپنے پاس ٹھہرا لے روزمرہ کے کام کا جس سے تو اسے نجات مل جائے گی، کم سے کم وہ اس کیلئے میں اور نہانے کیلئے پانی تو لے آیا کرے گا۔ سرخ گالوں لبے کا لے بالوں والی لڑکی نایورم نے کسی کی طرف دیکھے بغیر اس رائے کا اظہار کر دیا۔

پھر تم کیوں جا کر اس کی خدمت نہیں کرتیں۔ ایک لڑکی نے نایورم سے کہا، شرم کرو کیا باتیں کرنے لگی ہوئی کہہ کر اس نے پانی کے ڈلوں کی پینگی کندھے پر دھری اور کہا چلو اندھیرا ہو رہا ہے۔

ہیڈ ماسٹر کی بھیتھی ڈاگ ڈاکے آنے کے بعد پیا کیلئے پڑھانا قدرے آسان ہو گیا، اب اس کیلئے چاروں جماعتوں کی دیکھ بھال کرنا ضروری نہیں رہ گیا تھا۔ ہیڈ ماسٹر نے ڈاگ ڈاکو دوسری جماعت کا چارچ دے دیا۔ پیا تیسری اور پچھلی جماعت پڑھاتا رہا، اب اسے پہلی اور دوسری جماعت کی فکر نہیں رہی تھی۔

ایک روز ڈاگ ڈاکے آنے ڈسٹرکٹ سٹر جانے کا عندیہ ظاہر کیا، جس پر پیانے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس بھتے اپنے گھر میں جائے گی۔ اس نے بتایا کہ گاؤں کے سکول میں اس کا تقرر عارضی ہے۔ مجھے شہر تباولہ کرانا ہے، میں کئی برسوں تک اس دیکھی علاقے میں نہیں رہ سکتی۔

بھتے کی شام ہیڈ ماسٹر اور پیا گاؤں کے کھیا کے گھر ایک ستون کے ساتھ ٹیک لگائے

بیٹھے تھے اور ہیڈ ماسٹر نے تمبا کو پتہ لکھ کر اس کا سگریٹ بنایا اور لائلین سے لگا کر اسے سلاکا لیا۔ وہ چاند رات تھی، اس لئے روشنی کا اضافی انظام نہیں کیا گیا تھا۔ کھیانے پیاسے کہا کہ تم کو سکول کے قریب جھونپڑے میں رہتے ہوئے ڈرنیں لگتا، بدر جیں تو تمہیں نہیں ستائیں، لیکن جب سے موڑ گاڑیوں کا شور ہوا ہے بدر جیں جنگلوں کی طرف بھاگ گئی ہیں۔ دیہاتی ایک ایک کر کے آرہے تھے۔ کھیا گھر کے اوپر سے لوگوں کا نام لے لیکر پکارتا، بھٹی اوپر آتے جاؤ۔ گھٹتی ایک بار پھر بجائی گئی، مطلب یہ تھا کہ گاؤں والے جلد آ پہنچیں، آ دھا گھنٹہ گز رگیا، پانچ سے زیادہ آدمی جمع نہیں ہوئے۔ کل ملا کر پچیس افراد تھے ان میں زیادہ تر تعداد خاندانوں کے سربراہوں کی تھی۔ کھیانے پوچھا کیا کارن کیرن آ گئے ہیں؟ وہ نہیں آئے تو پھر کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا، نہیں آئے تو پھر نہیں آئیں گے لیکن میں نے اسے کار میں جاتے دیکھا ہے وہ شاید صوبائی دفتر گیا ہے۔ کھیانے کہا کہ مجھے پتہ نہیں کہ گاؤں میں کیا ہے کہ سیا منگ کورن اکثر یہاں آتا رہتا ہے۔ یہ سیا منگ کورن کون ہے پیانا ہیڈ ماسٹر سے سرگوشی میں پوچھا۔

وہ ایک امیر سوداگر ہے اس کے کئی کاروبار ہیں۔ ہوٹل ہیں، میلیں ہیں اور خدا جانے اور کیا کچھ ہے، آج کی مینگ دو تین معاملات طے کرنے کیلئے بالائی گئی ہے سب سے اہم مسئلہ سکول کی عمارت تعمیر کرنے کا ہے۔ ہیڈ ماسٹر اور پیانا مجھ سے مینگ بلانے کیلئے کہا تھا، جب سے سکول را ہب خانے سے منتقل ہو کر یہاں لاایا گیا ہے اس کی عمارت بنانے کا معاملہ لٹکا ہوا ہے۔

اس پر خاصا روپیہ اور وقت ضائع کیا جا چکا ہے، اب یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ سکول کی عمارت تعمیر کرے۔ ہیڈ ماسٹر کو بھیجا جائے کہ وہ جا کر حکومت سے کہہ کے عمارت کی تعمیر کیلئے ضروری ساز و سامان اور سرمایہ درکار ہے، دوسرے دیہات میں حکومت نے سکولوں کی عمارتیں بنوائی ہیں، سکول کی عمارتیں تعمیر کرانا اساتذہ کی ذمہ داری ہے۔ سکول ان کیلئے وہی درجہ رکھتے ہیں جو چاول کے کھیت کاشنکاروں کیلئے ہیڈ ماسٹر سے پوچھیں کہ ان کی کیا رائے ہے۔

اگر وہ نہیں بتانا چاہتے تو پیانا سے پوچھیں۔ ہیڈ ماسٹر نے کہا کہ دراصل یہ خیال پیا کا ہی ہے۔ پیاسنجل کر بیٹھ گیا اور دھمئے لیکن واضح لمحے میں بولا، دوستو آپ نے جو کچھ کہا صحیح ہے لیکن یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ سکول نہ تو اسٹادوں کی ملکیت ہے اور نہ کسی ایک شخص کی۔ یہ دیہات میں رہنے والے سبھی لوگوں کی ملکیت ہے، ان کے پچوں اور ان کے بعد آنے والے

بچوں کو یہیں لکھنا پڑھنا سیکھنا ہے۔ استادوں کا روایہ بچوں کے معاملے میں غیر جاندار ہوتا ہے۔ سکول کی عمارت اچھی ہو تو بچے آسودگی کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ استادوں کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے لیکن سکول وہیں رہتے ہیں، رہا ان کی تغیر کا معاملہ تو یہ ہماری اجتماعی ذمہ داری ہے۔ حکومت کی امداد بھی ضروری ہے لیکن اس میں برسوں لگ جاتے ہیں، انتظار میں بیٹھ رہنے سے کہیں بہتر ہے کہ ہم اپنے ہاتھ پیر چلائیں۔ ایک آواز آئی، اگر سب کام ہم ہی کرنے ہیں تو حکومت کا کیا کام ہے؟ اس پر بحث چھڑ گئی۔ ہر ایک نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا۔ آخر میں کھیا بولا ”گلتا ہے کہ ہم سکول کی عمارت تغیر کرنے پر متفق نہیں، وہ نئے بجٹ کے آنے تک کا انتظار کریں گے۔ اس دوران جیسا تیسا سکول میسر ہے اسی پر اکتفا کرنا چاہئے۔ دریں اشناہیں ما سڑ خاموش بیٹھا رہا، وہ نہ بولا، نہ کسی رائے کا اظہار کیا۔ پیا مایوس تھا، اس کی درخواستیں بے اثر ثابت ہوئی تھیں، اس نے اپنے آپ سے وعدہ کیا کہ وہ دیکھی استاد کی حیثیت میں اپنے فرائض پوری دیانتداری اور تندی سے ادا کرتا رہے گا۔

.....☆☆☆.....

## باب 7

جولائی کا مہینہ ختم ہونے کو آیا لیکن بارشیں نہیں ہوئیں، پودے مر جھانے لگے تھے، بہت سے کاشتکاروں نے پانی نہ ہونے کی وجہ سے فصل ابھی تک نہیں بوئی تھی، ان میں سے کئی ایک لوگ اپنی روزمرہ کی غذائی ضرورت پوری کرنے کیلئے کارن کیرن سے چاول مانگنے پر مجبور ہو گئے تھے ان میں سے کوئی نہیں جانتا تھا کہ اگلی فصل آنے تک وہ قرض ادا کر سکیں گے یا نہیں۔

گاؤں والوں نے سکول کی عمارت تعمیر کرنے سے محدود ری طاہر کر کے پیا کو بہت بد دل کر دیا۔ اس نے اپنی تمام ترجیح سبزیاں اگانے پر مرکوز کر لی۔ اسے زراعت پر چھپی کتابوں سے نئی اقسام کی سبزیاں اگانے کا خیال آیا، چنانچہ اس نے مزید زمین تیار کی، اس میں بیج ڈالئے جب وہ بوئے اور نئے پودے کھلے تو وہ انہیں بڑی دلچسپی سے دیکھتا، کئی پودے گرمی کی شدت برداشت نہ کر سکے اور مر جھا گئے، جو بیج گئے انہیں کیڑے مکوڑوں نے کھالیا۔ پیا کو اپنی محنت رائیگاں جانے پر سخت مایوسی ہوئی، اس نے پانی کی کمی دور کرنے کیلئے کنوں کھودنا شروع کر دیا۔ دور سے پانی لانا مشکل تھا، اس نے سوچا قریب ہی کنوں کھود لیا جائے، کسی کو یقین نہیں آتا تھا کہ ایک تھہا شخص کنوں کھود سکتا ہے لیکن جنہوں نے پیا کو بچوں کی تربیت کرتے دیکھا تھا انہیں یقین تھا کہ وہ اکیلے ہی کنوں بھی کھو دے گا۔ پیا نے بچوں کو کھیل کو دیں حصہ لینے گیت گانے اور اچھے کام کرنے پر آمادہ کرنے میں جو کامیابی حاصل کی وہ اس کے عزم اور انہاک کی آئینہ دار تھی، بارش کا موسم شروع ہونے والا تھا، بڑے بورڈھوں کو ایسے موسم میں کنوں کھودنے میں کوئی حکمت نظر نہیں آتی تھی۔ کارن کیرن واحد شخص تھا جس نے پودوں کو مر جھاتے دیکھ کر پیا کو مشورہ دیا کہ وہ ضرور کنوں کھو دے لوگوں کی باتوں میں نہ آئے۔

پیا نے اگلی صبح کئی لڑکوں کو کنوں کھو نے میں مدد کرنے کیلئے اکٹھا ہوتے دیکھا۔ ایک

لڑکا، کھدے ہوئے گڑھے میں اتر گیا اور مٹی نکالنے لگا، وہ مٹی ایک ٹوکری میں ڈالتا جاتا ہے باہر کھڑے 3 افراد اور سچنچ لیتے۔ پیانے لڑکوں سے کہا کہ جو کام کرتے تھک جائے وہ خوشی سے اپنے گھر چلا جائے ان کے ماں باپ کو شکایت ہے کہ استاد ان سے کام کرتا ہے۔

ڈاگ ڈانے پیا سے کہا کہ سکول کے سارے بچے تم سے پیار کرتے ہیں، تم اپنے لئے سبزیاں اگاتے ہو، اپنے لئے کنوں کھودتے ہو لیکن بچے اس سارے کام میں تمہارا ہاتھ بٹاتے ہیں، ان کی تم سے یہ محبت اور رفاقت دیکھ کر مجھے رنگ آتا ہے۔

”ڈاگ ڈا“ رنگ کرنے کی کیا بات ہے، مجھے کئی چیزیں میرنہیں جو تمہیں حاصل ہیں، پیانے پر کہتے ہوئے ہیڈ ماسٹر کی طرف دیکھا، جس نے کہا تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں نہیں جانتا تمہیں کس بات کی تلاش ہے۔

مجھے مرت چاہئے، اپنے لئے بھی اور دوسروں کیلئے بھی۔

ہیڈ ماسٹر نے موضوع بدلتے ہوئے کہا پیا شام ہونے کو آئی ہے میرے ساتھ گھر چلو کچھ کھاپی لینا۔ قربی سکولوں کے تین استاد بھی آ رہے ہیں۔ ہم اکثر ایک دوسرے کے ہاں آتے جاتے رہتے ہیں۔ استانی ڈاگ ڈا بولی، آؤ پیا کھانا میں پکاؤں گی، پیانے کہا کہ تم چلو میں آتا ہوں، تھوڑی سی اور کھدائی ہوئی تو پانی آ جائے گا۔

سورج غروب ہو رہا تھا، دلداری پانی پر اس کی سرخ روشنی عجب نظارہ پیدا کر رہی تھی۔ پیا نے اپنا سائیکل لیا اور ہیڈ ماسٹر کے گھر جانے کیلئے نکل پڑا، جب وہ پہنچا تو ہیڈ ماسٹر نے کہا ہم تمہارے بارے میں ہی باتیں کر رہے تھے۔ ہیڈ ماسٹر نے پیا کا دوسرے سکولوں کے استادوں سے تعارف کرایا، پیا انہیں سلام کرتے ہوئے ان کے ساتھ فرش پر بیٹھ گیا، سامنے شراب اور سوڈے کی بولیں پڑی تھیں، اسی اثنامیں ڈاگ ڈا باور پچی خانے سے باہر آئی پیا کو دیکھ کر مسکرائی اور اسے خوش آمدید کہا، ہمارے لئے کیا پکا ہے، پیانے پوچھا، جواب ملا، بھی نہیں بتاؤں گی، جو پکا ہے سب اس کے سامنے آ جائے گا۔ یہ کہتے ہوئے وہ باور پچی خانے میں واپس چل گئی۔

ہیڈ ماسٹر نے بتایا کہ بھتنا ہوا گوشت ہے، اس کا کچھ قیسہ بنا لیا ہے اور کچھ کو بھون لیا ہے۔

ڈاگ ڈا ٹشتری میں چانپیں لیکر آئی اور بولی یہ سب کچھ میں نے پکایا اور تیار کیا ہے۔ ہیڈ ماسٹر بولا، آج کل نوجوانوں کو اس میں کم ہی دلچسپی ہے کہ ان کی بیویاں کیا اور کیسا پاکاتی ہیں، وہ تو صرف

یہ چاہتے ہیں کہ ان کی بیویاں خوبصورت ہوں، اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے پیا؟  
پیانے ایک چانپِ انحصاری اور اسے دانتوں سے کامٹے ہوئے کہا۔ ”میں نے اس کے  
بارے میں ابھی کچھ نہیں سوچا، نہ ہی میں یہ جانتا ہوں کہ بیوی کا انتخاب کس طرح کرتے ہیں۔  
چانپ بہت لذیز ہے۔ ایک مہمان نے گلاس میں شراب اور سوڈا ڈالا اور استانی کی طرف  
بڑھاتے ہوئے کہا یہ آپ کو پسند آئے۔ ڈاگ ڈانے کہا میں بیرونی لیتی ہوں شراب سخت  
ہے، اس لئے اس سے اجتناب ہی کرتی ہوں۔ میرے والد گھر میں بیرون رکھتے ہیں۔ ڈاگ ڈا  
نے تھوڑے سے ٹکلک کے بعد گلاس پکڑ لیا اور اپنے سامنے رکھ لیا۔ اسی دوران پاہر موڑ سائکل  
کی آواز آئی، جس کے بند ہوتے ہی ایک نوجوان گھر میں داخل ہوا، یوں لگتا تھا کہ وہ پہلے بھی  
آتا جاتا رہتا تھا، اس لئے اسے کہیں رکنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ ہیڈ ماسٹر نے اس کا  
خیر مقدم کرتے ہوئے کہا آؤ، سُم بیٹ، کئی دنوں بعد ملاقات ہو رہی ہے۔ سُم بیٹ عام کمپاؤنڈر  
تھا لیکن لوگ اسے ڈاکٹر کہہ کر پکارتے اور اس کے علاج کو مفید بتاتے، اسے امیر بھی سمجھتے ہیں  
سُم بیٹ کا کہنا تھا کہ وہ امیر ہوتا تو پرانی موڑ سائکل کی جگہ اس کے پاس موڑ کار ہوتی۔ پیا کی  
ڈاکٹر میں وجہی بڑھ گئی، گاؤں کے غریب لوگ اس پر اعتماد کرتے، اس سے ادھار دوائی لیتے،  
ہیڈ ماسٹر نے اس سے پوچھا کہ کیا وہ اکثر یہاں آتا جاتا ہے۔ مریض دیکھنے آتا ہے یا اس کے  
آنے کا کوئی اور سبب بھی ہے؟ بعض کا خیال تھا کہ ڈاکٹر کے کسی لڑکی سے تعلقات ہیں لیکن وہ  
کون ہے؟ یہ کوئی نہیں جانتا تھا، پیا پر نیند کا غلبہ دیکھ کر ہیڈ ماسٹر نے پوچھا کیا وہ گھر جانا چاہتا  
ہے، پیانے اثبات میں جواب دیا اور مہمانوں کو الوداع کہنے کیلئے اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے، پھر  
باور پی خانے کی طرف دیکھ کر بولا ڈاگ ڈا میں جا رہا ہوں تم نے بہت اچھا کھانا پکایا اور میں  
نے سیر ہو کر کھایا۔ وہ باہر آئی اور برآمدے میں کھڑی ہو کر پیا کی سائکل کو جاتے دیکھنے لگی۔  
پیا آٹھ بجے اپنے جھونپڑے میں پہنچا، اس نے سوچا گھر کے پاس کنوں اور پانی میسر  
آجائے سے وہ بہت کچھ کر سکے گا، کچڑے دھو سکے گا، کھانا پکا سکے گا، لڑکوں کو بھی آسانی سے  
پانی ملنے لگے گا۔ سب سے بڑھ کر وہ اپنے چھوٹے سے باغ کی آبیاری کر سکے گا، اس نے ایک  
کنکراٹھا کر کنوں میں پھیکا، اسے پانی کے اچھنے کی آواز آئی، ظاہر تھا کہ پانی آگیا تھا، وہ کسی  
دوسرے کو بھی بتانا چاہتا تھا کہ پانی آگیا ہے لیکن اس وقت وہاں کوئی دوسرا نہیں تھا۔

اس نے جھونپڑے کے دروازے کا تالا کھلا ہوا دیکھا، کسی نے اسے کھولا تھا، اندر جا کر دیکھا تو چیزیں الٹ پلٹ ضرور ہوئی تھیں لیکن کوئی چیز عجائب نہیں ہوئی تھی، چونقدی کی تلاش میں ہو گا لیکن پیانے کوئی نقدی یا قیمتی چیز کمرے میں نہیں رکھی تھی۔ پیا جھونپڑے کے باہر پڑے لکڑی کے نیچ پر بیٹھ گیا، یہ اس نے خود بنایا تھا، جس پر وہ اکثر بیٹھ کر صبح کی تازہ ہوا کھاتا، کارن کیرن کے مکان کی طرف سے موسیقی کی آواز آ رہی تھی، کارن کیرن کو موسیقی کے ساز بجانے کی بڑی مہارت تھی، پیا اپنے دروازے اور ٹوٹے ہوئے تالے کو بھول گیا، اس نے سوچا کہ وہ کسی کو نہیں بتائے گا کہ کسی نے اس کے گھر کا تالا توڑا ہے اور اس کے کمرے کی تلاشی لی ہے۔ اسے خیال آیا کہ اس کے پاس بھی موسیقی کا کوئی ساز ہوتا تو وہ اسے بھاتا اور یوں اپنی تہائی کا احساس کم کر لیتا۔

.....☆☆☆.....

## باب 8

تین دن بعد کنوں تیار ہو گیا اور پیا اپنی ضرورت کا پانی اس سے لینے لگا، کنوں کی کھدائی دو میٹر تک ہوئی تھی کہ پانی کا چشمہ اب پڑا، اب مزید یعنی جانے کی گنجائش نہیں تھی پیا نے رنگارنگ پھول اگائے وہ جگہ جو بالکل اجائز دکھائی دیتی تھی اب پھولوں سے خوبصورت ہو گئی۔ ڈائگ ڈانے پھول کھلے دیکھ کر پیا سے پوچھا کہ کیا اسے پھول اچھے لگتے ہیں پیانے کا ہاں بہت اچھے لگتے ہیں۔ ڈائگ ڈانے اسے مشورہ دیا کہ وہ ایسے پھول اگائے جو کم پانی سے بھی تادیر زندہ رہ سکیں اور ان کی افزائش ہوتی رہے۔

اس بار بارش نہیں ہوئی تھی زیادہ تر دیہاتی چاول اگاتے، بارش کے موسم میں ان کا مطالبہ ہوتا کہ سکول کچھ دنوں کیلئے بند کر دیا جائے تاکہ ان کے لڑکے چاول کی بوائی میں ان کا ہاتھ بٹا سکیں، اس روز پیا صبح جلد جاگ اٹھا اور سبزیوں کا پلاٹ دیکھنے باہر نکلا، لڑکے چھوٹے چھوٹے گروہوں میں سکول کی طرف آ رہے تھے پیانے انہیں سکول جلد آنے کا عادی بنادیا تھا، پیا انہیں کہانیاں سناتا، سب مل کر گیت گاتے اور دھوم مچاتے، پیانے لڑکوں سے پوچھا بارش کیوں برستی ہے؟ ایک لڑکا بولا، آسمان رو تا ہے تو بارش برستی ہے، دوسرا نے کہا کہ دیوتا روتے ہیں تو زمین پر بوندیں چلتی ہیں، میرے بابا نے مجھے بھی بتایا ہے۔

اور کوئی بتائے کہ بارش کیسے ہوتی ہے؟ ایک لڑکا اٹھا اور کہنے لگا مجھے نہیں معلوم کہ بارش کیوں اور کیسے ہوتی ہے۔ پیانے کہا میں بتاتا ہوں، بارش، آسمان پر چھائے بادلوں سے گرنے والے پانی کو بارش کہتے ہیں۔ اچھا یہ بتاؤ کہ پانی کہاں غائب ہو جاتا ہے؟ کچھ زمین میں جذب ہو جاتا ہے کچھ بخارات بن کر ہوا میں اڑ جاتا ہے۔ ندی نالوں، جو ہڑوں، کنوں، گھروں میں رکھے ہوئے برتوں سے پانی اڑتا رہتا ہے۔ یہی پانی بادلوں کی شکل میں دکھائی

دیتا ہے۔ بادل مختڈے ہونے لگیں تو ان میں سے پانی بارش کی صورت میں گرنے لگتا ہے جہاں جنگل ہوتے ہیں وہاں کی فضا خشکگوار اور مختڈی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت جنگل کاٹنے سے منع کرتی ہے اور زیادہ سے زیادہ درخت لگانے کا کہتی ہے تاکہ سارا موسم اچھا رہے۔ درختوں سے جو پتے گرتے ہیں انہیں گڑوں میں بھر دیا جائے تو ان سے کھاد بن جاتی ہے، جو نئے درخت اگانے میں کام آتی ہے۔ پیا نے ہیڈ ماسٹر سے کہا کہ بچوں کو درسی کتابیں پڑھانے کے ساتھ اس طرح کی معلومات بھی فراہم کرنا چاہئیں تاکہ وہ اپنے ماخول کو خوبصورت اور خشکگوار بنانے میں مددگار ثابت ہو سکیں۔

پیا، سہ پہر کو کارن کیرن کے مکان پر گیا، وہ اس کا قریبی ہمسایہ تھا، وہ لکڑی کے بنے ہوئے خوبصورت مکان میں رہتا تھا۔ مکان میں ایک خاندان آسانی سے رہ سکتا تھا لیکن وہ ایک آدمی کیلئے بہت بڑا تھا، اس کی چھت پر گھاس لگائی گئی تھی، دیواروں کے ساتھ بانس اگائے گئے تھے پیا نے اس سے پہلے بانس کے بننے دروازے کھڑکیاں نہیں دیکھی تھیں، دروازوں اور کھڑکیوں کی چوکھیں خخت لکڑی سے بنائی گئی تھیں۔

کارن کیرن بانس کی ٹوکریاں بنا رہا تھا۔ ایک طرف ایک سے ایک ٹوکری دھری ہوئی تھی۔ یہ ٹوکریاں چاول رکھنے کے کام آتی ہیں۔ مجھلیاں پکڑنے کے راذ بھی تھے اور مینڈک پکڑنے کی کچپیاں بھی تھیں۔ سب بہت اچھی اور متوازن اشیاء تھیں اور ان کے سامنے صنعتی اور دستکاری کا جیتا جا سکتا نہونہ تھیں۔ میز بان نے پیا کو اندر آنے کی دعوت دی، بہت گرمی پڑ رہی تھی، مکان میں جانے کے بجائے باہر رہنا شاید بہتر ثابت ہوتا لیکن پیا نے میز بان کا کہا مانا اور سیرھیاں چڑھنے لگا، سیرھیوں کی دونوں جانب شیر کے سر رکھنے ایک طرف پانی کے برتن رکھنے کا چہوتا بنا تھا، مکان نہایت صاف تھا، برتن، فرنچ، ساز و سامان، ہرشے قرینے سے رکھی تھی، کسی پر کوئی داغ دھبہ نہیں تھا۔ مکان کا مالک خود بہت اچھا کارگیر تھا، اس کی اس خوبی کا اظہار یہاں کی ہرشے سے ہو رہا تھا۔

”میز بان نے پوچھا تمہارے کنویں سے خاصا پانی مل جاتا ہو گا؟“ میز بان کارن کیرن کو لوگ پاگل کہتے لیکن اس کی کسی بات سے اس کے پاگل ہونے کا شہبہ نہیں ہوتا تھا، اس کا سلیقہ اور قریبیہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اکیلا رہنے والا کوئی شخص اتنا سلیقہ شعار بھی ہو سکتا ہے، کارن کیرن

باتیں کرتا رہا، اس نے ایک بار بھی پیا سے نہ پوچھا کہ وہ کیوں آیا ہے۔ پیا نے کہا کہ اگلی رات آپ کو ساز بجا تے سات تو مہوت ہو کر رہ گیا، اتنی مہارت وہ کیا بات ہے۔

کیا آپ مجھے ساز بجانا سکھا دیں گے؟

تم نے کبھی پہلے کوئی ساز بجا یا ہے؟ تمہیں شوق ہے تو تم سیکھ سکتے ہو۔

”میں نے گناہ بجائی ہے کوئی ایسا ساز نہیں بجا یا جس میں سانس سے کام لیا جاتا ہے۔

”بہر حال تمہیں جو ساز بجانا پسند ہے تم اسے بجانا سیکھ لو۔

”لیکن مجھے نہیں پتہ (ساز) کہاں سے ملے گا؟

یہ ساز بیچنے کیلئے نہیں بنایا جاتا، ہر کوئی اپنی ضرورت اور ذوق کے مطابق خود بنائتا ہے اگر تمہیں واقعی دلچسپی ہے تو فن میرے پاس ہے تم لیکر بجا لیا کرو۔ تمہیں اس کی ملاش میں نکلنے کی ضرورت نہیں۔

پیا کارن کیرن کی باتوں سے بہت متاثر ہوا وہ حیران تھا کہ ایسے ہنرمند اور فنکار کو لوگ پاگل کیوں کہتے ہیں؟

کارن کیرن کرے سے ساز لایا اور پیا کے حوالے کرنے سے پہلے اسے بجا کر دکھایا، ایسی کوئی اور مدھر سر اس نے اس سے پہلے کبھی نہیں سئی تھی۔

پیا نے پوچھا یہ کون کی دھن ہے؟

مجھے دھن کا پتہ نہیں، جب مجھ کرنے والا کوئی جوڑا جنگل سے گزرتا ہے تو ایسے موقع پر موسیقار تھی دھن بجا تا ہے، اسے سیکھنا مشکل نہیں، کوشش کرو گے تو تم بھی سیکھ جاؤ گے۔ تمہارے کئی شاگرد اسے سیکھنے میرے پاس آتے ہیں، تم تھائی میں اسے بجاوے گے تو تمہیں بہت اچھا لگے گا۔

پیا اپنے گھر و ندے کی طرف جانے لگا تو وہ بھول چکا تھا کہ اسے کچھ کھانا بھی ہے وہ ساز میں کھو گیا تھا، اس نے اسے بجانا شروع کیا تو پتہ چلا کہ اسے بجانا کوئی زیادہ مشکل نہیں۔

اس دن بہت گری تھی، دوپہر ہوتے ہوئے جس بڑھ گیا، تھوڑی ہی دیر بعد ہوا چلنے لگی، جو آہستہ آہستہ تیز ہوتی گئی، بارش ہونے لگی، پا دل گرنے اور بجلی پکنے لگی، بارش اتنی تیز تھی کہ اس سے پہلے شاید ہی کبھی اتنی تیز ہوئی ہوئی پیا نے اپنی چھٹت دیکھی، اسے ڈر تھا کہ کہیں اڑھی نہ گئی ہو۔

لیکن وہ موجود تھی، البتہ جگہ جگہ سے پک رہی تھی، خوش قسمتی سے اس کا بستر گیلانہیں ہوا تھا، اس نے کمبل لپیٹا اور بستر پر دراز ہو گیا۔ وہ خوش تھا کہ بارش سے سوکھا ختم ہو گیا ہے، کسان اب نصل بوسکیں گے۔

دوسری صبح پیا جلد جاگ پڑا، وہ سکول کے پچھوڑے میں دلدل کی طرف گیا، وہاں پانی ٹھائیں مار رہا تھا، ایک روز پہلے یہاں چاول کی فصل بوئی گئی تھی، جس کے کامیاب ہونے کی اب صفائت مل گئی تھی، اس کی اپنی سبزیوں کا براحال تھا، اس کا سلااد اور بندگو بھی سب پانی میں بہہ گئی تھیں۔

پیانے اپنا تو تھے برش لیا اور کنویں کی طرف گیا، یہاں اسے دوسرا دھپکا لگا، بارش کے پانی نے کنویں کا منہ بند کر دیا تھا، آس پاس کی مٹی بہہ کر کنویں میں بھر گئی تھی، کنوں تین میٹر گھرا تھا، اب بمشکل ایک میٹر رہ گیا تھا، اس کے سب کے کرائے پر پانی پھر گیا تھا۔ کنوں اب بالکل قابل استعمال نہیں رہا تھا۔ تھٹ نے جو ادھر آنکھا تھا، کہا میں نے تمہیں کہا تھا کہ تم عناصر فطرت کا مقابلہ نہیں کر سکتے، بارش ہوئی تو ریتی زمین میں بنایا جانے والا کنوں مٹی سے بھر جائے گا، تمہاری ساری کوشش رائیگاں چلی جائے گی، تھٹ یہ کہتا دل دل کی طرف چل دیا۔



## باب 9

ہیڈ ماسٹر نے پیا اور ڈاگ ڈاکو بتایا کہ فیصلہ ہوا ہے کہ موجودہ میعاد پیر کو مکمل ہو جائے گی اور سکول کیمپ تبرکو پھر سے کھل جائے گا، ہمیں صرف پچیس دنوں تک سکول بند رکھنا ہوگا، اس سال ایک سو پچیس روز پڑھائی کی جاسکے گی۔

ہم پیر کا کیوں انتظار کریں؟ بارشیں شروع ہو گئی ہیں، چاول کے کھیتوں میں پانی بھر گیا ہے، ہم سکول کل یا ایک دن بعد بند کر سکتے ہیں، نہیں اصول یہی ہے کہ سکول جمعہ کے روز بند کیا جائے اور چھیٹیاں پیر کے دن سے شروع کی جائیں۔ اس طرح ہمیں ہفتہ اور اتوار کے دو دن زائد مل جائیں گے۔ چھیٹیوں کا آخری دن جمعہ ہونا چاہئے۔ اس طرح چھیٹیوں کے شروع اور آخر میں دو دو دن اضافی مل جائیں گے، ہیڈ ماسٹر نے وضاحت کی۔

پیانے کہا کہ ہم چھیٹیوں کے معاملے میں اتنے حساس کیوں ہیں۔ استادوں کو ہرسال تین مہینوں کی چھیٹیاں ملتی ہیں، ہفتہ اور اتوار کی چھیٹیاں الگ ہیں۔

ڈاگ ڈاپنے غصے پر قابو نہ رکھ سکی بولی پیا ہر کوئی زیادہ چھیٹیاں لینا چاہتا ہے۔ ”میں ان چھیٹیوں میں دوسرے صوبوں میں جانا چاہوں گی، ابھی یہ طے نہیں کیا کہ اس دورے کیلئے اپنے ابا سے کچھ پیسے لوں یا نہیں۔

ہیڈ ماسٹر نے پیا سے پوچھا کہ کیا تم بنکاک جانا چاہتے ہو؟ میں پہلے اپنے گھر جاؤں گا، وہاں سے بنکاک کا دورہ کروں گا، چند روز کے بعد واپس یہاں آ جاؤں گا۔

تم اتنی جلد کیوں واپس آنا چاہتے ہو؟ کیا تم لڑکیوں کو سبزیاں اگانا سکھانا چاہتے ہو؟ ڈاگ ڈا نے بہت ہوئے کہا اور پھر موضوع بدلتے ہوئے کہا کہ تمہاری سبزیوں کا کیا حال ہے، بارش کا ان پر اچھا اثر ہوا ہوگا۔ ”سبزیاں تو اچھی ہیں لیکن میرا کنوں تباہ ہو گیا ہے۔ بارش کے

موسم میں کنوں کھونے کا بھی نتیجہ ہوا کرتا ہے، اگر سہارے کا بندوبست ہو جائے تو الگ بات ہے۔ ہیڈ ماسٹر نے اس کا حوصلہ پڑھاتے ہوئے کہا کہ پارشوں کا موسم ختم ہونے کے بعد پھر سے کنوں کھو دیں گے، اس مرتبہ اس میں سینٹ کا پاسپ ضرور ڈالیں گے۔

پیانے پوچھا کہ اس روز شنبے کے سربراہ سے جو بات چیت ہوئی اس سے سکول کے بارے میں کسی فیصلے کا پتہ چلا؟ سکول کی عمارت تعمیر کرنے کیلئے ہم نے سرمایہ فراہم کرنے کا جو مطالبہ کیا ہے اسے تسلیم کیا گیا ہے یا نہیں؟ ہیڈ ماسٹر نے کہا کہ میں آپ کو بتانا بھول گیا، رقم مختص ہو گئی ہے۔ اکتوبر تک عمارت کی تعمیر کا ٹھیکہ دے دیا جائے گا۔

پیا اور ڈاگ ڈا یہ سن کر بہت خوش ہوئے کہ سکول کی تینی عمارت بن جائے گی۔ پیانے سوچا کہ جب تینی عمارت بن گئی تو وہ بچوں کیلئے تینی مصروفیات کا اہتمام کر سکیں گے۔ ڈاگ ڈا دوسراے استادوں کی طرح چاہتی تھی کہ وہ اچھے ماحول میں کام کر سکے۔ پیانے ہیڈ ماسٹر سے کہا کہ تینی عمارت میں بچوں کیلئے ٹائلک کا ضرور انتظام ہونا چاہئے۔ عام طور پر دیہی سکولوں میں ایسا انتظام نہیں ہوتا، جس کے باعث بچوں کو رفع حاجت میں بڑی دشواری پیش آتی ہے۔ جنہُ الہ رانے کیلئے نیا پول بھی ہونا چاہئے، جس کے گرد بچوں اگانے کا بندوبست ہو ڈاگ ڈا نے مسکراتے ہوئے تجویز کیا۔ لیکن تم تو شہربادل کرانے کا سوچ رہی تھیں پیانے کہا، ”ہاں“ میں شہربادلہ کراؤں گی، تمہاری طرح مرتبے دم تو یہیں رہنے کا میرا کوئی ارادہ نہیں۔

وہ تعلیم اور مدرس کے بارے میں باتیں کرتے رہے، خاص طور پر اساتذہ کی تربیت کے متعلق سرکاری پالیسی زیر بحث رہی۔ تعلیم کے کیا مقاصد ہونے چاہئیں، شہریوں کے کردار کی تعمیر کے ضمن میں تعلیم سے کیا کام لینا چاہئے، اس کا زیادہ تر اخصار اساتذہ کے علم، ان کی قابلیت اور مدرس کے طریقوں اور سب سے بڑھ کر اساتذہ کے بچے عزم اور جذبے پر ہے۔

پیا کو اپنے غیر ملکی استاد کی وہ سب باتیں یاد تھیں جو اس نے درس و مدرس کے اصولوں اور طریقوں کے بارے میں بتائی تھیں۔

اصولوں کی حقیقت آلات کی ہے، جو حصول مقاصد کیلئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ تعلیم کے نتائج مرتب کرنا استاد کی ذمہ داری ہے۔

تعلیم اور مدرس کے دو اہم پہلو ہیں، اولًا یہ کہ استاد پڑھاتا ہے یا نہیں، اگر وہ نہیں پڑھاتا

تو اس کی حیثیت ایک ستون کی ہے، جو ایک جگہ قائم رہتا ہے، اگر وہ پڑھاتا ہے تو پوچھنا چاہئے کہ وہ کیا پڑھاتا ہے، کیا وہ صرف بتا کر لکھ بیاد کر کے سمجھ لیتا ہے کہ اس نے اپنا فرض ادا کر دیا وہ عملی طور پر پڑھاتا ہے۔ طلباء کی قوت خیال کو بیدار کرتا ہے اور حرکت میں لاتا ہے، کیا وہ پڑھانے کو زیادہ سے زیادہ دلچسپ بناتا ہے، کیا وہ کتابیں پڑھاتا ہے یا لوگوں کو پڑھاتا ہے۔

پیانے وضاحت طلب کی تو پروفیسر نے کہا کہ لوگوں کو پڑھانے کیلئے مفید اور نافع ہے، ان کے علم میں اضافے کا موجب ہے، ان کی تابیلت پڑھاتا ہے اور ان کے اور دوسروں کیلئے یکساں طور پر مفید ہے۔ کتابیں پڑھانے کا مطلب، جو کچھ کتابوں میں ہے وہ پڑھادیا جائے، علم کو عمل میں ڈھانے کی تدبیر نہ کی جائے، پیا کو اچھی طرح یاد تھا کہ پروفیسر نے کہا تھا کہ جب ہم نے پڑھانا شروع کیا تو ہم کتابیں نہیں پڑھاتے تھے، لوگوں کو پڑھاتے تھے۔

پیانے دو ہمینوں میں طلباء کے علم اور صلاحیت میں اضافے کیلئے ہر ہمکن کوشش کی اور انہیں کہا کہ وہ اپنے تجربے سے سیکھیں، پیا کی رہنمائی میں انہوں نے درخت لگانے سیکھ لئے، گزھا کھو دنا، مٹی تیار کرنا، صحیح پودوں کا انتخاب کرنا، اس سلسلے کی کڑی تھا، بنچے پودوں کی دیکھ بھال کرنے لگے تھے ہیڈ ماسٹر ڈائگ ڈاکے پڑھانے کا اپنا طریقہ تھا، وہی جو ملک کے استادوں کی اکثریت نے اختیار کر رکھا تھا، وہ طلباء پر زور دیتے کہ انہیں جو کچھ پڑھایا جائے اسے اپنی کاپی میں درج کر لیا کریں اور اسے دہراتے رہا کریں تاکہ جب امتحان ہو تو صحیح جواب آسانی سے دے سکیں۔

دو پہر کا کھانا تینوں استادوں نے پیا کے کمرے میں کھایا، وہ سبزیوں پر مشتمل تھا اور خاصا لذیذ تھا، کھانے کے بعد ڈائگ ڈاکے اپنی جماعت کو فیاضی کے موضوع پر پیچھر دیا۔ طلباء کیلئے یہ پیچھر سمجھنا مشکل تھا، وہ فیاضی، فراغ دلی اور خوش طبی کی اصلاحات سمجھنے سے قاصر تھے۔

استانی پتارہی تھی کہ ہمیں وسیع النظر ہونا چاہئے، دوسروں سے اچھا برتاؤ کرنا چاہئے، ہمیں لائچ نہیں کرنا چاہئے اور صرف اپنے ہی فائدے کا نہیں سوچنا چاہئے، جوئی اور فیاض نہیں ہوتا اس کے دوست بھی نہیں ہوتے، اس کے بعد اس نے فیاضی کی تعریف بورڈ پر لکھی اور طلباء سے کہا کہ وہ اوپنجی آواز میں اسے پڑھیں اور یاد کریں، اپنی کاپیوں میں لکھ لیں اور باقیں کرنا بند کر دیں۔ وہ اساتذہ کے تربیتی کورس کے مطابق پڑھارہی تھی، اسی دوران ایک لڑکا پکارا "مس"

ایک لڑکے نے میری پسل توڑ دی ہے، استانی نے وہ پسل ہیڈ ماسٹر کو یہ کہتے ہوئے دے دی کہ آپ اسے بنا دیں۔

ہیڈ ماسٹر نے کہا کہ اس کے پاس پسل تراش نہیں، جو تھا بالکل کند اور بے فائدہ تھا، میں نے پھینک دیئے۔ نیا پسل تراش کب مل گا، کچھ نہیں کہہ سکتا، رہی پسلیں تو آج کل نہایت نکمی مل رہی ہیں، کسی کام کی نہیں، ان کا سکھ فرواؤٹ جاتا ہے۔ ہیڈ ماسٹر سے جس طرح بن پڑا اس نے پسل تراش دی، جسے لیکر ڈاگ ڈا جب جماعت میں آئی تو ہر لڑکا مطالبہ کر رہا تھا کہ اس کی پسل بھی تراش دیجئے۔ استانی کو یہ صورتحال ناگوارگی لیکن وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی، غصے کا اظہار کرتی تو فیاضی اور فراخ دلی کے بارے میں اس کی باتوں کی نظری ہو جاتی۔

اس نے طباء سے کہا کہ وہ اپنا کام کرچے ہوں تو باہر جا کر کھیلیں، وہ اس بات کے منتظر تھے وہ چلاتے، شور چاتے باہر بھاگ گئے، کچھ لڑکے پیا کا کنوں دیکھنے لگے، جو ایک روز پہلے بارش کے باعث تباہ ہو گیا تھا، کچھ لڑکے درختوں پر چڑھنے لگے خدشہ تھا کہ کہیں گرنہ پڑیں اور ہاتھ پاؤں کی ہڈی نہ تڑوا بیٹھیں۔

پیا نے بلند آواز سے کہا ”لڑکو کیا کر رہے ہو، درختوں سے فوراً نیچے اتر آؤ اور زمین کو صاف اور ہموار کرنے میں اس کا ہاتھ بناو، پیا نے سوچا کہ ڈاگ ڈا کو اپنے شاگردوں کا ذرہ برابر بھی دھیان نہیں رہتا۔

ہیڈ ماسٹر کتاب سے ہی پڑھاتا، صح پر انگری کے طباء کو ریاضی اور سہ پھر خوش خطی سکھائی جاتی اور بس، عام طور پر بچوں کو بلند آواز سے پڑھنے کی تاکید کی جاتی، اس ضمن میں کسی بچے کو دوسروں کی رہنمائی کرنے پر لگا دیا جاتا۔

پیا کا طریقہ مختلف تھا، وہ پڑھنی جماعت کے طباء کو ایک ایک میٹر گھرے گزھے کھونے پر لگاتا، بعد میں دوسری جماعتوں کے طباء کو بھی اس مہم میں شریک کر لیتا، جب سب تمک جاتے تو انہیں ذرا دیر استانے کی اجازت دے دیتا۔

پیا کا کہنا تھا کہ اس طرح بچوں میں مل جل کر کام کرنے، ایک دوسرے کا ہاتھ بٹانے اور ایک دوسرے کے کام آنے کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔ وہ لڑنا بھڑنا بھول جاتے ہیں اور یہ ان کی اخلاقی تربیت ہو جاتی ہے۔ یہ طریقہ، وعظ نصیحت کرنے سے زیادہ بہتر اور موثر ہے۔

ہم درخت لگانے کیلئے گڑھے کھوتے ہیں، ان میں پتے اور گھاس پھونس ڈالتے ہیں، پھر درخت لگاتے ہیں، اس طرح وہ آسانی سے جو کچھ لیتے ہیں اور اچھی طرح پہنچتے گلتے ہیں، جس طرح آدمیوں کو خواراک چاہئے ہوتی ہے درختوں کو بھی خواراک کی ضرورت ہوتی ہے۔ چوں کی کھاد انہیں خواراک دینے کیلئے ہی بنائی جاتی ہے۔ ہمارے گاؤں کی مٹی ریتی ہے، اس میں پودوں کی افزائش کرنے کی صلاحیت نہیں، اس لئے درخت لگانے سے پہلے زمین تیار کرنا ضروری ہوتا ہے۔

.....☆☆☆.....

## باب 10

مکان بہت پرانا ہے، بہت سنتے سے سامان سے بنایا گیا تھا، دیواروں میں بانس لگائے گئے، جھپٹ پر گھاس ڈال دی گئی، یہ عارضی رہائش کیلئے بنایا گیا تھا یا پھر کسی بہت ہی غریب نے اپنے لئے تعمیر کیا تھا۔ پیاناے ایک عورت سے پوچھا یہ گھر کس کا ہے؟ یہ مائی خام کا ہے سنائے، وہ بیمار ہے، میں اسے دیکھنے آیا ہوں۔ عورت نے گھر کی طرف منہ کر کے زور سے آواز دی ”کوئی آپ سے ملنے آیا ہے، پیاناے اس کا شکر یہ ادا کیا اور مکان میں داخل ہو گیا، سامنے وہ خوبصورت لڑکی نایورم کھڑی تھی، اس نے ایک روز پیا کو پانی بھر کر دیا تھا، نایورم نے پیا کا خیر مقدم کیا، اس نے پیا کے بیٹھنے کیلئے زمین پر چٹائی بچھادی، گھر کی دوسروی جانب ایک ضعیف شخص بیٹھا تھا، لڑکی نے اسے بلایا اور کہا کہ گاؤں کے سکول کے نئے استاد آئے ہیں، پیاناے بوجھے کو سلام کیا، لڑکی نے بتایا کہ بزرگ ڈاکٹر ہیں اور اس کی ماں کے علاج کیلئے آیا کرتے ہیں۔ بستر پر ایک عورت لیٹی ہوئی تھی، اس کی عمر 40 برس کے لگ بھگ تھی، وہ خاصی کمزور دکھائی دیتی تھی، اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا، اس کے ایک طرف پیتل کی بڑی سی طشتہ میں موم بنتی چھوٹے چھوٹے برتن اور پھول پڑے تھے، وہ نایورم اور سیاگ کی ماں تھی، پیاناے کھا مجھے پڑے چلا تھا کہ آپ بیمار ہیں، میں آپ کو دیکھنے چلا آیا۔ اسی آپ کو کیا تکلیف ہے؟ پیاناے پوچھا، بیمار خاتون نے کہا کہ یہ تو پہنچیں کہ کیا بیماری ہے لیکن ایک طویل عرصے سے اس طرح بیمار پڑی ہوں، ڈاکٹر نے ایک جزوی یوٹی کو پھر کی سل پر کھمل کرتے ہوئے کہا کہ اسے پانی میں ملا کر پینے سے شفا ہو جاتی ہے، اکثر بیماریاں اس سبب سے دور ہو گئی ہیں۔ بیمار نے کہا کہ آج درد زیادہ ہی ہوا، اس لئے میں نے بیٹھے سیاگ سے کہا کہ وہ آج سکول نہ جائے، گھر پر میرے پاس ہی رہے۔ پیا کو اس کے غیر حاضر ہونے سے ہی اس کی ماں کے بیمار پڑنے کا علم ہوا اور وہ

اسے دیکھنے چلا آیا۔ پیارا کو دلیسی حکمت پر یقین نہیں تھا لیکن ایک پڑھے لکھے استاد کو اپنی بیوی کا دلیسی علاج کرنے پر اسے حیرت ہوئی تھی۔

حکیم یا ڈاکٹر نے اپنے تھیلے میں سے ایک اور بولی نکالی اور اسے پینا شروع کر دیا اور کہنے لگا کہ کوئی مریض مجھ سے مایوس نہیں گیا، پیاری چاہے کتنی ہی پچیدہ ہوئیں پیار کا علاج کرنے میں کامیاب رہا۔ پیارا خاموشی سے سنا تھا، اس نے دخل دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اس دوران سیاگنگ پانی لیکر گھر میں داخل ہوا، اپنے استاد کو دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا، مائی خام بولی ”سیاگنگ بیٹھ آؤ اپنے استاد کی تنظیم کرو سیاگنگ نے استاد کو سلام کیا اور کہا کہ کیا میں آپ کے گھر سو سکتا ہوں؟ رات کو مچھلی پکڑنے کیلئے جو کانے لگاؤں گا، انہیں رات میں آسانی سے دیکھ سکوں گا۔ ماں اور بہن دونوں ہی کو سیاگنگ کی یہ بات اچھی نہ لگی، پیارے کہا کہ میں اپنے شاگردوں سے کام کرتا رہتا ہوں، وہ اب میرے دوست ہیں، ان کی موجودگی میں مجھے تھائی کا احساس نہیں ہوتا لیکن سیاگنگ کو اپنی پیار ماں کے پاس ہی رہنا چاہئے۔ شاید اسے کسی وقت اس کی ضرورت پڑ جائے۔ ماں نے کہا کہ بیٹھا تم اپنے استاد کے ساتھ جاؤ، مچھلیاں پکڑنے کیلئے کانے لگاتے وقت یہ بات دھیان میں رکھنا کہ کنارے کے ساتھ ہی رہنا ہے، دور نہیں جانا، کہیں ڈوب ہی نہ جانا، پیارے محسوس کیا کہ سیاگنگ کی ماں غذائی کمی کا شکار ہے، اگر اسے مناسب غذا ملنے لگے تو اس کی کمزوری دور ہو جائے اور وہ چلنے پھرنے لگے گی۔

مائی خام نے نرم لمحے میں کہنا شروع کیا، ہم تین افراد ہیں، پہلے ہمارے پاس زمین تھی، ہمیں چاول خریدنے کی ضرورت نہیں تھی، بعد میں ہم نے یہ زمین کارن کریں کے پاس رہن رکھ دی، ہمارے پاس پیسے نہیں تھے کہ زمین کا رہن ختم کر سکتے۔ میں نے نایورم کو دوسرے لوگوں کے ہاں کام کرنے کیلئے بھیجنा شروع کر دیا، وہ فصل کی کتابی کے موقع پر کچھ چاول لے آتی، جس سے ہم اپنا پیٹ بھر لیتے، میں پیار پڑھنی ہوں، جسم درد سے بھر گیا ہے۔ غربی نے ہمارے ہاں ڈبرہ ڈال لیا ہے لیکن ہم نے ہمت نہیں ہاری، آپ میرے بیٹھے سیاگنگ کو پڑھا دیں اور اسے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل بنادیں۔

پیارے کہا غربی یا مشکل کے وقت میں ہمیں ایک دوسرے کا ساتھ دینا چاہئے۔ ایک

دوسرے کے کام آنا چاہئے۔ طیب نے پیا سے خاطب ہو کر کہا میں نے سا ہے کہ تم بہت باہمی اور حوصلہ مند ہو، تم لاکوں سے درخت لگانے کیلئے گزھ ہے کھدا تے ہو، کچھ لوگ شکایت کرتے ہیں کہ تم ان کے بچوں سے کام لیتے ہو، تمہیں انہیں قائل کرنا چاہئے کہ تمہارا ارادہ نیک ہے، تم بچوں کی تربیت کر رہے ہو کہ وہ ملکر کام کرنا سیکھ جائیں۔ طیب نے مریضہ سے کہا کہ وہ گھبراۓ نہیں، ایک دو روز میں بھلی چنگی ہو جائے گی۔

پیا نے رخصت چاہئی سیاگ کو اپنے ساتھ سائکل پر بٹھایا اور گھر کا راستہ لیا، ہیڈ ماشر کے گھر کے قریب سے گزرتے ہوئے اس نے ڈاگ ڈاکو برآمدے میں بیٹھے دیکھا، وہ ایک کتاب پڑھ رہی تھی، پیا تیزی سے نکل جانا چاہتا تھا، اس کی کوشش تھی کہ ہیڈ ماشر یا ڈاگ ڈا اسے دیکھنے سکے لیکن ڈاگ ڈا ان نے اسے دیکھ لیا۔

گھر پہنچ کر پیا نے چولہا گرم کیا اور چاول ابالنے کیلئے رکھ دیے۔ سیاگ نے مجھلیاں پکڑنے کے کامنے ایک طرف رکھے اور زمین کھود کر کچھے نکالنے شروع کر دیے۔ کچھے کانٹوں پر لگاتے ہی مجھلیاں انہیں کھانے کیلئے لپکتی ہیں اور کچھ جاتی ہیں۔ سیاگ نے کامنے تیار کر کے انہیں پانی کے کنارے رسیوں سے باندھنا شروع کر دیا۔ یہ کام مکمل ہوا تو وہ واپس آیا، ہاتھ منہ دھویا اور کھانے کیلئے تیار ہو کر بیٹھ گیا۔

پیا نے پوچھا تم نے کامنے کے کہاں باندھے ہیں، سکول کے پچھواڑے میں، سیاگ نے جواب دیا۔ کھانا کھانے کے بعد چل کر دیکھیں گے کہ کوئی مجھلی پھنسی ہے یا نہیں، پھنسی ہوتی تو اس کی جگہ نئی مجھلی پکڑنے کیلئے کچو الگا دیں گے۔ کھانا ختم ہوا تو سیاگ انھا، ہاتھ دھوئے، پانی پیا اور بولا آئیے دیکھیں کہ کوئی مجھلی پکڑی گئی ہے یا نہیں۔

کئی کانٹوں پر مجھلیاں لگ چکی تھیں، انہیں نکال کر ایک طرف رکھ دیا گیا اور ہر کامنے پر نیا کچو الگا دیا گیا۔

ایک باری میں 12 مجھلیاں پکڑی گئیں اور 8 چھوٹی، ایک بھی دفعہ اتنی مجھلیاں پکڑی جانا اچھا شکار تھا۔

سردی بڑھنے لگی تھی، پیا نے سیاگ کو اپنی جیزہ اور شرٹ دی اور کہا کہ یہ بڑی تو نہیں لیکن

تمہیں سردی سے بچائیں گی، اس لئے پہن لو۔  
پیا اور سیاگگ ایک پار پھر شکار دیکھنے گئے، اس پار تیس مچھلیاں کپڑی گئی تھیں، صبح تک  
مزید تیس مچھلیاں کپڑی گئیں، پیانے دس مچھلیاں اپنے لئے رکھ لیں اور باقی سیاگگ کو دیں کہ گمرا  
لے جائے اور پکا کر اپنی ماں کو کھلانے تاکہ وہ جلد صحت یاب ہو جائے۔

.....☆☆☆.....

MashalBooks.Org

## باب 11

ہیڈ ماسٹر نے اعلان کیا کہ سکول جمعہ کو بند ہوگا اور پیر کے روز کھلے گا۔ یہ سنتے ہی ڈائگ ڈا لینڈ اور میں یوبان روانہ ہو گئی پیا نے بنا ک جانے کا فیصلہ کیا لیکن اس سے پہلے امارت کیروں میں اپنے رشتہ داروں سے ملنے کو ضروری سمجھا۔

پیانا یورم اور سیاگ کو یہ کہنے کیلئے گیا کہ اس کے باہر جانے کی صورت میں اس کے جھونپڑے پر نگاہ رکھیں۔ اسے مائی خام کو دیکھنے کا بھی موقع مل گیا، اس کی طبیعت پہلے سے کافی بہتر تھی، اس کو بھوک لگنے کی تھی، وہاں سے نکلا اور ہیڈ ماسٹر کے گھر پہنچا، اسے یہ بتانا مقصود تھا کہ وہ بنا ک جانے سے پہلے اپنے رشتہ داروں کو ملنے جائے گا، وہ زیادہ دیر باہر نہیں رہے گا، دس دن میں واپس آجائے گا۔ ہیڈ ماسٹر نے کہا اس کی عدم موجودگی میں اس کے جھونپڑے کی دیکھ بھال کی جاتی رہے گی۔

اتوار کی صبح پیا نے پہلے شہر تک جانے کیلئے بس کپڑی، وہاں سے اپنے صوبے کا سفر اختیار کیا، شام کو وہ اپنے گاؤں پہنچا، خاندان کے لوگ اسے دیکھ کر خوش ہوئے، ہر کوئی پوچھ رہا تھا کہ وہ اب شادی کرے گا اور اپنا گھر بسائے گا، پیا کا ایک ہی جواب تھا کہ ابھی کچھ عرصہ انتظار کرنا پڑے گا۔

ایک بوڑھی عورت نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا کہ تم اب ہزاروں کمار ہے ہو گے، اس نے جواب دیا نہیں بڑی بی ایسی کوئی بات نہیں، بوڑھی اماں نے اصرار کیا کہ میں میں کیا کمیاتا ہے، پیا نے بتایا کہ اسے ایک ہزار روپے مہینہ ملتا ہے۔ بوڑھی نے کہا کہ کیا یہ کم ہیں، اتنے پیسے کہاں خرچ کرتے ہو گے۔

مجھے پانچ، چھ روپے دو میں اس سے پان اور ساریاں خرید لوں گی، پیا نے اسے دس

روپے دیئے، بڑھیا خوشی چل دی، یوں لگتا تھا کہ اسے دن نہیں ہزاروں روپے مل گئے ہیں۔  
تین روز بعد وہ بنکاک روانہ ہو گیا، وہاں وہ اس راہب خانے میں ٹھہرا جہاں اس نے  
دس برس گزارے تھے۔

یوبان کے ریستوران میں ملکہ تعلیم کا سربراہ اور اس کے چند ساتھی بیٹھے تھے۔ وہ سکول  
کیلئے جگہ دیکھنے جانے کا ذکر کر رہے تھے لیکن وہاں تو سکول بند ہے، ہم گئے بھی تو وہاں ہمیں  
خوش آمدید کہنے والا کوئی نہیں ہو گا۔ ممکن ہے ہیڈ ماسٹر وہیں ہو۔  
سکول کی تعمیر کا یام کسے کم اس کیلئے لکڑی کی فراہمی کاٹھیک سیا کو ملے گا، سیا کا سیکشن افسر  
سے پرانا تعلق تھا، لیکن دونوں ملکر لکڑی کا ناکرتے تھا۔ آہستہ آہستہ سیا نے ترقی کر لی، وہ ٹھیکہ  
لیتا، لاکھوں میں کھینچنے لگا تھا۔

اس نے سیکشن افسر کو یقین دلایا کہ وہ اس کے مفاد کا خیال رکھے گا۔  
ایکاچاری یہ سن کر ڈاگنگ ڈاچھیوں میں یوبان آئی ہوئی ہے وہاں پہنچا، وہ اس سے دوبارہ  
مل چکا تھا، دوبار دونوں نے اکٹھے بس میں سفر بھی کیا تھا، ایک بار اکٹھے بنیا بھی دیکھے گئے، ایکا  
چاری نے ڈاگنگ ڈاکے مکان کے دروازے کے سامنے موڑ سائکل کھڑا کیا، ڈاگنگ ڈاگنے اسے  
دیکھا تو پکاری آ جائیے۔ اس نے بتایا کہ ہیڈ ماسٹر نے بتایا تھا کہ تم چھٹی پر گھر آتی ہو۔  
ہیڈ ماسٹر تمہیں کہاں ملا تھا، آج صبح ہی ملاقات ہوئی تھی، پیا اور وہ دونوں اکٹھے تھے۔ پیا  
کا نام لیتے ہوئے اس کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔

تم اتنی جلدی یہاں کیسے پہنچ گئے؟ ڈاگنگ ڈاگنے پوچھا، ”میں نے نئی موڑ سائکل خریدا  
ہے، سڑک بھی پہلے سے بہتر ہے، اس لئے یہاں جلد پہنچ سکا ہوں۔“  
وہ تھوڑی دیر مختفدا پانی پیتے اور ایک دوسرے سے با تین کرتے رہے۔ ایکاچاری نے یک  
دم رک کر کہا ڈاگنگ ڈاگنے میں تمہیں دوپہر کے کھانے پر لے جانے کیلئے آیا ہوں، تم کہاں جانا پسند  
کرو گی۔

یہ تم پر ہے، جہاں بھی لے چلو، مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ نوجوان خاتون نے اپنا لباس بدلا  
گالوں پر پاؤ ڈر لگایا، ملازموں اور چھوٹے بہن بھائیوں سے کہا کہ وہ باہر جا رہی ہے اور گھر کا  
خیال رکھیں، اس کے بعد وہ ایکاچاری کے ساتھ موڑ سائکل پر پہنچ گئی، کہاں چلیں، اس نے اپنی

پسند کی جگہ کا نام لیا۔

وہ بچپن سے ہی اپنی بات منوانے کی عادی تھی۔ کالج کے دنوں میں اس کے کئی بوابے فریبڑ تھے، ایک لڑکے نے تو اس سے اظہار محبت بھی کر دیا لیکن وہ سرد اور خاموش رہی، ایکاچاپی اس کے بارے میں کیا سوچتا تھا لیکن وہ اس سے لائق تھی۔

تم کب تک اپنا تبادلہ شہر کرا سکوگی، ایکاچاپی نے پوچھا، چاہے کچھ بھی ہو میں اس دیپی سکول میں تادری نہیں رہ سکتی۔

پیارناک سے واپس آ گیا، اور گٹار لایا، وہ ہی گٹار لانا چاہتا تھا جس پر اس نے اسے بجانا سکھا لیکن اس کے ایک چچا زادے نے کہا کہ پرانی گٹار مجھے دے دو، خود تینی خرید لے پیامان گیا۔ پیارا صرف اس روز باہر رہا تھا، واپس آیا تو ہر شے دیکھی کی دیکھی تھی، کچھ نہیں بدلا تھا، ہر روز بارش ہوتی رہی۔ سیاگنگ مچھلیاں پکڑتا رہا، اس کی بہن مچھلیاں نیچتی اور گھر کا کام کرتی رہی، بیمار ماں اچھی ہو گئی تھی، اپنے طور پر اٹھ کر بیٹھنے لگی۔ پیار نے بھی مچھلیاں پکڑنا سیکھ لیں، وہ کافی سے مچھلیاں پکڑتا، دیہاتیوں سے اس نے دوسرے طریقے سیکھ لئے۔

فصل کی بوائی کے موقع پر گاؤں پر خاموشی چھا جاتی، کئی کسان اپنے مال مویشی کھیتوں میں لے جاتے، دن رات وہیں گزارتے، فصل کی بوائی کے بعد ہی گھروں کو واپس لوئتے، لڑکے جاتے اور بہت بوڑھے ہی گھروں کی حفاظت کیلئے پیچھے رہ جاتے۔

پیاسا نیکل پر گاؤں کی طرف گیا، اسے خیال تھا کہ کوئی نہ کوئی مل جائے گا لیکن وہاں تو سننا تھا، گاؤں میں اس کا کوئی شناسانہ ملا۔ وہ ماں خام کا حال احوال پوچھنے چلا گیا، وہ اکیلی گھر پتھری، اس کی لڑکی ناپورم کھیتوں میں کام کرنے لگی ہوئی تھی سیاگنگ پانی لینے لکھا ہوا تھا۔

اماں، کیسی ہو، میں تمہارے لئے دوائی لایا ہوں، اس سے تمہیں بھوک لگنے لگے گی، وہ ماں خام سے ادھر ادھر کی پاتیں کرتا رہا، اسی دوران سیاگنگ پانی لیکر واپس گھر آ گیا۔ پیار نے اس سے پوچھا کہ کل وہ مچھلیاں پکڑنے آئے گا، سیاگنگ نے ہاں میں جواب دیا۔

صح ہوئی تو پیاسکوں کے پاس کے کھیت دیکھنے لگا، عورتیں اور مرد چاول کی چنیری لگا رہے تھے، لڑکے مینڈک پکڑنے میں مصروف تھے۔ بوائی ختم ہوئی تو کسان اپنی بھیتوں کو اونچی جگہ پر لے گئے، بھی ان کی چاگا تھی، کبھی کبھی کوئی بھیتوں رسہ تڑا کر کھیتوں میں آ جاتی اور

چاول کے نو خیز پودے چنے لگتی۔ ایک عورت نے نایورم سے کہا کہ جاؤ، استاد کو پیپری لگانا سکھاؤ، نایورم نے سراخایا اور پیا کو دیکھ کر مسکراتی اور کہا کہ کیا تم پیپری لگاؤ گئے نہ ہی لگاؤ تو اچھا ہے ورنہ تم کچھ سے لٹ پت ہو جاؤ گے۔ پیانے اپنے جوتے اتارے اور خود کھیت میں اتر آیا، اس نے پیپری کا ایک گچھا ہاتھ میں پکڑ لیا تھا اور پھر ایک ایک پودا الگ الگ لگانے لگا تھا، بھی شوق سے دیکھنے لگے کہ نوجوان استاد کس طرح پیپری لگاتا ہے۔

”میں بچپن میں یہ کام کرتا رہا ہوں، اب بھی کر سکتا ہوں“، وہ ہر پودے کے درمیان فاصلہ رکھتے ہوئے انہیں قطار میں لگانے لگا، دو پھر ہوئی تو سب نے پیا سے کہا کہ وہ اب ان کے ساتھ ہی کھانا کھائے گا، چلنے بہت ہو چکا، منہ ہاتھ دھوئے اور کچھ کھاپی بیٹھے، اس روز دو پھر کے کھانے میں دو چیزیں تھیں، دونوں لذیز اور قوت بخش، ایک میں کھمبیاں تھیں، دوسرا میں چھلکی، سبزیاں اور مصائب تھے۔ اس میں لمبیات تھے لیکن عام کسان اس سے نادافع تھے۔ وہ صرف اتنا جانتے تھے کہ جو کچھ پکایا جائے صاف ہو اس میں کسی قسم کی آلودگی نہ ہو وہ سب پٹھائی پردازے میں بیٹھے گئے۔ پیا کو سخت بھوک لگ رہی تھی، شاید اس لئے اسے خوراک مزیدار گی۔ نایورم نے سب سے پہلے کھانا ختم کیا، ایک خاتون بولی نایورم کا جی شاید اس لئے بھر گیا ہے کہ پیا پیپری لگانے آیا ہے، پیا بولا میرا دل بھی بھرا ہوا ہے۔  
نایورم کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

اس شام نوجوان استاد بینھا اپنے پودوں کے بارے میں سوچتا رہا، اس نے مرچیں، اور ک اور کئی سبزیاں اگائی تھیں، کھانے کے بعد اس نے گٹار نکالی اور اس پر ایک نئی دھن بجانی شروع کی، پھر اس نے دھن پر ایک مقامی راگ الالا پا۔ سیاگ اس شام نہیں آیا۔ پیا جیران تھا کہ وہ مچھلیاں پکڑنے کیلئے کانٹے لگانے کیوں نہیں آیا، کہیں اس کا مچھلیاں پکڑنے سے بھی تو نہیں بھر گیا۔  
بارش ہونے لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نے موسلادھار شکل اختیار کر لیا۔ پیا لیٹ گیا اور بارش کی آواز سننے سنتے گہری نیند سو گیا۔



## باب 12

مائی خیام کی طبیعت بظاہر سنبھل گئی تھی لیکن وہ صحت یا ب نہیں ہوئی تھی۔ ایک روز جب سمجھی لوگ کھیتوں میں کام کرنے میں مصروف تھے سیا نگ ہائپا ہوا پیا کے جھونپڑے میں آیا اور کہنے لگا جناب آئیے دیکھتے میری ماں سخت تکلیف میں ہے۔

پیا نے پریشان ہو کر پوچھا، انہیں کیا تکلیف ہے، انہیں درد ہو رہا ہے اور وہ آپ کو بلا رہی ہے۔ پیا نے ساتھیکل نکالا اور سیا نگ کو ساتھ بٹھا کر تیزی سے اس کے گھر پہنچا۔ مائی خیام درد سے کراہ رہی تھی اور بوڑھی اسے دلا سدے رہی تھی۔ پیا نے مائی خیام سے پوچھا اماں کہاں درد ہو رہا ہے۔ بڑھیا نے سیا نگ سے کہا کہ دوڑ کر جائے تھا کام کو بلا لائے، پہلے اسے گھر میں دیکھئے وہاں نہ ملے تو کھیتوں میں جا کر دیکھئے وہاں ضرور مل جائے گا۔ بڑھیا، مائی خیام کی نائیں دبانے لگی، اس کا درد بڑھتا ہی جا رہا تھا، سیا نگ چھتری یا کوئی دوسرا چیز لئے بغیر بارش میں باہر نکل گیا، تھا کام کو گاؤں والے سیانا مانتے تھے اور عام پیاریوں میں اس سے علاج کرتے تھے۔ سیا نگ اور بوڑھا سینا بارش میں بھیگتے آگئے۔ بڑھیا نے اس سے کہا آؤ دیکھو مائی خیام کو سخت درد ہو رہا ہے۔ طبیب اس کے پاس بیٹھ گیا اور پوچھنے لگا، کہاں درد ہو رہا ہے۔ مائی خیام نے اپنے گھٹنے کی طرف اشارہ کیا۔ طبیب نے کچھ دوائیں ایک کثورے میں ڈالیں اور سیا نگ سے کہا جاؤ اس میں پانی بھر لاؤ، اس نے کثورا ہاتھ میں لیا، اسے تین مرتبہ اپنے سر سے اوپجا اٹھایا، ساتھ ہی وہ کچھ زیر لب پڑھتا رہا، پھر اس نے تھوڑا سا پانی اپنے منہ میں لیا اور مریضہ کے گھٹنے پر پھوار کی صورت میں ڈالا۔ اس نے تین مرتبہ ایسا کیا اور کہا کہ درد کافور ہو جائے گا۔ یہ کوئی جادو تھا یا مائی خیام کا اعتقاد کہ درد واقعی کم ہو گیا۔ پیا یہ سب کچھ ہوتے دیکھتا رہا، وہ بھی کچھ کرنا چاہتا تھا لیکن کیا کرنا چاہتا تھا اسے سمجھنیں آ رہا تھا۔ مائی خیام کی حالت سنبھل گئی، درد

ختم ہو گیا تو پیا اپنے گھر چلا گیا۔

اس شام وہ گاؤں گیا، ہیڈ ماسٹر کے گھر گیا، اس نے ہیڈ ماسٹر سے پوچھا کہ دفتر کی طرف سے کوئی ہدایت موصول ہوئی ہے یا نہیں۔ ڈاگ ڈاکے بارے میں کوئی فیصلہ ہوا یا نہیں؟ ہیڈ ماسٹر کوئی قطعی جواب نہیں دے سکا۔ پیا وہاں سے نکلا اور مائی خیام کے گھر پہنچا، نایورم اور سیانگ کھانا کھا رہے تھے۔ پیا کو دیکھا تو اسے کہا آئیے کچھ کھا لیجئے۔ انہوں نے بتایا کہ مائی خیام نے پھر سے درد کی شکایت کی ہے۔ نایورم ابھی نہما کر پہنچی تھی، اس نے اجلے کپڑے پہن رکھے تھے وہ مطمئن تھی کہ پیا کے آنے سے پہلے ہی وہ بن سنور کے پہنچی ہوئی تھی۔ پیا نے پوچھا کیا پکایا ہے؟ نایورم نے بتایا کہ چاول اور بانس کے پتے پکائے ہیں۔ سیانگ مچھلی پکڑ کر نہیں لایا۔ بانس کے پتے باریک کاٹ کر پانی میں ابال لئے ہیں جب نرم ہو جائیں تو پانی نکال کر گرا دیا جاتا ہے اور پتوں میں مرچ مصالعے ڈال دیتے ہیں۔ چاول پکا کر اس میں ملانے جاتے ہیں اور یوں لذیذ کھانا تیار ہو جاتا ہے۔ بس اس میں ایک ہی کسر ہوتی ہے یہ کہ گوشت نہیں ہوتا۔

پیا کھانا کھا کر آیا تھا، اس نے اور کھانے سے مغدرت کر لی اور پہنچ کر نایورم اور سیانگ سے باتیں کرنے لگا۔ بارش ہونے والی تھی، وہ اب تکل جانے کی سوچنے لگا کہ مائی خیام نے درد کے مارے کر اہنا شروع کر دیا۔ اس مرتبہ درد وہ ایسیں گھنٹے میں ہو رہا تھا، وہ چینچنگی، ہمسائی نے سنا تو دوڑتی آئی، کئی اور لوگ بھی آگئے ان کا بھی مشورہ تھا کہ یوڑھے طبیب کو دوبارہ بلایا جائے۔ پیا نے یہ ذمہ داری اپنے سر لے لی، وہ سائیکل پر گاؤں کی طرف چل دیا اور پوچھتا پوچھتا طبیب کے گھر پہنچ گیا۔ اس نے طبیب سے بورھی مائی خیام کی پیاری کا ذکر کیا اور کہا کہ چل کر اس کا علاج کیجئے، طبیب نے کہا بارش ہو رہی ہے تم پہلے اندر آؤ، پیا نے کہا کہ نہیں میں ٹھہر نہیں سکتا۔ آپ موڑ سائیکل پر چلیں میں آپ کے پیچھے سائیکل پر آ جاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ بارش میں ہی چل دیا۔ اسے یقین تھا کہ طبیب ضرور آئے گا۔ اس کے بارے میں لوگوں کی رائے تھی وہ واجبی سی فیں لیکر ان کا علاج کیا کرتا تھا۔

پیا مائی خیام کے گھر پہنچا تو اس نے طبیب کو دیکھا اور وہ موجود پایا وہ اس سے پہلے ہی پہنچ گیا تھا۔ ”میں نے مریضہ کو ٹیکہ لگایا ہے اور وہ سوگی ہے“، طبیب نے بتایا۔

نایورم پیا کی بہت ممنون تھی کہ اتنی رات گئے بارش میں گاؤں جا کر وہ طبیب کو بلا لایا۔ پیا نے کہا کہ مائی خیام سوگئی ہیں، رات بہت ہو گئی ہے اب میں بھی چلتا ہوں۔ نایورم بولی پیا آپ کو بلا لائے۔ طبیب نے کہا کہ مجھے پتہ چلا کہ تمہاری ماں تکلیف میں ہے تو میں خود چلا آتا۔ میں تو روز آنے کو تیار ہوں، شرط یہ ہے کہ کسی کو اعتراض نہ ہو۔ کہیں پیا تو ناراض نہ ہو کہ طبیب روزہ ہی مائی خیام کو دیکھنے کے بھانے اس کے گھر آ جاتا ہے۔ نایورم تم ایک خوبصورت لڑکی ہو، ہر کوئی تمہیں چاہتا ہے۔ نایورم بولی پیا میرے لئے بڑے بھائی ہیں، میرا چھوٹا بھائی سیاگ انہی کے پاس سوتا ہے۔ طبیب نے الوداع کی اور اگلی صبح کو پھر آنے کا وعدہ کر کے رخصت ہوا، اب وہ ہر روز آنے لگا۔ وہ نایورم سے دریتک باقی کرتا رہتا۔ لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ وہ مریض کو دیکھنے نہیں آتا اس کی خوبصورت جوان لڑکی سے باقی کرنے آتا ہے۔

نایورم خوش تھی کہ اس کی ماں کی حالت سدھرنے لگی ہے۔ طبیب دل ہی دل میں خیال کرتا کہ نایورم کے ساتھ رہ کر وہ زندگی کا لطف اٹھا سکتا ہے۔ وہ کئی لڑکیوں سے ملا تھا لیکن نایورم میں اسے جو بات نظر آئی وہ کسی اور میں نہیں تھی۔

.....☆☆☆.....

### باب 13

ایک ماہ کی چھیوں کے بعد سکول دوبارہ کھل گیا۔ چھیوں میں لڑکوں نے فصل کی بوائی میں اپنے ماں باپ کا ہاتھ بٹایا تھا اور کئی استادوں نے خود اپنی فصل اگائی تھی۔ ڈاگنگ ڈاگاؤں واپس آگئی تھی، وہ موڑسائیکل لائی تھی، ایکاچائی نے اس کے لانے میں اس کی مدد کی تھی، اب وہ بھنوڑے کی طرح اس کے گرد منڈلانے لگا، وہ نہیں جانتا تھا کہ ڈاگنگ ڈاکے اعصاب پر سوار ہو گیا ہے۔

ڈاگنگ ڈا موڑسائیکل پر سکول آئی تو لڑکوں اور لڑکیوں نے اسے گھیر لیا۔ انہوں نے نہ تو پہلے موڑسائیکل اور نہ کسی عورت کو اسے چلاتے دیکھا تھا۔ وہ طرح کی بتیں کرتے رہے۔ ڈاگنگ ڈا نے ہمید ماسٹر سے پوچھا کہ نیا سکول کب بنے گا؟ بنا تو میں اپنا کمرہ سجاوں گی۔ پیا کے کمرے سے زیادہ خوبصورت پیانچ میں بولا، میرے ساتھ مقابلہ کیوں؟ اس نے کہ تمہیں اپنا کمرہ سجا کر رکھنے کی عادت ہے۔ آج بھی جب فرش کچا ہے تمہارا کمرہ سب سے زیادہ چمکتا دکھائی دیتا ہے۔ ڈاگنگ ڈا نے جواب دیا اس نے جماعت سوم اور چہارم کے کروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ انہیں پیا اور لڑکوں نے مل کر خوبصورتی سے سجا یا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ تم نے فون لطینہ کا مطالعہ کیا ہے۔ پیا نے کہا کہ بس میں بھی اتنا ہی کچھ جانتا ہوں جتنا ہر کوئی جانتا ہے۔ کمرے کو سجانا مقصود نہیں تھا، اصل بات شاگردوں کی تربیت کرنا تھی۔

ہمید ماسٹر درمیان میں بول پڑا ساتھرنا کا تبادلہ ہو گیا ہے اس کی جگہ نیا استاد آئے گا۔ یہ پتہ نہیں کہ وہ مرد ہو گا یا کوئی خاتون ہو گی۔ ڈاگنگ ڈا نے کہا کوئی خاتون ہوئی تو اچھا ہے، مجھے ساتھی مل جائے گا۔ پیا بولا، مرد ہو یا عورت اس سے فرق نہیں پڑتا، اصل بات یہ ہے کہ وہ نیک نیت ہو۔

نئے استاد کا تقرر اکتوبر میں ہوا، وہ پاپ موسیقار گروپ کا کوئی رکن لگتا تھا، بس صرف اس کے بال چھوٹے تھے، ورنہ چال ڈھال میں وہ الیلا دکھائی دیتا۔ اس کا نام فسٹ تھا اور دوسرے صوبے اور علاقے سے آیا تھا۔ استاد اس لئے بنا کر اس سے بہتر کچھ اور نہیں بن سکتا تھا، اس نے پہلی رات ہیڈ ماسٹر کے گھر گزاری، دوسرے روز ہیڈ ماسٹر سے کھیا کے گھر لے گیا، جہاں اسے الگ کرہا گیا۔ اس کے ساتھ ہی غسل خانہ بھی تھا۔ ہمیتھ انپکٹر نے استادوں اور اس درجے کے سرکاری ملازموں کی رہائش کیلئے ایسے ہی کمرے موزوں قرار دیے تھے۔ پیا جس طرح کے جھونپڑے میں رہ رہا تھا وہ اس معیار پر پورا نہیں اترتا تھا۔

فسٹ پہلے روز سکول گیا تو ڈکایت کی کہ سکول بہت فاصلے پر ہے۔ گاؤں سے یہاں تک پہنچنے میں دشواری ہوتی ہے، اس لئے موڑ سائکل لینا ہو گا لیکن جب تک نہیں لے سکتا ڈاگ ڈا کیا تم مجھے اپنے موڑ سائکل پر لے آیا کرو گی؟ ڈاگ ڈا کو اس کی اس بے تکلفی پر حیرت ہوئی، وہ اس کا ہم عمر تھا لیکن اسے آئے اور اس سے طے صرف ایک دن ہوا تھا۔ وہ بولی میں نے لڑکیوں کو مردوں کے ساتھ موڑ سائکل پر بیٹھے دیکھا ہے کسی مرد کو لڑکی کے ساتھ موڑ سائکل پر بیٹھے کبھی نہیں دیکھا، اگر تم اتنے ہی ست الوجود ہو تو پھر ہیڈ ماسٹر سے جا کر کہو کہ تمہیں سکول لانے لے جانے کا کوئی بندوبست کر دے۔

”نہیں میں تو محض مذاق کر رہا تھا، فسٹ نے کہا، ایک دو مینے گزر لینے تو تنخواہ ملے گی تو موڑ سائکل خرید لوں گا، پھر تم میرے ساتھ بیٹھے کر آیا کرنا۔“

ڈاگ ڈا بولی ”اگر تم مجھے کچھ دو بھی تو تمہارے ساتھ موڑ سائکل پر نہیں بیٹھوں گی“۔ پیا نے بات بگزتی دیکھی تو مداخلت کرتے ہوئے بولا محترمہ تم جو شیق یوبان سے لائی تھی میں نے بوئے تو بڑے خوبصورت پودے بن گئے، جن پر رنگ رنگ کے پھول بھی نکلنے لگے ہیں۔ کہاں تمہارے گھر یا فلیگ پوسٹ کے پاس، ڈاگ ڈا نے موضوع بدلتے دیکھ کر پوچھا ”میرے گھر کے سامنے فلیگ پوسٹ کے گرد پھول اگلے ہفتے کھلیں گے۔“

اگلی پیر کی صبح وہ پر چم کشاںی کیلئے جمع ہوئے تو پھول کھل گئے تھے، ان کا رنگ شوخ اور تازہ تھا۔ پودوں کے پتے گھرے بزرتھے۔ صبح کے سورج کی کرنوں میں وہ عجب بہار دے رہے تھے۔

استاد اور بچے انہیں دیکھ کر خوش تھے کہ ان کی محنت رنگ لائی تھی۔ پیانے سب سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ یہ ڈاگ ڈاکی محنت کا شتر ہے۔ یہ پودے اور پھول ان کی دلچسپی اور توجہ کے مظہر ہیں۔ ڈاگ ڈا نے کہا کہ میں تعریف کے قابل نہیں یہ سب کچھ پیا کا کیا ہوا ہے وہ کچھ نہ کچھ کر گزرنے کے جذبے سے سرشار رہتے ہیں۔ یہ پودے یہ پھول اس کا ثبوت ہیں۔ کچھ ہی دیر بعد فٹ موڑ سائیکل خرید لایا، اس کے بعد وہ ہفتہ اور اتوار کو شہر جانے لگا، اس کا حلقة احباب خاصاً وسیع تھا۔ وہ ہر ایک سے اس کی حیثیت اور مرتبے کی رعایت سے تعلق بناتا اور رکھتا تھا۔ ایکا چائی اس کے ہمراہ یوں میں شامل تھا، دونوں اکٹھے اٹھتے بیٹھتے اور آتے جاتے، ایکا چائی، ڈاگ ڈا سے ملنے آجاتا اور اسے پینک پر لے جاتا، ہیڈ ماسٹر، پیا اور فٹ اس کے مہماں ہوتے۔ سارا خرچ ایکا چائی خود کرتا، دوسرا کھانا پکانے میں مدد کر دیتے۔

اکتوبر کا وہ دن بے حد خوبصورت تھا، شمال مشرق سے ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ فصل پک گئی تھی اور چاول کے سے نکل آئے تھے۔ درختوں پر پرندے چھپاتے اور شکاری پرندے اپنے شکار پر جھصٹتے، اس روز کی پینک میں تعلیم کے شے کے سر برآ ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر اور ان کے نائب بھی مدعو تھے۔ ایکا چائی حسب معمول میز بان تھا۔ ایکا چائی نے یہ سب کچھ ڈاگ ڈا کو متاثر کرنے کیلئے کیا تھا، وہ اسے پتانا چاہتا تھا کہ وہ کتنا فیاض ہے اور اس کے دوستوں کا حلقة کتنا وسیع ہے۔ مدعوین میں شامل افسروں کا کہنا تھا کہ دعوت میں شمولیت سے زیادہ ان کی زیادہ دلچسپی اس بات سے تھی کہ نئے سکول کیلئے کون سی جگہ موزوں رہے گی، بہر حال دل ہی دل میں وہ خوش ہوئے کہ بغیر خرچ کئے وہ اتنی عمدہ دعوت میں آئے۔ فٹ کھانے پینے کا رسیا تھا، اس طرح کی دعوتوں سے وہ بہت لطف اندوز ہوتا۔ ڈاگ ڈا البتہ بیزار ہوئی، اسے ایکا چائی ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا۔ سیکشن افسر کی آواز تک اسے سننا گوارا نہیں تھی، پینک کی تیاری میں اسے سخت کوفت ہوئی، وہ کھانے پکاتی تھک جاتی، اس بار اس نے گاؤں کی تین عورتوں کو بلا لیا کہ وہ کھانا پکانے میں اس کی مدد کریں، جس شخص کو مجبوراً اس دعوت میں شرکت کرنا پڑتی وہ پیا تھا۔ دعوت کے مصارف کا چوتھا حصہ بھی اسے برداشت کرنا پڑتا۔ یہ بوجھ وہ بادل خواستہ اٹھاتا۔ بہر حال مشروبات کا خرچ ایکا چائی برداشت کرتا۔ اس بار محفل پیا کے جھونپڑے اور کارن کیرن کے گھر کے قریب ایک بڑے درخت کے سامنے میں جی نرم گھاس پر ایک چٹائی بچا دی گئی،

جس پر سب نے اپنی اپنی نشست سن بجا لی، گروہ پیش میں پھول کھلے ہوئے تھے، ہوا میں پھولوں کی بارے رچی ہوئی تھی، نادنوش شروع ہوئی، جام نکلنے کی رسم ادا کی گئی، فست بولا ڈاگ ڈا ساقی گری کرتی تو مزہ دوبالا ہو جاتا، لیکن میں بھی کروں تو کچھ زیادہ فرق نہیں پڑتا۔ ڈاگ ڈا ناراضی سے بولی، فست تم کیا کہہ رہے ہو؟ سوچ کر بات کرنا سمجھ لوا اس نے سنی ان سی ایک کردی اور شیپ ریکارڈر پر ایک تھائی دھن بجانے لگا، آج کھانے میں کیا پکا ہے، ڈسٹرکٹ ہیڈ نے پوچھا، جواب ملا، ایک پچھڑا ذبح کر کے پکایا ہے۔ یہاں پچھڑا ذبح کرنے کا الگ ہی طریقہ ہے۔ بانس کا نیزہ پچھڑے کے سینے میں گاڑ دیا جاتا ہے اور وہ گر کر مر جاتا ہے، اب اس کے پچھڑے کئے جاتے ہیں اور آپس میں بانٹ دیتے ہیں۔ یہ گوشت کچا ہی کھایا جاتا ہے۔ پچھڑوں کو ہلاک کرنے کے ایک ماہر سے ہڑے سے چھرے سے، اس کا سینہ اور پیٹ چاک کرنے کیلئے کھایا جاتا ہے۔

سیا گنگ اور دوسرا لڑکے پچھڑا کلتے اور دعوت ہوتے دیکھتے رہے، پیا نے انہیں دیکھا تو بلا یا کہ آؤ ایدھن اکٹھا کرنے میں مدد دو، سیا گنگ نے پیا سے کہا کہ ہیڈ ماسٹر نے ہم سے کہا تھا کہ کچا گوشت نہیں کھانا چاہئے، لیکن اب وہ سبھی کلیچ کچا ہی کھا رہے ہیں۔

پنک بخیہ و خوبی اپنے اختمام کو پہنچی، سب نے خوب پیٹ بھر کر کھایا تھا، ان میں سے بہت سوں پر نیند نے غلبہ پالیا تھا، وہ ہیں لیٹے اور سو گئے، جو جاتے رہے وہ تاش کھلینے لگے۔ عورتوں اور بچوں نے برتن اور طشترياں سیکھیں اور انہیں دھونے لگے۔ ڈاگ ڈا اور دوسرا لڑکیوں نے بچا کھا کھانا لیا اور گاؤں کی طرف روانہ ہو گئیں۔ فست نے نایورم کو گھر پہنچانے کا کہا، جسے اس نے مسترد کر دیا۔ فست نے ہار نہیں مانی اور اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے کہا، یہ میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے اس کے گاؤں کے سکول میں بھیجا گیا۔ ہم ایک دوسرے کے پڑوی ہیں، نایورم کی سیلی سومائی بولی، مکانوں کا قریب ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا، دلوں میں تو میلوں فالے ہیں۔ سومائی بڑی تیز طرار لڑکی تھی، منہ پھٹ بھی، جو منہ میں آتا بلہ جبکہ دیتی، اس نے فست کو وہ جبکیتی نہیں کہ اسے پسانتی اختیار کرنا پڑی، وہ اپنی اصل جگہ چلا گیا۔ ایکاچائی نے ڈاگ ڈا پر ڈورے ڈالنے کی کوشش کی، جسے اس نے نظر انداز کر دیا، وہ اس سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتی، وہ جنمیں ناپسند کرتی تھی اس سے اچھا برتاؤ کرنے کی قائل نہیں تھی۔ ایکاچائی کیلئے اس کی

ناپسندیدگی نفرت میں بدلنے لگی تھی، ایک شام اس نے ایکاچائی سے کہا کہ لگتا ہے تمہارے پاس کرنے کو کوئی کام نہیں، مبہی وجہ ہے کہ تم اکثر یہیں ذیرہ ڈالے رہتے ہو اس نے کہا مجھے انگریزی زبان پڑھانے کی ذمہ داری دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ کچھ تحقیق کر لیتا ہوں، بس اس کے بعد جو وقت بچتا ہے اس میں یہاں کا آنا جانا شامل ہے۔ ڈاگ ڈا اس لمحے پیا کے بارے میں سوچنے لگی، جس نے اس میں ایک بار بھی دلچسپی کا اظہار نہیں کیا تھا۔ ڈاگ ڈا نے پیا کو آتے دیکھا تو اسے کہا کہ ایک لمحے کیلئے رک جائیے، اس نے نوجوان استانی سے پوچھا کہ نئے سکول کے بارے میں کیا فیصلہ ہوا ہے، اس نے بتایا کہ تمہاری تجویز مان لی گئی ہے۔ سکول کیلئے سڑک کنارے کی زمین چن لی گئی ہے دو تین روز میں کام شروع ہو جائے گا۔ پیا نے سنا اور اپنی سائیکل پر سوار چل دیا۔

.....☆☆☆.....

## باب 14

نوجوان ڈاکٹر! اب ہر روز مائی خام کو دیکھنے اس کے گھر آنے لگا، اسے مائی خام سے زیادہ اس کی بڑی نایورم سے دلچسپی تھی، اسے پہلے پہل خیال گزرا کہ بڑی کا کسی اور مرد سے تعلق ہے لیکن جلد ہی کھلا کہ ایسا نہیں وہ خوبصورت، شاستر، سلیقہ مند تھی، اس کی ماں نے اسے بتایا کہ اس کا باپ تینوں کو چھوڑ کر چلا گیا تھا اور اس نے کسی اور عورت سے شادی کر لی تھی۔ ماں بیٹی اور بیٹی نے بڑی تنگی میں زندگی گزاری۔ نایورم پر اپنے باپ کی بدسلوکی کا بہت اثر ہوا وہ تمام مردوں سے نفرت کرنے لگی۔ وہ ایک ہی مرد کا احترام کرتی تھی اور اس سے محبت رکھتی تھی۔ وہ پیا تھا، جسے وہ بڑا بھائی سمجھتی تھی، اس نے پیا کو دیوتا کا درجہ دے رکھا تھا، نوجوان ڈاکٹر بہت اچھا انسان تھا، پیاروں کا علاج کرتا اور بہت کم معاف و سعید لیتا۔ غریبوں کو تو مفت دوادے دیا کرتا، اس کا باپ چاہتا تھا کہ وہ پیسے بچائے، شادی کرے اور گھر بسالے لیکن وہ کہتا کہ اسے ابھی طب پڑھنی ہے۔

مائی خام کی طبیعت سنبل گئی، ایک دن اس کے گھنٹے کے اوپر کے حصے سے ایک کیڑا اکل آیا، اس کا سرخودار ہوا تو نایورم نے اس جگہ کو چاروں طرف سے دبانا شروع کیا، پھر کیڑے کے سراپکڑ کر آہتہ آہتہ کھینچنا شروع کیا۔ حتیٰ کہ وہ پورے کا پورا انکل آیا۔ پیا نے کیڑا کاغذ کے ٹکڑے میں لپیٹ کر اپنی جیب میں رکھ لیا، وہ دوسرے روز سکول کے بچوں کو وہ کیڑا دکھانا چاہتا تھا، مائی خام کا درد جاتا رہا، وہ تدرست ہو گئی، کمزور ضرورتی لیکن کمزوری دور ہو سکتی تھی، اس کیلئے ڈاکٹر اور پیا نے اسے زیادہ سے زیادہ مچھلی اور مینڈک کھانے کیلئے کہا، جیسے جیسے مائی خام کی حالت بہتر ہوتی گئی ڈاکٹر اور نایورم کے تعلقات میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔

پیا نے وہ کیڑا بولن میں ڈالا اور سکول کے بچوں کو دکھانے لے گیا۔ یہ کیڑا اخراج کے

ذریعے انسانی جسم میں داخل ہوتا ہے اور معدے سے ہوتا ہوا جسم کے مختلف حصوں تک پہنچ جاتا ہے، جہاں گوشت بھرا ہوتا ہے، وہاں سے یہ اپنا سر باہر نکال لیتا ہے۔ یہ دماغ میں چلا جائے تو مریض مراجاتا ہے، یہ پیدا کس طرح ہوتا ہے؟ اس کا معروف ذریعہ خام مچھلی اور جھینگے ہیں، جو لوگ کبھی مچھلی یا جھینگے کھاتے ہیں اکثر اس کیڑے کے باعث جسمانی دکھ اٹھاتے ہیں۔ یہ کیڑا بالعموم جلد سے باہر نکلتا ہے، اسے مریض کی خوش بختی سمجھا جاتا ہے کہ اسے اس موزی کیڑے سے نجات مل گئی۔ پیارے بچوں سے کہا کہ اگر وہ اس کیڑے سے پچنا چاہتے ہیں تو انہیں کبھی مچھلی اور کچے جھینگے ہرگز نہیں کھانے چاہئیں۔

آپ میں سے کوئی یہ چیزیں کھاتا ہے، کسی نے جواب نہ دیا۔  
جماعت کے مائیڑ کھیونے بتایا کہ اس نے کئی لوگوں کو خام مچھلی اور جھینگے کھاتے دیکھا ہے، لیکن وہ بتائیں گے نہیں۔ میں نے خود خام جھینگے کھائے ہیں۔

بہر حال آئندہ نہ کھانا، لوگ الابلاکھا کر بیمار پڑتے اور مرتے رہتے ہیں۔  
سیاگ نے کہا کہ میری ماں کے پیار پڑنے کا بھی یہی سبب ہوگا، لیکن وہ اب صحت یاب ہو رہی ہیں۔

گاؤں کے لوگ کاشتکاری کرنے والوں سے زیادہ پڑھے لکھے استادوں کی زیادہ عزت کرتے اور انہیں کو اپنا داماد یا بہو بنانے کی خواہش رکھتے ہیں۔ اس اعتبار سے پیا ڈاگ ڈا فسٹ ان کے پسندیدہ تھے۔

ڈاگ ڈا تو چکلتا ستارہ تھی کسی نوجوان کیلئے، اس سے شادی کی خواہش کا اظہار کرنا بے حد مشکل تھا۔ ایکاچائی اور فسٹ دونوں ہی اپنے آپ کو ڈاگ ڈا سے شادی کرنے کیلئے موزوں سمجھتے تھے لیکن فسٹ کیلئے ایکاچائی پر بازی لے جانا آسان نہیں تھا، اس نے پنک کے روز بھی دیکھ لیا تھا کہ ایکاچائی کا پله بھاری ہے، اس لئے اس نے ڈاگ ڈا کا خیال ڈہن سے نکال دیا اور نالیورم کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا، اس میں ہر عمر کے مرد کیلئے بے پناہ جاذبیت تھی، لیکن وہ اس کی طرف توجہ نہیں کر رہی تھی۔ فسٹ نے گول چہرے والی ایک اور لڑکی خام کام سے بات چیت شروع کر دی، وہ اس کا دل موبہنے میں کامیاب رہا۔ خام کام چند ہی روز میں اس سے گھل مل گئی اور اس کے خیالوں میں مگن رہنے لگی، فسٹ نے اس سے اظہار محبت کرتے

ہوئے کہا کہ وہ اس سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ خام کام نے اس کی بات کو جگ مان لیا اور کہا کہ کیا وہ اسے بیاہ کر اپنے گھر لے جائے گا، اس نے کہا کہ ضرولے جاؤں گا، پہلے ہم ایک دوسرے کو اچھی طرح جان تو لیں، اس کے بعد ہی میں تمہیں اپنے ماں باپ سے ملانے لے چلوں گا۔ فی الحال ہم سینما دیکھنے چلتے ہیں، وہ پانچ بجے سینما دیکھ کر لٹک، فست نے اسے کہا کہ ہمارے لئے گاؤں جانا ممکن نہیں۔ خام کام ڈری اور بولی میں رات گھرنہ پہنچی تو میرا باپ مجھے قتل کر دے گا، تم گھبراو نہیں میں خود تمہارے باپ سے بات کر لوں گا، صبح گاؤں پہنچ کر پہلا کام یہی کروں گا کہ تمہارے باپ سے ملوں اور پھر اپنے ماں باپ سے کہوں کہ وہ تمہارا رشتہ مانگنے کیلئے تمہارے گھر آئیں۔ خام کام نے اس پر اعتبار کر لیا اور اس کے ساتھ نومزد ہوئیں میں ٹھہر نے پر تیار ہو گئی، وہ 18 سالہ کنواری تھی، اس سے پہلے اس نے کسی مرد کے ساتھ رات بُر نہیں کی تھی۔ واپسی فست نے اسے گاؤں جانے والی بس پر سوار کر دیا اور خود موڑ سائیکل پر روانہ ہوا، گاؤں کے لوگ صاف گو ہوتے ہیں۔ خام کام نے اپنے والدین کو صاف صاف بتا دیا کہ اس کے ساتھ کیا بیتی ہے، اس کا باپ ہیڈ ماسٹر سے ملا تھا، اسے سارا قصہ کہہ سنایا اور کہا کہ وہ یہ معاملہ طے کرادے۔

ہیڈ ماسٹر کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا، فست ناقابل اعتماد لپا لفگا تھا، اس نے بچاری لڑکی کو خراب کیا اور اب وہ اس سے پیچھا چھڑانے کا فیصلہ کرنے لگا، باپ فست یا اپنی جان لینے پر تسلی گیا، فست نے خام کام کی باتوں کو جھوٹ کہہ کر اپنا دامن چھڑانے کی کوشش کی، کارن کیرن کے بیٹے کا رث نے گواہی دی کہ اس نے کام کو فست کے ساتھ جاتے دیکھا تھا، اس نے اسے بس پر سوار کرایا، فست کیلئے اب کوئی راہ فرار نہیں تھی۔ اسے کہا گیا کہ وہ خام کام سے شادی کر لے یا پھر تادبی کا رواہی کیلئے تیار ہو جائے۔ یہ سارا معاملہ خام کے سامنے پیش کیا جائے گا، بڑی بحث و تھیس کے بعد طے پایا کہ فست جرمانہ ادا کر دے، اس کے پاس پیسے نہ ہوں تو ادھار لے لے۔

فست کو یہ شرط ماننا پڑی، لیکن اس کے طور طریقے نہ بد لے، وہ نوجوان لڑکیوں سے باتیں کرنے کے موقع ملاش کرتا رہتا، وہ کھیا لویا کے گھر ہی رہتا تھا، جو نایورم کے گھر کے پاس تھا، اس قرب کی بناء پر اس نے نایورم پر ڈورے ڈالنے شروع کر دیئے۔ وہ ڈری ہوئی تھی لیکن

نہیں جانتی تھی کہ اس سے کیسے بچ سکتی ہے۔ گاؤں کی ہر لڑکی فست سے ڈرتی تھی، زبان دراز سومائی تک اس سے خائف تھی۔ فست کو اس کی پروانہیں تھیں کہ لوگ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں وہ اپنے لئے خوشی کا متلاشی رہتا۔

فصل پک کر تیار ہوتی ہے تو گاؤں میں ہر طرف ملما نیت کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ چاول اور مچھلی کی بہتانات ہوتی ہے۔

لڑکیاں ریشم کے دھاگے کاٹتی ہیں یا کھٹدیوں پر کپڑا بنتی ہیں، سمجھی پیٹ بھر کر کھانا کھاتے ہیں اور باہمی دلچسپی کے مسئللوں پر بات چیت کرتے ہیں۔

مائی خام کی پیاری کا ذکر آیا تو نوجوان ڈاکٹر نے جو ابھی ابھی پہنچا تھا کہا کہ وہ اب تسترست ہو گئی ہے، اس خوشی میں کچھ تختے لایا ہوں۔ ایک بلاوز مائی خام کیلئے اور ایک نایورم کیلئے، نایورم کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ یہ تختہ قبول کرے یا نہیں، ایک بڑی خاتون نے اسے سہارا دیتے ہوئے کہا کہ لے لؤ نایورم نے جھجکتے ہوئے تختہ قبول کر لیا اور ڈاکٹر کا شکریہ ادا کرنے لگی، مائی خام نے آہستہ سے کہا کہ میں تو تمہیں علاج کا معاوضہ سمجھی ادا نہیں کر سکی اور تم نے یہ تختہ دینے شروع کر دیئے ہیں، تم سدا خوش رہو اور پھلو پھلو ڈاکٹر نے کہا کہ یہ سب کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ پیانے ساری رقم دینے کی پیش کش کی تھی لیکن میں نے نہیں لی، اس سے سمجھی نہیں، کسی سے بھی نہیں لوں گا۔

سکول کا وقت ختم ہوا تو فست حسب معمول اپنی قیام گاہ پر گیا، اس نے کپڑے بدئے نایورم سے علیک سلیک کی، وہ نیچے کام کر رہی تھی، وہ اس کے پاس بیٹھ گیا اور باتیں کرنے لگا، بعد میں انھا اور ہیڈ ماسٹر کے گھر ڈاگ ڈا سے ملنے چل دیا۔ ڈاگ ڈا ابھی سکول سے واپس نہیں آئی تھی، اس لئے اس نے سکول کا رخ کیا، جہاں اس نے ڈاگ ڈا اور پیا دونوں کو بچوں کی تربیت کرتے پایا، اس نے کہا کہ سکول سے جانے کا وقت ہو گیا ہے تم لوگ سمجھی میں میں ہوئے ہو۔ میں نے تو کبھی کسی استاد کو چار بجے کے بعد سکول میں کام کرتے نہیں دیکھا، کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ ڈاگ ڈا نے پیا کی پیروی کرنا شروع کر دی ہے؟

نہیں میں کسی کی پیروی نہیں کر رہی، لیکن بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے بوریت دور ہو جاتی ہے، اس لئے گھر میں پڑے رہنے کے بجائے بچوں میں رہنا چاہئے۔

پھر چلو، ذرا بہر گھوم پھر آتے ہیں، فست نے اپنی سی ہاگئی۔

اس نے کہا تم جانا چاہو تو جاؤ میں میمیں اچھی ہوں۔

بچوں سے کھیل چکے تو پیانے کہا کہ میرے جھونپڑے میں چلو، ذرا استالینا اور پانی پی لینا، دونوں کھیت میں سے ہوتے اس ٹیلے پر سے گزرے جہاں سکول تھا، شام کے سورج کے باعث سائے لمبے ہو گئے تھے، تھنڈی ہوا چل رہی تھی جس نے ان کا پسینہ خشک کر دیا تھا۔  
کیسا اچھا موسم ہے، ڈاگ ڈا بولی، تم بہت زیادہ کام کرتے ہو لیکن اس کے باوجود خوش باش رہتے ہو۔

لیکن تم بھی تو بہت زندہ دل اور متحرک ہو پیانے کہا، خوش رہنا سیکھو۔

پیا تم گھر کی دیکھ بھال کرنی بھی جانتے ہو، موسیقی سے بھی دلچسپی رکھتے ہو، اس نے پیا سے پانی کا گلاس لیتے ہوئے کہا۔

پیا خاموش رہا، اس نے گٹار اور فن اٹھایا، پھر گٹار بجانا شروع کی، اس نے وہ گیت بجا لیا جو وہ بچوں کو سکھایا کرتا ہے، اس کے بعد اس نے فن پر چند گیت سنائے۔

اندھیرا ہو رہا تھا، پیا نے ڈاگ ڈا سے کہا کہ اب تمہیں گاؤں جانا چاہئے، یہ نہ سمجھتا کہ میں تمہیں یہاں سے نکالنے کی قدر میں ہوں، لیکن اندھیرا ہو گیا ہے اس لئے تمہیں واپس گھر پہنچنا چاہئے۔ گھر میں تمہارا انتظار ہو رہا ہوگا، میں تمہیں کھانے کیلئے نہیں روکوں گا۔

ڈاگ ڈا نے شرارت بھری آواز میں کھا بتم مجھے کھانے کیلئے بھی نہیں کہہ رہے۔

پیا اسے موڑ سائیکل تک چھوڑنے گیا، راستے میں اس نے ایک سرخ پھول توڑا اور اسے پیش کیا، اس نے شکریہ ادا کیا اور موڑ سائیکل پر روانہ ہو گئی۔ وہ مذکر اسے دیکھنا چاہتی تھی لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔

.....☆☆☆.....

## باب 15

اکتوبر کے وسط تک بارشوں کا سلسلہ ختم ہو گیا اور زمین خشک ہونے لگی، لکڑی سے لدی لاریاں روز ہی سکول کے پاس سے گزرنے لگیں، کبھی کبھی بڑے ٹرک بھی گزرتے، سکول کی عمارت تعمیر ہونے لگی، پیا اور ڈائگ ڈا معماروں کو مناسب ہدایات دیتے، سیکشن ہیڈ یہاں سے تمیں بڑے درخت گرانے کے حق میں تھالیکن پیانے کہا کہ درخت رہنے چاہئیں۔ عمارت کو دس میٹر پر تعمیر کر لینا چاہئے۔ پیا کا کہنا ہے کہ اتنے بڑے درخت پھر کب لگیں گے، سکول کے بچے ان کے سامنے میں بیٹھتے اور کھلتے ہیں، انہیں نہیں کہا چاہئے۔ سیکشن افسر کا اصرار تھا کہ جو فیصلہ ہو چکا ہے، اس پر قائم رہنا چاہئے۔ درخت کثثے ہیں تو کاث دینے چاہئیں۔ پیا کا موقف یہ تھا کہ موصوف تو گاؤں میں بیٹھتے رہتے ہیں۔ درختوں کا سایہ استادوں اور بچوں کیلئے عافیت کا موجب ہے۔

پیانے اس سے اختلاف جاری رکھا، جس سے بد مرگی پیدا ہونے لگی۔ ڈائگ ڈا نے صورتحال کو خراب ہوتے دیکھا تو کہا کہ درختوں کو اس جگہ سے نہیں ہٹایا جا سکتا، بہتر یہی ہے کہ سکول کی عمارت ذرا پر تعمیر کر لی جائے۔ اس نے فسٹ سے جو لعلق تھا، پوچھا ”تمہاری کیا رائے ہے؟“۔ فسٹ جیسے چوک پڑا، میری کیا رائے ہونا ہے، ہمیں سیکشن ہیڈ سے نہیں بگاڑنی چاہئے، یہ کہتے ہوئے اس نے موڑ سائکل شارٹ کی اور چلنے کو تیار ہو گیا۔

پیانے حاجت سے کہا ”فسٹ یہ درخت نہیں کٹنے چاہئیں“ میں خود سیکشن ہیڈ سے بات کروں گا۔

ہیڈ ماسٹر نے کارن کیرن سے بات کی، سکول کی تعمیر کا ٹھیکہ اس کے پاس تھا، اس نے کہا پیا صحیح کہتا ہے، ہمیں سکول ذرا پر تعمیر کر لینا چاہئے۔

سکول کی بنیاد میں کھودی گئیں اور تعمیر کا آغاز ہو گیا، نقشے میں ستون تعمیر کرنے کی گنجائش رکھی گئی تھی لیکن ٹھیکیدار اور معمار اسے غیر ضروری سمجھتے تھے، اس طرح جو پیسے بیچتے وہ ٹھیکیدار کی جیب میں جاتے تھے۔ عمارتی سامان جمع ہو گیا تھا، جس کی تگہداشت کرنے والوں نے پیا کے جھونپڑے کے ساتھ ہی ایک کمرہ تعمیر کر لیا تھا، شام کو ان کی پیا کے ساتھ گپ شپ رہتی پیا انہیں کبھی کبھار کھانے پر بھی مددو کر لیتا۔

اس روز سیکشن ہیڈ تعمیر کا معائنہ کرنے آیا، اس کے ساتھ ایک دوسرے سکول کے استاد اور اس کا ایک بھتija اور چند دوسرے لوگ بھی تھے۔

سب نے مل کر کھانا پکایا، مچھلی، مچھڑے کا گوشت، لفڑ کے انٹے نے سبزیاں، پھل، سارا خرچ ٹھیکیدار کا تھا۔ ڈاگ ڈا اور فست بھی مددو تھے۔ ہیڈ ماشر چاہتا تھا کہ ڈاگ ڈا سیکشن ہیڈ کیلئے جام تیار کرنے کی خاطر دعوت میں موجود رہے، اسے یہ منظور نہیں تھا۔ وہ کہتی کہ کیا سیکشن ہیڈ کے ہاتھ نہیں، وہ اپنا جام خود بنالے۔ ہیڈ ماشر نے کہا کہ اپنے پچھا کا دھیان کرو اور اس کی خاطر یہ ناگوار کام کر دو وہ تھوڑی سی ہیصہ ہیں کے بعد تیار ہو گئی۔

پارٹی ختم ہوئی تو سبھی لوگ کارن کیرن کے ہاں چلے گئے، پیا اور ڈاگ ڈا نے معدرت کر لی، ان کا کہنا تھا کہ اب ان کا کوئی کام نہیں، اس نے انہیں گھر جانا چاہئے۔

یہ چودھویں کی رات تھی، بودھ خصوصی عبادت کرتے تھے، چھوٹے بڑے اور عورتیں، لڑکے بالے سب راہب خانوں کا رخ کر رہے تھے، جہاں میلے کا سامان تھا۔ ڈاکٹر سمبات، نایورم، نوجوان لڑکیاں مل کر میلے میں پہنچیں۔ وہ آپس میں کھسر پھسر کر رہی تھیں۔ سمبات کو لگ کر وہ پیا کے بارے میں بتیں کر رہی ہیں، اس نے نایورم کے بلاوز کی تعریف کی، یہ بلاوز خود اسی نے اسے تھے میں دیا تھا۔ بڑے راہب کے ہاں نوجوانوں کے درمیان بانس پر چڑھنے کا مقابلہ ہوا تھا، بانس کے اوپر کے سرے پر ٹوکریاں بندھی تھیں اور ان میں انعام کی چیزیں رکھی گئی تھیں، مقابلہ میں حصہ لینے والوں کو بانس پر چڑھ کر ان ٹوکریوں کو نیچے لانا تھا، لیکن کوئی بھی نہ لاسکا۔ راہبوں نے اشلوک پڑھنے ختم کئے اور مذہبی رسوم اختتام کو پہنچیں تو بدله گلہ شروع ہوا، پیا نے نایورم اور سمبات کو ایک چھوٹے سے گروپ میں دیکھا، اس نے انہیں بلند آواز سے تہذیت کے کلمات کہہ اور خود بڑی عمر کے لوگوں کے پاس جا بیٹھا۔

بجے کے قریب وہ گھر کیلئے روانہ ہوا، کارن کیرن کے گھر کے پاس سے گزرا تو اس میں روشنی ہو رہی تھی، اندر سے فسٹ کی آواز آرہی تھی، لگتا تھا کہ وہ بدست ہو چکا ہے۔ بہیڈ ماسٹر کے گھر آیا تو وہاں اندھیرا تھا، ڈانگ ڈا کے کمرے کی مت بھی بھی ہوتی تھی، شاید وہ سو گئی تھی۔

اسے افسوس ہوا کہ اس نے ڈانگ ڈا کو ساتھ چلنے کا نہیں کہا تھا، اس نے اسے جرأت کے فقدان سے تعبر کیا۔ کارن کیرن کا گھر آیا، اس میں روشنیوں سے چکا چند ہو رہی تھی، کارن بھی روشنیوں کی تقریب منارہ تھا۔

سکول کی عمارت کی تعمیر جاری تھی، اوپر کی منزل کا فرش پڑ چکا تھا، چھٹ پر فولادی چادریں بچھ چکی تھیں، سال کے ختم ہونے سے پہلے کام مکمل ہونے کا ہدف مقرر تھا۔ کام کی تیزی کا سبب کیا تھا؟ یہ اس نے جانے کی کوشش نہیں کی، بہر حال کوئی وجہ ضرور ہو گی۔

سرما بزریاں اگانے کا موسم ہوتا ہے۔ پیانے ہر قسم کی بزریاں بوئیں، اس نے کنوں جو بارش میں جتہا ہو گیا تھا پھر سے کھود کر تیار کر لیا تھا۔ اس بار اس نے کنویں کی دیواروں کو لکڑی کے پھٹوں سے سہارا دیا۔ یہ لکڑی اس نے سکول کی عمارت بنانے والوں سے لی۔ کنویں کے منہ کو اس سیمنٹ سے پختہ کر لیا۔ سکول کا اپنا کنوں بن چکا تھا، جسے عام لوگ پیا جی کا کنوں کہتے، پیانے اپنے بھونپڑے کے پاس کے قطعے میں پیاز، سلاڈ، دھنیا، پھلیاں اور پٹھا اگایا۔ سو کھڈے تربوزوں کیلئے بنائے، اس نے زمین بنانے کیلئے ہفتہ اور اتوار کا دن صرف کر دیا۔ نایورم سیاگنگ اور دوسرے بچوں کو وقت ملتا تو وہ پیا کی مدد کرنے آ جاتے۔ پیانے نایورم سے کہا کہ تمہارے آنے کی ضرورت نہیں، سیاگنگ کا آنا ہی کافی ہے۔ وہ میری مدد کر دیتا ہے۔ تمہارے آنے پر لوگ جو باتیں کرتے ہیں مجھے وہ پسند نہیں، بہتر ہی ہے کہ تم نہ آیا کرو۔ نایورم نے کہا کہ ماں نے کہا تھا کہ میں سیاگنگ کے ساتھ آپ کے پاس جاؤ۔ آپ نے ہمارے خاندان کی بڑی مدد کی، اس کا کچھ صلح تو آپ کو ملنا چاہئے، لیکن میرا آنا آپ کو ناگوار لگا ہے۔ پیانے کہا ہر گز نہیں، میں تو کہتا ہوں کہ تم ہر روز آؤ اور میری مدد کر دیا پانی لاو، کھانا پکاؤ، مگر لوگ نہیں چاہتے کہ تم آؤ، اب اگر وہ کوئی بات کریں تو انہیں کہہ دو کہ پیا مجھ سے اجرت پر کام کر اتا ہے۔ ہماری سانچھے داری ہو جائے گی، ہم جو کمائیں گے آپس میں آدھا آدھا بانٹ لیا کریں

گے۔ یہ کہہ دیا کروں گی اس نے پیا کی تشفی کر دی۔ پیانے کہا کہ میں نہیں چاہتا کہ لوگوں کی گپ شپ کی وجہ سے کسی قسم کی بد مرگی پیدا ہو۔

ڈائگ ڈانے نہا دھو کر نیالباس پہننا، اس کے بعد وہ کیا کرے اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، موسم اچھا تھا وہ گھر سے نکلی اور سکول جا پہنچی، والبیں ہونے لگی تو پیانے اسے دیکھ لیا اور کہنے لگا ڈائگ ڈا کہاں جا رہی ہو، تھوڑی دیر بہاں رک جاؤ، لیکن شاید اس نے سنانہیں، اس نے موڑ سائیکل تیز کیا اور یہ جادہ جا۔

ڈاکٹر سماںت مائی خام کے گھر آیا، اس نے نایورم کے بارے میں پوچھا، ماں نے بتایا کہ وہ پانی بھرنے لگی ہے، شاید پیا کی مدد کرنے میں بھی لگ گئی ہو، سماںت اس سے ملنے کیلئے بے تاب تھا، وہ چلنے کو تیار ہی ہوا تھا کہ نایورم پانی لیکر آگئی، آؤ اور پر آ جاؤ، اس نے سماںت سے کہا اور اسے بتایا کہ وہ پیا کے ہاں سبزیاں لگانے میں مدد دینے جاتی ہے۔ آؤ کھانا کھالیں۔

کل تو کھدر ہے تھے کہ ہمارے ساتھ کھاؤ گے۔

سیاگنگ کہاں ہے؟

پیانے اسے اپنے ہاں ٹھہرالیا ہے۔

سماںت کو یقین تھا کہ نایورم اس سے محبت کرتی ہے، وہ بھی اس سے محبت کرتا ہے۔ اماں پوئی کے مرنے کا ذکر آیا تو سماںت افسر دہ ہو گیا، وہ اس کا علاج کرتا رہا تھا، پیا کو بھی بڑھی اماں کے مرنے کی خبر ملی تو اس نے جنمازے میں شرکت کا سوچا، اسے انسوس ہوا کہ ایک معمر خاتون جو اس سے پیار کرتی تھی اب اس دنیا میں نہیں رہی۔

پیانے رات کا کھانا کھایا، سیاگنگ کو بست پر جانے اور سونے کیلئے کہا اور خود سائیکل لیکر نکل کھڑا ہوا۔ گاؤں پہنچا تو مرنے والی خاتون کے گھر لوگوں کا ہجوم دیکھا، مرنے والی کی میت تابوت میں دھری تھی، لوگ تابوت پر نکلیں جھنڈیاں لگانے میں مصروف تھے۔ یہ مہارت کا کام تھا، چند لوگ ہی تابوت بنانے اور اسے سجانے کے ماحر تھے۔ راہب تابوت کے گرد بیٹھے اشلوک پڑھ رہے تھے دوسرے لوگ بھی اس میں مصروف تھے۔

فٹ اس انداز سے بیٹھا ہوا تھا جیسے وہ قریب پیٹھی ہوئی عورتوں پر گرنے لگا ہے۔

نایورم اس کے ساتھ ہی پیٹھی تھی۔ سباث انہیں دیکھ رہا تھا، نایورم نے فست سے کہا ذرا پرے ہو کر بیٹھو فست نے عذر پیش کیا کہ اس کیلئے ملٹے کی گنجائش ہی نہیں۔ تاش کھیل جانے لگی فست بازی جیت گیا، کہنے لگا کہ یہ خوبصورت لڑکوں کے مس کا اعجاز ہے، وہ مجھے جتنا دبائیں گی میری قسمت جا گتی جائے گی۔ سباث غصے سے کھول گیا، وہ فست کو کہ مارنا چاہتا تھا لیکن بڑی مشکل سے اپنے آپ پر قابو رکھ سکا، کسی نے کہا کہ اگر آپ لوگ زیادہ پی گئے ہیں اور بیکنے لگے ہیں تو اپنے اپنے گھر جا کر آرام کریں۔ پیانا صورتحال بگرتے دیکھی تو اس نے فست سے کہا کہ آؤ میرے ساتھ گھر چلو، مگر اس نے انکار کر دیا۔ پیانا اپنے میزبانوں سے رخصت چاہی اور رخصت ہو گیا۔ ڈاگ ڈاکو ہید ما سٹر کے برآمدے میں بیٹھا دیکھ کر کہنے لگا، تم ابھی سوئی نہیں؟

بچا اور پچھی جنائزے میں گئے ہوئے ہیں، گھر کی دیکھ بھال میرے ذمے ہے، میں دو ہفتوں سے یوبان نہیں گئی، اس لئے تمہارے لئے کیک نہیں لاسکی، کچھ بچا ہوا گھر میں موجود ہے، چاہو تو لے آؤں۔ وہ انھی اور گھر میں جلی گئی اور پیٹھی کی طشتی میں کیک لے آئی۔

کیا یہ ہید ما سٹر کی بیگم نے بنایا ہے؟ پیانا پوچھا

”نہیں بازار سے آیا ہے“

”کیا تم اب بھی بیہاں سے تبادلہ کرنے کے چکر میں ہو؟“

”نہیں، اب اگر سینہ رہ جاؤں تو بھی فرق نہیں پڑتا۔“

”میرے خیال میں تم بچوں اور گاؤں کے رہنے والوں سے پیار کرنے لگی ہو۔

اتنے میں باہر شور اٹھا، آواز آئی ”کسی نے فست کا سر پھوڑ دیا ہے، پیا یہ سنتے ہی اس طرف بھاگا، جس طرف سے شور آ رہا تھا دو گروہوں میں جھگڑا ہو رہا تھا، وہ کیا کہہ رہے تھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا، فست کو سینہوں پر چڑھنے میں مددوی جاری تھی، اس کا چہرہ خون آ لودہ تھا۔ وہ پیٹھے ہوئے بھی تھا اور زخمی بھی ہو گیا تھا۔ پیا دوڑ کر اس کے پاس پہنچا اور اسے سینہوں میں چڑھنے میں مدد دینے لگا، اس نے فست سے پوچھا کیا ہوا تھا، کسی نے بتایا کہ وہ پیٹھا ب کرنے گیا تھا، کسی نے پیچھے سے اس کے سر پر چاقو سے وار کر دیا۔ ایسا کس نے کیا، کوئی نہیں مانتا۔ ہید ما سٹر پکارا کوئی دوالائے، پیانا اس کا سر کندھے پیٹھے بازو دیکھ کہیں کوئی زخم دکھائی نہ دیا،

اس نے کہا دوا کی ضرورت نہیں، یہ خون نہیں سرخ دوائی ہے، جسے خون سمجھ لیا گیا ہے۔ پیا زور سے ہنا اور فست سے مخاطب ہوا کہ آنکھیں کھلوم بھلے چلگے ہو، تمہیں زخم ہونے کا وہم ہو گیا ہے، کسی نے تمہارے ساتھ مذاق کیا ہے، تم ڈر رے تو سبھی ڈر گئے، سب لوگ مظوظ ہوئے اور اپنے اپنے حال میں مست ہو گئے۔

.....☆☆☆.....

## باب 16

سکول کی عمارت منصوبے کے مطابق تیزی سے بننے گی۔ اس کی تعمیر کی رفتار بھی ویسی ہی تیز تھی جس تیزی سے سکول کے کھیت میں سبزیاں پرداں چڑھ رہی تھیں۔ پیاسا کے تربوز بڑھ رہے تھے۔ استاد اور پچھلی بھی خوش تھے۔ ان کی خوشی کا ایک سبب یہ تھا کہ سکول کی عمارت مکمل ہونے کے قریب تھی۔ جس میں ان کی کلاسیں لگیں گی اور وہ سکون کے ساتھ پڑھ سکیں گے۔ پیاسا اور اس کے شاگرد اس پر بھی خوش تھے کہ انہوں نے جو سبزیاں بولئی تھیں اب پک کر تیار ہونے لگی ہیں ان کے اپنے کھیت بھی آباد ہیں اور ان کے ماں باپ کے بھی۔ پیانے لڑکوں کو سکول کے قریب کے کھیتوں میں سبزیاں بونے اور اگانے پر لگایا تھا۔ ان کی محنت پھل لا رہی تھی۔ سرخ مٹاڑ تھے۔ ہرے پیاز تھے۔ لہن تھانچ کی اوس پودوں کا منہ دھلاتی تھی۔ ہرے کھیرے، ہرے چوپ میں چھپے رہتے تھے۔ پیانے بعض بیلوں پر سے تربوز کا نئے شروع کر دیئے۔ پچوں کو اچھا نہیں لگا۔ انہیں شکایت تھی کہ تربوز ضائع کئے جا رہے ہیں لیکن پیا کا کہنا تھا کہ بیلوں پر سے کچھ پھل کاٹ دینے سے زیادہ پھل آتا ہے۔ تربزوں کا وزن بڑھ جاتا ہے۔

استادوں اور شاگردوں نے اپنے اپنے حصے کی سبزیاں سمیٹنا شروع کر دیں وہ انہیں گھر لے جانے لگے۔ کچھ سبزیاں سکول میں ہی دوپہر کے کھانے میں پیش کی جانے لگیں۔ طلباں کی سبزیوں میں دلچسپی اس درجہ بڑھ گئی کہ وہ صبح جلد سکول پہنچنے لگے۔ تربوز، دوسری سبزیوں کے بعد میں بوئے گئے تھے وہ آہستہ آہستہ بڑھنے لگے۔ لڑکے تربزوں کو بڑھتا دیکھ کر خوش ہوتے رات ہوتی تو انہیں مجبوراً گھروں کو جانا پڑتا اور نہ ان کا دل رات کو بھی کھیتوں میں ہی رہنے کو چاہتا۔

پیانے لڑکوں سے کہا کہ تھا کہ تربوز اور سبزیاں نیچ کر مرغیاں پال سکتے ہیں۔ میں تمہیں مرغیاں پالنا سکھاؤں گا۔ اس وقت کھیتوں کے گرد باڑنہیں تھی۔ مرغیاں کہاں رکھی جائیں، لیکن

جیسے ہی تمام بزریاں پک نہیں جائیں۔ ہم میں سے ہر ایک ایک چوزہ ضرور رکھ سکے گا۔ پیا نے تربوزوں کیلئے زرعی مرکز سے بیچ لیے تھے۔ دو قسم کے تربوز بڑی تیزی سے پک کر تیار ہوئے انہیں پروان چڑھانے، زمین تیار کرنے، جڑی بولٹیاں نکالنے اور کیڑے مار دوائیں چھڑکنے پر جو محنت لگی تھی اس کا اجر ملنا لگا تھا۔ بزریاں اگانے کے منصوبے کی کامیابی پر، جتنی خوشی فایورم کو تھی شاید ہی اتنی کسی اور کوئی ہوتی ہو۔ اس نے پیا کے احترام اور محبت کا رشتہ قائم رکھا تھا اس کے باوجود کہ سام بہت نے مشور کر رہا تھا کہ وہ فایورم سے شادی کر رہا ہے جب پہلا تربوز پک کر تیار ہوا تو پیا نے اسے دو حصوں میں کاٹا، ایک حصہ اس نے سیانگ کو دیا کہ گھر اپنی ماں اور بہن کیلئے لے جائے وہ مانتا تھا کہ دونوں تربوز کھا کر خوش ہوں گی۔

یہ ایک عام سی بات ہے کہ جہاں محبت ہوتی ہے دہاں کچھ ناپسندیدگی بھی ہوتی ہے بعض دیہاتی اور طلباء پیا کو ایک پیارا استاد سمجھتے۔ ان لوگوں کا فسٹ کے بارے میں روپیہ بالکل مختلف تھا۔ وہ اسے اچھا نہیں جانتے تھے لیکن بعض ایسے لوگ بھی تھے جو پیا کو اچھا نہیں جانتے تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ اپنے جذبات کا برملہ اظہار نہیں کرتے تھے۔ تاہم اس کے اثرات نمایاں ہونے میں کچھ زیادہ درینہیں لگی۔

سال نو کے پہلے دن جب لوگ فصل کے کنکے کی خوشیاں منا رہے تھے پیار کو دھچکا لگا ایک رات پہلے ایک منڈی نے گاؤں میں ڈرامہ کیا۔ پیا بھی دیکھنے لگا۔ رات وہ واپس گھر آیا تو دیکھا کئی تربوز جسے اس نے دوسرا صبح بیچنا تھا، چوری کیے جا چکے ہیں۔ اس کا دھیان فسٹ کی طرف گیا اسے صدمہ تو ہوا لیکن اس نے جذبات پر قابو رکھا اپنے شاگردوں کو پہنچناتے وقت اس نے کسی تنقی کا اظہار نہ کیا۔

لڑکے سخت مایوس ہوئے وہ تربوزوں کی چوری پر کچھ نہ کچھ کرنا چاہتے تھے۔ پیا نے انہیں چوری، کمینگی اور گرانٹ کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ لڑکے پیا کی باتیں اس توجہ اور انہاک سے سنتے رہے جیسے بڑی عمر کے سنبھیڈہ لوگ سناتے ہیں۔ کارن کھیں نے پیا سے علیحدگی میں ملاقات کی اور کہا کہ ”بہت نہ ہارتا بُدی کے خلاف لڑنے رہنا، ایک آدمی کیلئے جو تمہارے کام کو سراہتا ہے۔

”سیانگ پیا کا ساتھی تھا، وہ کچھ کھود رہا تھا کہ وہ ڈنگ ڈانے پوچھا ”کیا کھود رہے ہو“

بھی اروی کھود رہا ہوں۔

یہ پکا کر کھاتی جاتی ہے۔ بہت مفید ہے۔

اسی دوران شعبے کے سربراہ کی پک اپ گاڑی سکول کی عمارت کی طرف سے آئی اور ان کے پاس آ کر رک گئی۔ اس کے ڈرائیور سواد نے جو شعبے کے سربراہ کا معتمد خاص تھا۔ ڈوائیگ ڈاٹے مخاطب ہو کر پوچھا کہ آپ کیا کر رہی ہیں؟

بھی لڑکے کوارڈی کھوتے دیکھ رہی ہوں۔ کیا شعبہ کے سربراہ والپس جا رہے ہیں۔ اس نے دریافت کیا۔

”ہاں ہم جا رہے ہیں“ نے سیاگ سے کہا کہ وہ جتنی کچھ اروی کھود چکا ہے۔ لائے اس نے سیاگ سے پوچھا کیا وہ اسے بچنا چاہے گا۔“

نہیں جناب میں اپنی ماں کیلئے کھود رہا ہوں۔ سربراہ نے سواد سے کہا کہ وہ بھی کچھ کھو دے اور کسی تھیلے میں ڈال لے۔ اس نے دو سکے سیاگ کے ہاتھ میں دیئے اور اروی سمیٹ کر چل دیئے۔ سیاگ اور ڈوائیگ نے انہیں غصے کی نظروں سے دیکھتے رہ گئے۔

کارٹ کی بس پیا کے پاس آ کر رکی کسی نے پیا سے پوچھا کہ کیا تم تنخواہ لینے جا رہے ہو؟ پیا نے جواب دیا کہ ہمیشہ ماسٹر چاہتے ہیں کہ میں جا کر عملے کی تنخواہ لے آؤں۔ یہ کہتے ہوئے وہ بس کی پچھلی نشست پر جا بیٹھا۔ اگلی نشست پر بیٹھے ہوئے تھٹ فون سے پوچھا۔ تم کس درجے میں ہو۔ لگتا ہے ہزاروں میں تنخواہ پاتے ہو۔ اس نے طڑا کہا۔

”نہیں ہزار کہاں، سینکڑوں میں۔ بھی نہیں بس اتنی مل جاتی ہے کہ گزر بس ہو جاتی ہے۔ پیا نے پہلی ملاقات کے بعد سے ہی اس شخص کو ناپند کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس لیے اس نے اس سے گفتگو جاری نہ رکھی۔

بس 9 بجے دفتر کے سامنے جا کر رکی۔ وہاں سرکاری ملازموں کا میلے سا لگا ہوا تھا۔ سب نے خاکی وردی پہن رکھی تھی۔ کہنے کو تو یہ خاکی وردیاں تھیں لیکن ان کے رنگ میں فرق تھا کسی کی وردی کا رنگ گہرا تھا کسی کا ہلکا اور کسی کا جگہ جگہ سے اڑ گیا تھا۔ ایجوکیشن افسر کے دفتر کا خاموشی تھی۔ وہاں ڈسڑکٹ افسر اس کا معاون اور ایک ٹلکر تھا۔ شعبے کے سربراہ کے دفتر کا معاملہ الگ تھا۔ وہاں خاصی چیزوں پہل تھی۔ شور و غوغما اور ہاؤ ہوتی۔ لوگ آ جا رہے تھے۔ وہ

نصابی کتابیں، چاک اور دوسرا سامان لینے آئے تھے۔ کچھ لوگ اپنی تنخواہیں میں کٹوئی کا حساب لگانے میں مصروف تھے۔ سواد کے ذمے ضلع کی تنخواہوں، پنڈتوں، قبیلوں کو مٹے والی امداد علاج معالجے کے مصارف اور امداد باہمی کیلئے بچتوں کا حساب رکھنا تھا۔

باہر ایک بورڈ پر کٹوئیوں کی تفصیل لکھی ہوئی تھی۔ پیانے سے تفصیل سے پڑھا لیکن وہ بعض کٹوئیوں کی علامت نہ سمجھ پایا۔ اس نے ہیڈ ماسٹر کنٹھا سے جو کتابوں کے بندل اور چاک کے بکس بنانے میں مصروف تھے پوچھا۔ آپ ان کٹوئیوں کے بارے میں کچھ بتاتے ہیں۔ سواد کا کہنا ہے کہ ہر سکول کا حساب صحیح کر کے پیش کیا جائے۔ مجھے ڈر ہے کہ میں ان کا وقت ہی ضائع کر دوں گا۔“

”اوہ! پیانے یہ تم ہو۔ میں تمہیں پہچان نہیں سکا۔ آپ کے سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب کہاں ہیں؟ یہاں نظر نہیں آتے۔ ہیڈ ماسٹر کنٹھا نے چاک کے بکسون پر سے نظر بھانتے ہوئے کہا کہ ہیڈ ماسٹر صاحب فام کہاں ہیں۔

”تمارے ہیڈ ماسٹر بہت تھکے ہوتے تھے۔ انہوں نے اپنی جگہ مجھے بھیج دیا ہے۔ اس فہرست کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ اس میں جن کٹوئیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان کا ہر ایک پر یکساں اطلاق ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اُنہیں جن کٹوئیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے اس کے ارکان ہیں صرف اُنہیں کو ادا دیگی کرنا ہوگی۔ تمہارے سکول سے ہی اس سوسائٹی کے رکن ہیں۔ اس سوسائٹی کا مقصد اپنے ارکان کی تنخواہوں اور حالات کا رکم کیلئے کام کرنا ہے۔ کوئی چاہے یا نہ چاہے اس کی رکنیت حاصل کرنا ہر کسی کیلئے لازم ہے۔ کوئی ارکان نے علیحدگی اختیار کرنا چاہتی لیکن وہ کامیاب نہیں ہوئے۔ نئے سال کی تقریبات منانے کیلئے میں روپے مقرر ہیں۔ گزشتہ سال ہر رکن کو اتنی ہی رقم ادا کرنا پڑتی صوبائی وفت کو خسارہ ہو گیا تھا جسے پورا کرنے کیلئے تمام ارکان کے مساوی چندہ دینا پڑا۔ ہیڈ ماسٹروں کے آخری اجلاس میں ملے پایا تھا اور یوم اساتذہ اور یوم اطفال کیلئے بھی چندہ اکٹھا کرنا پڑا۔ شعبے کے سربراہ کے تباولے پر ان کے اعزاز میں جو دعوت دی گئی اس کے شرکاء کو ہی چندہ دینا پڑا۔ ہر کسی کو نہیں۔ تمہارے سکول میں سے تو کوئی بھی اس دعوت میں شریک نہیں ہوا۔ تمہیں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ سواد سارا حساب کتاب دیکھ لے گا۔

پیا اگرچہ کچھ بھی سمجھنہ پایا، تاہم اس نے ہیڈ ماسٹر کنٹھ کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے اتنی تفصیل سے بات کی۔

”میں کسی تنظیم کا رکن نہیں، مجھے کتنی رقم ادا کرنا پڑے گی۔“

”تمہیں صرف ایوسی ایشن کی رکنیت کی فیس ادا کرنا ہوگی۔ اسی طرح نئے سال، ٹیکر زڈے اور چلڈ رزز کی تقاریب کیلئے چندہ دینا ہوگا۔ ہیڈ ماسٹر کنٹھ نے بندل کو آخری گانٹھ لگاتے ہوئے اپنی بات ختم کر دی۔

”میں جب بھی یہاں دفتر آیا مجھے کوئی نہ کوئی چیز لے جانا پڑی۔ کئی کئی کلووزن ہو جاتا ہے۔ ایک سر سائز بکس تو مصیبت ہیں۔ مختلف حکموں کی طرف سے بھیجا جانے والا سامان الگ ہے۔ لگتا ہے کہ ان حکموں میں ہمیں سامان بھجوانے کا مقابلہ ہو رہا ہے۔ ان کے خیال میں ہمیں اسے پڑھنے کے سوا کوئی اور کام نہیں کرنا ہوتا۔ کئی بار میں نے سوچا کہ اس کا ساز و سامان بندل باندھ کر بیٹھ دوں۔

اس بار کس قسم کا چاک دیا جا رہا ہے۔ پیا نے پوچھا۔ اس کو شکایت تھی کہ چاک کے نام پر جو چیز ہم استعمال کر رہے ہیں، پھر کی طرح سخت ہے۔ اس سے کچھ نہیں لکھا جا سکتا۔ اسے کون خرید کر لاتا ہے اور وہ کون سی فیکٹری ہے جہاں یہ پھر ملا چاک بنتا ہے؟

ہیڈ ماسٹر کنٹھ نے کہا کہ ”یہی ہوتا آیا ہے مفت میں ایسی ہی چیزیں دستیاب ہوتی ہیں۔“

ڈسٹرکٹ آفس کی سیرھیاں چڑھتے ہوئے ایک موٹے آدمی سے سامنا ہوا۔ اس کا سر گھٹا ہوا اور اس کے دانتوں پر سونا چڑھا ہوا تھا۔ اس نے چھوٹا نوٹ بکس کا بندل اٹھایا ہوا تھا۔ اس نے ہیڈ ماسٹر کنٹھ سے علیک سلیک کی اور پوچھا کہ ”نام“ نہیں آئے؟ پیا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ”ان کی جگہ پیا آئے ہیں“، ”وہ اچھے تو ہیں“، ”انہوں نے کچھ کہا تو نہیں؟ پیا نے اس شخص کے چہرے کو غور سے دیکھا اور کہا کہ ہیڈ ماسٹر نے مجھے اپنی جگہ بھیجا اور سارے فرائض ادا کرنے کو کہا۔ کیا آپ کو ان سے کوئی کام تھا؟

اس شخص نے بڑے مخصوصانہ انداز میں کہا کہ فسٹ کی رقم کا معاملہ تھا۔ میں نے سیکشن افسر سے کہا تھا کہ وہ فسٹ کی تاخواہ سے کٹوئی کر لیں لیکن گورنر کے دفتر نے اساتذہ کی تاخواہوں میں سے کسی قسم کی کٹوئی کرنے کی ممانعت کر دی ہے۔ اب ایک ہی صورت ہے کہ آپ فسٹ

کی تنخواہ میں سے مطلوبہ کوئی کر دیں۔ فسٹ کی رضامندی حاصل کی جا چکی ہے۔ بکس فسٹ نے مجھ سے اس بارے میں کوئی بات نہیں۔ اس لیے میں اس کی تنخواہ سے کوئی کرنے کا چار نہیں۔ آپ براہ راست ان سے معاملہ طے کر لیں۔ کتنی رقم کٹوانا مقصود ہے۔ یہ خاصی بڑی رقم ہے۔ موڈر سائیکل کی اقماط ادا کرنا ہوں گی ان پر سو بھی دینا ہے۔ رقم ہزاروں تک پہنچی تھی۔ فسٹ کی اجازت کے بغیر رقم نہیں دے سکتا۔ پیانے ہال کے بڑے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اساتذہ کی ماہانہ مینگ میں ہبہ ماسٹر شریک تھے یا ان کے نمائندے ان کی تعداد ضلع کے سکولوں کی تعداد کے برابر تھی۔ شبے کے بھاری بھر کم سربراہ حال میں داخل ہوئے اور سواد کے پاس آ کر بیٹھے گئے سواد انہی کا آدمی سمجھا جاتا تھا۔ شرکاء کی باقی ختم ہوئیں تو نئے قواعد و ضوابط اور نئی پالیسی کا اعلان ہوا۔ بتایا گیا ہے کہ یہ پالیسی ملک صوبے اور ضلع کے مقاد کو ملاحظہ رکھ کر وضع کی گئی ہے۔

شبے کے سربراہ نے یہاں ختم کیا اور اساتذہ کی تنخواہوں میں سے کی جانے والی کٹویوں کی تفصیل بتانا شروع کی۔ انہوں نے ان کٹویوں کی ضرورت اور اہمیت بیان کی۔ گورنر کے دفتر نے کٹویوں کی ممانعت کر رکھی تھی لیکن شبے کے سربراہ کو ان کا اختیار تھا۔ سودا نے اس کا اعلان کرتے ہوئے یقین دلایا کہ کٹویوں کا فصلہ قانون و قواعد کے خلاف نہیں۔

پیا ہاتھ اٹھا کر سوال کرنا چاہتا تھا کہ ہبہ ماسٹر کنٹھ نے اس کی پسلیوں میں ٹھوکا دیتے ہوئے سرگوشی کی کہ وہ کچھ بھی نہ بولے۔ پیانے اس کا کہا مانا اور خاموشی اختیار کئے رکھی۔

جب سیکشن افسروں کی باری ختم ہوئی تو شبہ تعلیم کے سربراہ نے بولنا شروع کیا۔ تعلیم بالغان اس کا موضوع تھا۔ اساتذہ نے جس میں بہت کم دلچسپی ظاہر کی تھی۔ ڈسٹرکٹ ہیلتھ افس کی باری آئی تو اس نے جگر کے امراض کا تذکرہ کیا اور بتایا کہ ان پیاریوں کے کس طرح بچا جا سکتا ہے۔ شبہ زراعت کے افرانے مختصر آپتایا کہ کسانوں کے چھوٹے گھوٹے گروپ بنائے گئے ہیں۔ ڈسٹرکٹ افس نے اجلاس ختم کرتے ہوئے شرکا پر زور دیا کہ وہ قوم کی فلاح کیلئے اپنی کوششیں جاری رکھیں۔ ڈسٹرکٹ افس ایک قریبی گاؤں کے دورے سے واپس آیا تھا۔ اسی دوران ایک انشوئنس ایجنس نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اشتہار تقسیم کرنے شروع کر

دیئے جن میں مختلف انشورس پالیسیوں کا ذکر کیا گیا تھا جن کے بارے میں کہا گیا کہ اس اتنہ چاہیں تو ان سے فائدہ اٹھاسکتے ہیں۔

ڈسٹرکٹ افسرنے سائز ہے گیا رہ بجے تقریر کرنا شروع کی جو سوا بارہ بجے ختم ہوتی۔ اس کے بعد اجلاس دوپہر کے کھانے کیلئے ملتی کر دیا گیا اور اعلان ہوا کہ اجلاس دو بجے پھر شروع ہو گا اور صوبے کے ڈائریکٹر اینجینئرنگ کمیشن پر انگریز قلم کے معیار کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کریں گے۔ اس کے بعد تنہوا ہیں تقسیم ہوں گی اور دیہیں سکولوں کے اس اتنہ اپنے ذمہ واجب الادا قرضہ چکائیں گے۔

سجاد کے ایک نمائندے کھانے کے دوران ہی تنہوا ہیں ادا کرنا شروع کر دی ہیں۔ انہیں خوشی تھی کہ وقت کم ہے۔ اس لیے یہ کام جلد مکمل کر لیتا چاہئے۔ پیانے کھانا کھانے کے بجائے قطار میں لگ کر تنہوا وصول کرنے کو ابھیت دی۔ ایک تاثر یہ بھی تھا کہ شاید اس ماہ بہت کم اس اتنہ تنہوا لے پائیں کیونکہ ان میں سے بعض نے پہلے تنہوا سے زیادہ خرچ کر دیا تھا۔ فسٹ کی مثال سب کے سامنے تھی جس نے کمایا کم تھا اور کھایا زیادہ تھا۔ فسٹ کی تنہوا میں سے خاصی بڑی رقم کاٹ لی گئی۔ اس نے اس اتنہ کی اینجن امداد بائیسی سے ہنگامی طور پر قرض لے رکھا تھا۔ اس کے علاوہ اس کے کلب کا بل تھا درفتر میں پر کی جانے والی خریداری تھی۔ یہ سب رقم ملا کر اس کی تنہوا سے کہیں زیادہ تھیں۔ ہر سکول کے اس اتنہ کی تنہوا ہیں سے مجموعی کٹو ٹیوں کی پیا کو سمجھنیں آ رہی تھی۔ اس نے تنہوا ہیں وصول کرنے کے بعد حساب لگایا کہ اس پر کھلا کر فسٹ نے سب کا کچھ نہ کچھ حصہ مار لیا ہے۔ پیا بے بس تھا اس نے سوچا گاؤں واپس جا کر فسٹ سے جتنی رقم بھی نکلوائی جائیکی، نکلوانے کی کوشش کریں گے۔

تنہوا کی رقم لے کر وہ بھاگم بھاگ کر ایک ریسٹورنٹ میں پہنچا اور کھانے کیلئے ایک پیالہ نوڈلز لے بیہاں نوڈلز کے علاوہ اور کھانے بھی ملتے تھے۔ تنہوا وصول کرنے والے اس اتنہ کا اچھا بھلا تجوم ہو گیا تھا۔ ریسٹورنٹ کا مالک ایک دیت نامی تھا جس نے نوڈلز بچنے کا کام شروع کیا لیکن لوگوں کا رجحان دیکھ کر اس نے مقامی کھانے بھی پکانے شروع کر دیئے۔ اس میں مچھلی، جھیجی، گرنٹ اور دوسرا ڈشیں تھیں جنہیں پسند کیا جائے گا۔ تھائی لینڈ میں کھانے کے ساتھ شراب فروخت کرنے کا بھی رواج ہے چنانچہ اس ریسٹورنٹ میں یعنی شراب ملنے لگی۔

ہیڈ ماسٹر نے کھانے کے ساتھ شراب کی بولیں بھی لینا شروع کر دیں۔ دو پھر کا وقت تھا اور موسم خاصاً گرم تھا۔ ان میں سے اکثر کھانے پینے میں اس طرح مشغول تھے کہ سرپر کے اجلاس میں جانا ہی بھول گئے۔

پیانے ہیڈ ماسٹر کنٹھا سے پوچھا کر کیا آپ اجلاس میں نہیں آ رہے اس نے جواب دیا۔ نہیں میں نہیں جاسکوں گا۔ وہ اپنی نشست پر پھلیے ہوئے تھے۔ اجلاس میں اب کیا ہونا ہے۔ محض گپ شپ ہو گئی کوئی سنجیدہ بات نہیں ہو گی۔ بہر حال کیا تم اجلاس میں شرکت کر رہے ہو؟ ”جی ہاں میں جاؤں گا اور سنوں گا کہ وہ سکولوں کے معیار کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ یہ کہ کروہ اٹھا اور چل دیا۔ ہیڈ ماسٹر کنٹھا نے کہا کہ ذرا رکو یہ بتاؤ کہ فسٹ کے پیوں کا کیا بنے گا؟

فسٹ کے پاس دھیلا بھی نہیں بجا، آپ ہی جا کر اس سے بات کریں۔ یہ کہتے ہوئے وہ سہ پھر کے اجلاس میں شرکت کیلئے چل دیئے۔

اجلاس ختم ہوا تو سینئر ہیڈ ماسٹر کو ان کے ہم نوا، تھائی لرنٹ ریسٹورنٹ میں جمع ہوئے۔ یہ علاقے کا سب سے اچھا کھانے کا مرکز تھا۔ سرحدی اضلاع میں شاید ہی کہیں اس سے باہر ریسٹورنٹ ہو۔ گورنر اس علاقے میں آتا تو اس ریسٹورنٹ میں کھانا کھاتا۔ اس بنیاد بھی اسے خصوصی حاصل ہو گیا ہے۔ یہاں چینی کھانے کپتے تھے۔ چینی کھانے تھائی طرز کے صوبوں میں اس طرح کے کھانوں کو پسند بھی کیا جاتا ہے اور بڑھیا بھی مانا جاتا ہے۔ اس ریسٹورنٹ کے گاکوں میں سرکاری ملازم اور اساتذہ شامل تھے۔ سفر پر نکلا ہوا کوئی تاجر، مکمل جنگلات کا کوئی کارنڈہ یا معدنیات کے شعبے سے تعاقن رکھنے والا کوئی آدمی بھی ادھر آ لکھتا۔ اصل گاہک سرکاری ملازم اور پولیس کے اہل کارہی تھے۔ اساتذہ اور مکمل تعلیم کے افسر، خاص موقعوں پر ہی یہاں آتے تھے۔ جسے مینے کے آخر میں تنخواہ وصول کرتے یا کسی خاص تقریب میں شرکت کرتے۔

آج یہاں خاصاً ہنگامہ تھا، تین استادوں کو خصوصی ڈپوے ملے تھے۔ 1958ء سے یہ قائدہ رہا کہ جسے یہ ڈپوہ ملتا اسے سرکاری ملازمت میں لے لیا جاتا۔ اس اعتبار سے اس کی بڑی اہمیت تھی۔ اب بھی ہے۔ اسے خاصی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ تین دوسرے

اسامدہ کو ہیڈ ماسٹر چن لیا گیا تھا۔ ان سب کی میزبانی جن کے ذمہ تھی انہیں بدقسمت سمجھا جاتا تھا۔ اس لیے کہ سب انتظار انہی کے ذمہ تھا جنہیں مدعو کیا گیا۔ ان میں سیکشن ہیڈ ڈسٹرکٹ ایجوکیشن ہیڈ، نیا افسر تعیمات سواد اور انتظامیہ سے تعلق رکھنے والے کچھ دوسرا سے اسامدہ تھے جو افراد اس تقریب میں شرکت کے خواہش مند تھے۔ منتظمین نے چھ میزبانوں میں سے ہر ایک سے چالیس روپے لیے۔ اکثر ہیڈ ماسٹر اور ان کے نمائندوں نے مدعونہ کے جانے کے باوجود تقریب میں شرکت کی۔ ہیڈ ماسٹر کنھا ان میں شامل تھے۔ انہوں نے پیا کو بھی دعوت میں شریک ہونے پر آمادہ کر لیا۔ پیا کو اپس گھر جانے کیلئے ہیڈ ماسٹر سے لفت لینے کی ضرورتی اس لیے اس نے بادل نخواستہ تقریب میں شرکت کرنا قبول کر لی۔

ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے سپروائزر صوبائی ہیڈ کوارٹر سے آئے تھے۔ انہوں نے پر ائمروں کے معیار کے متعلق گنتگو ختم کی تو کسی طرف سے ایک سوال بھی نہیں آیا۔ ماہانہ میٹنگ ختم ہوئی کہ ہیڈ ماسٹر تھائی لوٹ راست ریسٹورنٹ میں پہنچے جہاں ان کے بعض رفقاء اپنے اجنب کو گرم کئے ہوئے تھے۔ مطلب یہ کہ انہوں نے خاصی شراب پی لی تھی۔

پیا اور ہیڈ ماسٹر کینھا، چار بجے کے قریب ریسٹورنٹ میں پہنچے۔ سیکشن ہیڈ ڈسٹرکٹ ایجوکیشن ہیڈ نے افسر اور ان کے لگے لپٹے کوئی پنڈہ مٹ بھڑاکے۔ سرحدی اضلاع کے سرکاری دفتروں میں کام کس وقت ختم ہوگا؟ اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ بعض دنوں کو رات گئے تک کام جاری رہتا ہے۔ ورنہ عام طور پر سہ پہنچ سارا کام منٹایا جاتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ پیلک کا کوئی آدمی موجود نہ ہو۔ ہر کوئی اپنی شکایت دور ہونے پر جا چکا ہے۔ حملہ کے روز وہ دوپہر کو کام کرنا بند کر دیتے ہیں۔ اس لیے کہ بعض ملازموں کو دوسرا سے علاقوں میں جانا ہوتا ہے۔ وہ مجھے کو آدھا ہفتہ کہتے ہیں کیونکہ غیر سرکاری طور پر آدھا دن تصور کیا جاتا ہے۔

ہر کوئی وردی پہنچے، بھی میز کے گرد بیٹھا ہوا تھا۔ تھائی کے یون، جس نے بچپن میں ہی کھانا پکانا سیکھ لیا تھا۔ بتیسی نکال کر اور اوزال پہنچا شروع کر دیا۔ اس کے دانتوں پر سونا چڑھا ہوا تھا۔ گاہوں کی تعداد دیکھ کر اس کا اندازہ تھا کہ وہ آج دو ہزار سے ضرور کم اے گا۔

افر میز کے سرے پر بیٹھے تھے ان کے ساتھ ایک طرف سیکشن ہیڈ تھا۔ دوسرا طرف سواد سواد تھا۔ ان کے سامنے وچاٹی تھا۔ وہ صوبے کا نگران افسر تھا۔ وہ غیر متوقع طور پر آگیا

تھا جہاں تک اکاچپائی کا تعلق ہے اس قسم کی شاید ہی کوئی تقریب ہو جس میں وہ شریک نہ ہوا ہے۔ ضلع بھر میں وہ واحد گریجوایٹ بیچر تھا۔ شعبہ تعلیم کی تین خواتین بھی موجود تھیں۔ ان میں سے ایک خوبصورت تھی، اس کی ابھی تک شادی نہیں ہوئی تھی۔ وہ نئے افسر کیلئے شراب کے جام تیار کر رہی تھی۔

لوگ جی بھر کھا رہے تھے، زیادہ تر چینی کھانوں کی مانگ تھی جو جلد ہی ختم ہو گئے۔ شاید اس لیے اس اتنہ کو سخت بھوک گئی تھی یا پھر کھانے بہت لذیذ تھے۔ کچھ کہا نہیں جاسکتا جب سب کھا چکے اور پلٹیں صاف ہو گئیں مگر افسروں کے سامنے کھانا رکھا تھا۔ پیا ہیڈ ماسٹر کنٹھا کے پاس بیٹھا تھا۔ اس نے بھی خوب کھایا تھا لیکن اب ہیڈ ماسٹروں کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس کا پچینا بدھ مندر میں گزرنا تھا کھانے پر ٹوٹ کر پڑنے کا ہزار سے نہیں آتا تھا۔ وہ بیٹھا دوسروں کو کھاتے دیکھتا اور سوچتا رہا کہ کس طرح اس بڑھ چڑھ کر کھانا، دیکھی اسٹادوں کا خاصا ہے؟ اس کے نزدیک ایسا کرنا شرم مناک تھا۔ دوسرا ملکوں کے لوگ بھی بھوکوں کی طرح خوراک پر جمپئے دیکھ کر کیا سوچیں گے؟

سوانے بھی سارا انتظام اپنے ہاتھ میں لے رکھا تھا، اسی نے کھانے کا آڑور دیا اس نے حاضرین کو اس اجتماع کی غرض و غایبی بتائی۔ اس نے ایک ایک کر کے تمام میز بانوں کو کھڑے ہو کر کھا اور پھر ان کے حسن انتظام کی بنا پر ان کی تحسین کی اور محفل میں تالیاں بجائے کیلئے کھا۔ اس نے کہا کہ اس اتنہ کو باہم متعدد ہونا چاہئے۔ مل کر مشکلات کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ قربانی و دینی چاہئے اور اپنے شاگردوں اور عام لوگوں کیلئے لاٽ تقدیم، شاندار مثال قائم کرنی چاہئے۔ بعد ازاں ایک ایک کے سب کو آنے اور کچھ بولنے کی دعوت دی گئی۔ ڈسٹرکٹ ایجوکیشن افسر، پرداز، سینئر اس اتنہ اور ان اسٹادوں نے جنہیں ترقی مل تھی، اظہار خیال کیا۔

اندھیرا ہونے لگا تو دوسرا علاقوں سے آئے ہوئے ہیڈ ماسٹروں اپنے جانے لگے۔ جو بہت دور سے آئے تھے انہوں نے رات یہیں قیام کرنے کا فیصلہ کیا۔ رات کو سفر کرنے میں یہ خطرہ بھی تھا کہ راستے میں لوٹ نہ لیا جائے اور وہ اس اتنہ کی تنخواہ سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔ ہجوم چھٹا تو پیا نے سیکشن ہیڈ سے سکول کی عمارت کے بارے میں بات چیت شروع کر دی۔ اس نے بڑے ادب سے کہا کہ اس نے عمارت بنانے والے ٹھیکیدار سے پوچھا تھا کہ

سکول کی عمارت میں طلبہ کیلئے ٹالکٹ بھی بنائی جائے گی یا نہیں۔ اس نے جواب میں بتایا کہ اس کا فیصلہ سیکشن ہیڈ کریں گے۔

دوسرا تمام تر انحصار معاهدے پر ہے۔ میں معاهدے کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔ نقش میں تو ٹالکٹ نہیں رکھے گئے اگر عمارت کے مکمل ہونے سے پہلے ٹالکٹ بنائے جائیں تو اس پر اضافی خرچ نہیں اٹھے گا۔ اس لیے آپ ٹھیکیدار سے کہیں کہ وہ عمارت میں ٹالکٹ کی گنجائش ضرور تکال لے۔

سیکشن ہیڈ نے آواز اوپھی کرتے ہوئے کہا کہ تم الجھن پیدا کرنا چاہتے ہو؟ تمہارا سکول برسوں سے موجود چلا آ رہا ہے۔ اس میں کبھی ٹالکٹ نہیں تھے۔ اب سکول کی خوبی عمارت بن رہی ہے تو تم ٹالکٹ بنانے کا کہہ رہے ہو۔ اگر ضروری سمجھتے ہو تو خود ٹالکٹ بنا لو۔

”پیا بے بس ہو کر رہ گیا“، اس نے سیکشن ہیڈ سے بات چیت کرنا بے فائدہ سمجھتے ہوئے ہیڈ ماسٹر لختھا سے پوچھا کہ وہ گھر کب چل رہے ہیں؟ لختھا کے اعصاب سخت تناو میں تھے۔ وہ گھرے سانس لے رہے تھے۔ انہوں نے رات وہیں ببر کرنے کا فیصلہ کیا۔

”مناسب ہی ہے کہ کل صبح واپس چلیں۔ اب گئے تو راستے میں کوئی مشکل پیش آگئی تو اس سے کیسے نمیں گے؟“ گزشتہ میں ہیڈ ماسٹر سرموانگ مائی نہ صرف راستے میں لٹ گئے تھے بلکہ قتل کر دیئے گئے اس لیے ہمیں کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہئے۔

جیسا آپ کہیں پیا واپس جانا چاہتا تھا لیکن خاموش ہو گیا۔ اس وقت کوئی بس بھی نہیں ملتی تھی۔ دن میں اس کے گاؤں تک بس ایک ہی بس جاتی تھی۔

لیکن ہم رات رہیں گے کہاں؟ رہنے کیلئے کئی جگہیں ہیں، تم کسی کے گھر ٹھہر سکتے ہو۔ پھر یہاں ہوٹل؟ ضلعی مرکز ہی صرف ایک دو منزلہ چوبی ہوٹل تھا جس میں کئی کمرے تھے۔ ٹھلی منزل میں ریسٹورنٹ تھا۔ مہماں کے ٹھہر نے کیلئے اوپر کے کمرے تھے جن میں سے ہر ایک کا الگ با تھر روم تھا۔ ہوٹل کے سامنے بس شینڈ تھا۔ ہیڈ ماسٹر اور پیا نے ایک کمرے میں ٹھہر نے کا

فیصلہ کیا۔

پیا نے نہا کر پرانا لباس پہن لیا۔ وہ رات کو گھر سے باہر رہنے کے خیال سے نہیں آیا تھا۔ اس لیے کوئی الگ کپڑے نہیں لایا تھا۔ وہ ہوٹل سے لکلا اور واس کے سامنے ٹھہرنے لگا۔ اس نے وچائی کو دونوں جوان استادوں کے ساتھ باتیں کرتے دیکھا۔ انہوں نے پوچھا ”تم کہاں ٹھہرے ہو۔“

پیا نے کہا ہوٹل میں۔ وچائی نے پیا سے کہا کہ وہ بھی اس ہوٹل میں رات ٹھہرے گا۔ وہ اپنی چیزیں دہاں رکھ گیا تھا۔ نوجوان استادوں نے پیا کیلئے جام لانے کا آرڈر دیا۔ وچائی سے باتیں کرتے ہوئے پیا کو پتہ چلا کہ نگران یونٹ، دیکھ بھال اور نگرانی پر مامور ہے۔ وہ براہ راست وزارت تعلیم کے ماتحت ہے۔ انتظامی یونٹ، انتظامی امور نمائانے کا ذمہ دار ہے۔ اس کا سربراہ ہوتا ہے اور صوبائی سطح پر ان کا سربراہ ان کی نگرانی کرتا ہے۔

یہ خاصاً پیچیدہ مسئلہ ہے۔ نگرانی کرنا آسان کام نہیں۔ ہزاروں سکول ہیں، ان کی نگرانی کیلئے ہمارے پاس صرف دس افریں۔ ہمارے لیے تمام سکولوں میں پہنچنا اور ان کے معاملات طے کرنا ممکن نہیں۔ ہمارا سالانہ بجٹ بھی اتنا کم ہے کہ اس میں اتنا کام نہیں کیا جاسکتا۔

پیا کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ انہیں سالانہ بجٹ کی کیا ضرورت ہے۔ انہیں سکولوں میں جانے کی کیا پڑی ہے اور اگر وہ پہلے بھی جاتے ہیں تو کیا کر لیتے ہیں۔ اس کے ذہن میں طرح طرح کے خیال آ رہے تھے۔ اس نے ہیئت ماسٹر کو نگران یونٹ کے بارے میں باتیں کرتے نا تھا۔ وہ خود جب ٹریننگ کالج میں زیر تربیت تھا تو اس نے یونٹ کے بارے میں کئی پیچھرے تھے۔ اس کے باوجود اسے کچھ سمجھنیں آیا کہ یہ سب کچھ کہیں ضروری تھا۔ اب وچائی نے بتایا کہ یونٹوں کا مقصد اساتذہ کو تدریس کے اور تعلیمی مسائل کے سلسلے میں مدد دینا ہے۔ یہ مدرس نویعت کی ہے۔ اس کی وضاحت پھر بھی نہیں ہوئی۔ پیا نے دوسروں کو اپنے ہاں کے سکول میں آنے کی دعوت دی جسے بخوبی قبول کر لیا گیا۔ شرط صرف یہ تھی کہ اس ٹھمن میں اسے مناسب سہولت میر آئے۔

پیا سات بجے کے قریب واپس ہوٹل پہنچا۔ اس کے کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ اس نے دروازہ ٹکٹکھایا۔ اندر سے آواز آئی۔ کون ہے پیا ہے، نیچے جا کر کافی پیو یا جو پسند کی کوئی

چیز کھالو۔ میں ایک اہم کام میں مصروف ہوں۔“

پیانے ہیڈ ماسٹر کنٹھا کی آواز پہنچان لی اسے اندازہ ہو گیا کہ وہ کس اہم کام میں مصروف ہے۔ وہ نیچے چلا گیا اور اپنے لیے مشروب کا آرڈر دیا۔ آدھ گھنٹے بعد ہیڈ ماسٹر نیچے آیا وہ بہ رہا تھا۔ اس کے ساتھ ایک نوجوان لڑکی تھی۔ دونوں پیا کے میز پر آ کر بیٹھ گئے۔ کیا تمہیں دلچسپی ہے؟ ہیڈ ماسٹر نے پیا سے پوچھا اور اسے تحریک کی۔ لڑکی جانتی تھی کہ ہیڈ ماسٹر پیا کو کیا ترغیب دے رہا ہے۔ وہ مسکرانی۔ ہیڈ ماسٹر نے پیا سے کہا کہ گرتم لڑکی سے گپ شپ کرنا چاہتے ہو تو میں ذرا باہر گوم پھر آتا ہوں۔

”نبیں“ پیانے جیسیتے ہوئے انکار کر دیا میں سونا چاہتا ہوں۔ بہت تھک گیا ہوں۔ پیا رات کو اچھی طرح سو نبیں سکا۔ ساتھ کے کمروں سے چار پانیوں کے ہلنے اور چرچا ہست کی آوازیں آتی رہیں۔ اس کے پاس اپنی تنخواہ کے علاوہ دوسرے اساتذہ کی بھی تنخواہیں تھیں جو اس نے سربانے چھار کھنچیں۔ وہ اپنے سکول کے بارے میں سوچتا رہا۔ کبھی اسے اپنے جھونپڑے کا خیال آتا جسے وہ کسی کی گنراوی میں دیئے بغیر ہی آ گیا تھا۔ اسے ڈاگ ڈا بھی یاد آتی رہی حالانکہ اس نے قسم کھار کھی تھی کہ جب تک اس کی عمر 25 برس نبیں ہو جاتی وہ کسی عورت میں ہرگز دلچسپی نہیں لے گا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے لڑکیوں کے چہرے پھرتے رہے۔ ایک فایورم جو خوبصورت تھی لیکن غریب اور تنگدست تھی۔ دوسرا ڈاگ ڈا اس کے حسن میں عجیب سی دلکشی اور جاذبیت تھی۔ وہ اپنے علم اور رکھ رکھاؤ کے لحاظ سے برتر معاشرتی حیثیت کی مالک ہے۔ سیاگنگ کا چہرہ بھی اس کی آنکھوں میں پھر گیا۔ یہ نو عمر لڑکا جو اس کا معاون اور مددگار تھا اس پر پورا اعتماد کیا جا سکتا تھا۔ کارن کھین بھی آیا آیا قابل اعتماد اسے اپنے پرانے سب یاد آتے رہے۔ آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ ایک بچے کے قریب وہ گھری نیند سو گیا۔

## باب 17

پیا دوسرا صبح ہیڈ ماسٹر کنٹھا اور وچائی کے ساتھ واپس جانے کیلئے نکلا، وچائی بوجون سے موڑسا نیکل پر آیا تھا۔ ہیڈ ماسٹر نے وچائی کو اپنے سکول آنے کی دعوت دی اور پیا کو دوپہر کے کھانے کیلئے ٹھہر نے کو کہا۔ پیا کو واپس چینچنے کی جلدی تھی۔ ہیڈ ماسٹر کو اس کا انتظار ہوگا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ اسے تنخواہیں لانے کیلئے بھیجا گیا تھا۔ ہیڈ ماسٹر یقیناً اس کی راہ دیکھ رہا ہوگا۔ اس نے معدترت کی اور پیدل ہی نکل پڑا۔

وہ دوپہر کے قریب اسکول واپس پہنچا۔ ڈاگ ڈا نے چاروں جماعتوں کے بچوں کو کام پر لگا رکھا تھا۔ کچھ کھیل رہے تھے۔ کچھ پڑھ رہے تھے۔ غرض جس کے جی میں جو آتا تھا کہ رہا تھا۔ کوئی روک ٹوک نہیں تھی۔ سب بنپے بہت خوش تھے۔

ڈاگ ڈا نے اسے بتایا کہ ہیڈ ماسٹر اور فسٹ دس بجے کے قریب خود جائی کھان کے کھیت میں گئے ہیں۔

”خیر تم بتاؤ۔ رات کھاں بسر کی کیا سوئے بھی یا نہیں؟“  
ہیڈ ماسٹر کنٹھا کے ساتھ رہا۔ ”ہیڈ ماسٹر فسٹ فور جائی کھان کے کھیت میں کیوں گئے ہیں۔

بچوں نے بتایا تھا کہ وہ اپنے تالاب سے مچھلیاں نکال رہا ہے۔ ظاہر ہے اس موقع پر دعوت ہوگی۔ فسٹ نے کہا کہ تھا کہ دوپہر کو آ کر مجھے ساتھ لے جائے گا اور ہم وہیں کھانا کھائیں گے

اس نے کلائی کی گھڑی دیکھی، دوپہر ہونے کو ہے۔ کیا تم بھی ہمارے ساتھ چلو گے۔  
ڈاگ ڈا نے پیاسے پوچھا۔

”ہم کیا کر رہے ہیں؟ کھائیں پئیں، دھوم چائیں۔ سکول کو اس کے حال پر چھوڑ دیں۔

پیاسخت بیزار تھا۔“

”پیا، خدام کا خوف کرو، ہم تو صرف دو پھر کے وقٹے کے دوران جا رہے ہیں، سارا دن تو وہاں نہیں گزارنا، نور جاتی کھان نے کل کہا تھا کہ میں تمہیں بھی ساتھ لے کر آؤں؟ یہ کوئی اتنا دور بھی نہیں۔ پیدل پہنچ سکتے ہیں۔“

اسی لمحے فسٹ آپنچا۔ اس نے اپنی موڑ سائیکل کا ہارن بجا یا۔ وہ موڑ سائیکل کی گدی پر بیٹھا رہا پیا کی آمد پر اس نے کسی دلچسپی کا اظہار نہیں کیا۔ پیا غصے میں اپنے جھونپڑے کی طرف چل دیا اور ڈاگ ڈا سے کہہ گیا کہ وہ فسٹ کے ساتھ چلی جائے۔ اس کا انتظار نہ کرے۔ وہ حیرانی میں اسے دیکھتی رہی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ پیا نے یہ رو یہ کیوں اپنالیا ہے۔ وہ فسٹ کے پیچے گدی پر بیٹھ گئی لیکن وہ سخت مضرب تھی۔

خود جائی کھان کے مچھلیوں کے تالاب پر کوئی بیس افراد جمع تھے۔ وہ آگ کے گرد دائرہ باندھے مچھلیاں بھون رہے تھے۔ کچھ لوگ مچھلیاں کپڑر ہے تھے۔ زیادہ تر یہ کیٹ فش تھیں۔ ان کے دہانے سانپ کی طرح تھے۔ پلا مچھلی بھی تھی لیکن جھوٹی تھی۔ اسے بڑا ہونے میں ایک سال لگتا۔

ایک درخت کے نیچے قالین ٹھیک تھی۔ ہیڈ ماشر اس پر بیٹھا تھا۔ خود جائی کھان اور کھود بنائی لوا بھی اس کے ساتھ بیٹھے تھے۔ ان کے سامنے شراب کی صراحی اور ایلو مینیم کے گلاں دھرمے تھے۔

”ہیڈ ماشر نے ڈاگ ڈا کو دیکھ کر پوچھا کہ پیا واپس آ گیا ہے۔“

”جی، واپس پہنچ گیا ہے۔ اس نے بتایا کہ ہمارے سکول کی تنخوا اپس رک گئی ہیں۔“

ہیڈ ماشر نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ہم چارہ ہی تو ہیں؟ ہماری تنخوا اپس کس نے رکوئی ہیں؟

میرا خیال ہے کہ یہ سب فسٹ کا کیا دھرا ہے۔ اسی دوران فسٹ نے اپنی موڑ سائیکل درخت کے سامنے کھڑی کی اور ان کی طرف بڑھا۔

کھانا کھا چکنے کے بعد ہیڈ ماشر نے خورماںی کھان کے بھتیجے سے کہا کہ وہ ڈاگ ڈا کو اپنی موڑ سائیکل پر سکول چھوڑ آئے۔

وہ ایک بجے سکول پہنچ گئی۔ اس نے بتایا کہ فست اور چپا (ہیڈ ماسٹر) بھی پیچھے آ رہے ہیں لیکن وہ جانتی تھی کہ وہ سکول نہیں آئیں گے۔ اس نے لوگوں کو جراء کھیلتے اور رات بھر شراب پیتے دیکھا تھا انہیں کوئی سدھ بده نہیں رہتی تھی۔

”آپ آج اپنی سائیکل سکول نہیں لائیں، کیا خراب ہو گئی ہے؟ فور جائی کھان کے بھیجے نے سوم سک ڈاگ ڈا سے پوچھا۔ اس نے گیارہ برس کی عمر میں سکول چھوڑ دیا تھا۔ اب تک بیکار پھر رہا تھا۔ اس کے پاس کوئی کام نہیں تھا۔

”نہیں سائیکل میں کوئی خرابی نہیں۔ صبح گھر پر ہی چھوڑ آئی اور ہیڈ ماسٹر کے ساتھ سکول چل گئی۔

اور روم میں تم کیا کر رہے ہو؟“

”کچھ بھی نہیں،“ میں ٹھیک رہنگ کانج میں داخلہ لینا چاہتا ہوں۔ اگلے سال کوشش کر دیکھوں گا۔ اس سال تو کوئی نہیں نہیں۔ اپنے چہیتوں کو داخلہ دلا دیا ہے۔ اس کے لمحے سے تنقی نمایاں تھی۔

”تمہارے پاس وقت ہوتا آؤ سکول کے افتتاح میں ہمارا ساتھ دو۔“

”میں کوئی خدمت کر سکوں تو بخوبی کروں گا۔ سوم سک نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ وچائی، تعلیم بالغافل کیلئے کام کر رہا تھا۔ وہ ہیڈ ماسٹر کنٹھا کی دعوت پر دو بجے کے لگ بھگ بارن نور گاہ اور سکول میں پہنچا۔ اس نے پوچھا کہ کیا پیا اور ڈاگ ڈسکول میں صرف دو ہی ہیں۔“ نہیں چار ہیں۔ ہر جماعت کیلئے الگ استاد ہے۔ ہیڈ ماسٹر اور دوسرے استاد کسی سرکاری کام سے باہر گئے ہوئے ہیں۔

وہ پیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ تعلیم بھی ان کا موضوع تھی۔ صوبے کی سطح پر تعلیم کے ضمن میں کیا ہو رہا ہے۔ کس کا کہاں تبادلہ ہو رہا ہے۔ وزارت تعلیم کے کیا منصوبے ہیں؟ ان پر عملدرآمد کس طرح ہو گئی؟ دیہی تعلیم کا مستقبل کیا ہے؟ آخر میں وہ اس بات پر متفق ہو گئے کہ گاؤں میں لوگوں کو اخبار پڑھنے پر راغب کرنا چاہئے۔ تعلیم بالغافل کے معیار کو بلند کیا جا سکتا ہے۔

وہ اس منصوبے پر عام لوگوں اور حکومت سے تعاون ہونا چاہئے۔ اگر لوگ اخبار پڑھنا

چاہتے ہیں تو انہیں ریلینگ روم قائم کرنا چاہئے۔ اس کیلئے کوئی ہال تعمیر کیا جاسکتا ہے یا کوئی اور موزوں گہلی جاسکتی ہے اس کے بعد وہ روزانہ دو اخبار حاصل کر سکتے ہیں۔

پیانے پوچھا کہ سب سے پہلے ریلینگ روم بنانا ضروری ہے؟  
ہاں، لیکن اس کیلئے کیا ہال تعمیر کرنا ضروری نہیں، کوئی پرانی عمارت لے کر اس کی مرمت کر سکتے ہیں۔ ہر گاؤں میں ایسی عمارت آسانی سے مل سکتی ہے۔ شرط یہ ہے کہ یہ کشادہ ہوتا کہ اس میں اخبار پڑھنے کیلئے رکھے جائیں اور پڑھ کچنے کے بعد کہیں سنبھال کر رکھنا بھی آسان ہو۔ تعلیم بالغاء کے مسئلے کی یہی شرط ہے کہ اس کی دیکھ بھال کیلئے ذمہ دار افراد پر مشتمل ایک کمیٹی بھی ہو۔

”کیا یہ دلچسپ بات نہیں۔ ڈاگ ڈانے پیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔  
پھر اس نے وچائی سے پوچھا کہ ہمیں اخبار کیے ملیں گے اور ان کا انتخاب کون کرے گا؟  
”اس کا سارا دارود مدار آپ لوگوں پر ہے۔ تم اپنی پسند کا اخبار جوں سکتے ہو۔  
اخباروں کے ابجنت سے کہا جاسکتا ہے کہ آپ لوگوں کو کون سا اخبار چاہئے۔ مہینے کے آخر میں وہ ڈسٹرکٹ اینجوبکیشن افسروں سید کھا کر پیسے وصول کر سکتا ہے۔ وچائی نے پوچھا کہ گاؤں میں ہر روز بس تو آتی ہوگی۔

جی ہاں! بس ہر روز آتی ہے۔ یہ ایک مقامی شخص کی بس ہے۔ وہ صبح امفور جاتا ہے اور پچھلے پھر واپس آ جاتا ہے۔

پیا والپی پر ہیڈ ماسٹر کے مکان پر رکا، ڈاگ ڈاگ بھی نہیں سوئی تھی۔ وہ پیا سے کافی دیر تک باقی کرتی رہی۔ ڈاگ ڈانے میلنگ کے بارے میں دریافت کیا کہ کس مقصد سے بلائی گئی تھی۔ پیا نے بتایا کہ سکول کے افتتاح کی تیاری سے متعلق تھی۔ اس طرح کی تقریبات گاؤں کے لوگوں کے تعاون سے ہی کی جاسکتی ہیں۔ ان پر خرچ تو ضرور امتحنا ہے لیکن ہمیں اس کی فکر نہیں۔ رسم و رواج کو زندہ رکھنے کیلئے کچھ نہ کچھ تو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ جب بات کسی بڑی تقریب کی ہو تو اس کے سلسلے میں بچت کا سوچا بھی نہیں جاسکتا۔

ڈاگ ڈانے پوچھا سنائے ہے کہ اختتامی تقریب میں سنگ ڈرم بجائے کی تجویز پیش ہوئی ہے۔ یہ ڈرم میں نے نہیں دیکھا۔ پیا نے کہا کہ میں نے بھی نہیں دیکھا۔ صرف اتنا سنائے ہے کہ

اس علاقے کے لوگ اپنی تقاریب میں سنگ ڈرم ضرور بجاتے ہیں۔ اس میں ڈرم بجانے والوں میں مقابلہ ہوتا ہے۔ کون اچھا بجا تا ہے اور کون نہیں بجا پتا۔ اس کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اختتامی تقریب میں ہم بھی یہ مقابلہ دیکھ لیں گے۔

اس میں بچوں کی کیا دلچسپی ہو سکتی ہے؟ دیکھا جائے تو بڑے بھی کم ہی دلچسپی لیتے ہیں۔ سیشن ہیڈ کی پک اپ گھر کے سامنے آ کر کی تو پیانے جلدی سے رخصت چاہی اور ڈاگ ڈاکوالوداع کہہ کر چل دیا۔

سیشن ہیڈ کے معاون خصوصی سوارد نے پیا کو جاتے دیکھا تو پوچھا کیوں چل دیئے۔ تھوڑی دیر کیلئے رک جاتے۔

نہیں مجھے صبح جلد جا گنا ہوتا ہے اس لیے جاتا ہوں۔ میری طرف سے مغدرت قبول کر لیجھے گا۔ اس نے سیشن ہیڈ کو سلام کرتے ہوئے کہا۔ سیشن ہیڈ ہیڈ ماسٹر کھام باد کے ساتھ سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔ ہیڈ ماسٹر کنھا بھی ان کے ساتھ ساتھ تھا، فست ان کے پیچے پیچھے آ رہا تھا۔

پیا گھر پہنچا تو اس نے ڈربے میں جھاٹک کر چوزے دیکھے انہیں گنا تو تین کم لٹکے کوئی لے اڑا تھا لیکن وہ کیا کر سکتا تھا وہ جا کر سو گیا۔

دوسری صبح اس نے لڑکوں کو بتایا کہ ان کے چوزے چوری ہو گئے ہیں یا پھر انہیں کوئی سانپ یا کتایا گیدڑ کھا گیا ہے۔

ایک لڑکے نے کہا کہ ہڑے افسوس کی بات ہے میرا چوزہ تو بڑا ہو رہا تھا لیکن کس بدمعاش کے ہتھے چڑھ گیا۔ وجہی نے کہا کہ اس سے تو بڑی سہولت رہے گی۔ تم مناسب سمجھو کہ دیہات کے لوگوں کو قاتل کرو۔ میں بھی کبھی آ کر انہیں سمجھاؤں گا کہ ریڈنگ روم کھلنے اور اخبار بنی کے کیا فوائد ہیں؟ جب تم جگہ لے لو تو مجھے اعلان کرنا۔ میں اخباروں کے اجر کا موجودہ مالی سال ہی میں بندوبست کر دوں گا۔

وجہی کے چلے جانے کے بعد پیا نے محسوس کیا کہ اس پر ایک اور ذمہ داری آپڑی ہے وہ سبزیوں سے فارغ ہو کر مرغیاں پالنے کا منصوبہ ناچکا تھا۔ درخت لگانے میں بھی اسے کامیابی ہوتی نظر آ رہی تھی۔ لڑکوں نے آم اور اٹی کے جو درخت بڑی محنت سے لگائے تھے

اب بڑھنے لگے تھے۔ ان کی شاخیں نکل آئی تھیں۔ لڑکوں نے ہر درخت کی دیکھ بھال کیلئے درخت کیلئے ٹولیاں بنائی تھیں۔ درختوں کو پانی اور کھاد دینے میں وہ ایک دوسرے پر بازی لے جانے کی فکر میں رہتے۔ پیا کو بعض اوقات انہیں کہنا پڑتا کہ وہ ضرورت سے زیادہ کھادندیں۔ بہر حال وہ سبھی خوش تھے کہ ان کی محنت رنگ لارہی ہے اور انہیں اس کا شمل رہا ہے۔

پیا اور ڈاگ ڈاً مل جل کر کام کر رہے تھے۔ انہوں نے سکول کی عمارت بنانے والے ٹھیکیدار جنگ کارن کے ذیلی ٹھیکیدار کو اس بات پر آمادہ کرنا شروع کیا کہ سکول میں ٹائلک ضرور بُنی چاہئے۔ اس طرح ایک تو طباماء کو سہولت ہو جائے گی دوسرے ماحول کو صاف سقرا رکھنے میں مدد ملے گی۔

علاقوں میں پرانی طرز کی ٹائلک بنانے کا رواج تھا۔ ایک گڑھا کھود لیا جاتا اور اس کو حوانج سے فراغت کا ذریعہ بنالیا جاتا۔ اس طرح کی ٹائلک زیادہ پسند نہیں کی جاتی تھی۔ شاید یہی وجہ تھی کہ جو بن چکی تھیں لوگ انہیں بھی کم ہی استعمال کرتے، لڑکے بالے یوں بھی جھاڑیوں کے پیچھے جانے سے ڈرتے تھے پیا کی کوشش تھی کہ ٹائلک کا بنو بست ہو جائے۔

پیا نے مرغیاں پالنے کا منسوبہ شروع کرنے سے پہلے ہیئت ماسٹر کو اعتماد میں لیا اور لڑکوں سے کہا کہ وہ گاؤں میں جائیں اپنے گھر یا اپنے عزیزوں کے ہاں سے چوزے لائیں۔ سبزیوں اور تربوزوں کی فروخت سے جو آمدی ہوئی تھی اس سے مرغیاں اور چوزے خریدے گئے۔ اس طرح میں کے لگ بھگ مرغیاں اور چوزے جمع ہو گئے۔ انہیں دنکے کے علاوہ سبزیاں ڈالی جانے لگیں۔ دیہات میں مرغیاں آزاد پھرتی ہیں اور اپنی خوراک خود تلاش کرتی ہیں۔ پیا کی مرغیوں پر بھی کوئی روک ٹوک نہیں تھی۔ وہ بھی جہاں سے جو ملتا چک لیتیں۔

مرغیاں اور چوزے روز بروز بڑھنے اور موٹے ہونے لگے۔ ان کے پر ٹکل آئے تھے۔ سرخ اور بھورے مرغوں کی تلخیاں نکل آئی تھیں اور مرغیوں کے پر چکنے لگے تھے۔ استاد اور شاگرد مرغیوں اور مرغوں کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے۔ انہوں نے پہلے تربوز اگائے تھے۔ اب مرغیاں پالنے میں کامیابی حاصل کی تھی۔

ڈاگ ڈاً نے اپنی جماعت کو بالکل اسی انداز سے پڑھانا شروع کر دیا جو انداز پیا کا تھا پیا اپنے شاگردوں کو مختلف ذمہ داریاں سوچتا تھا جنہیں پورا کر کے طالب علم تسلیم محسوس

کرتے۔ پڑھنے میں ان کی دوچھی بڑھتی اور وہ جی لگا کر پڑھتے۔ ڈاگ ڈاہر طالب علموں میں فردا فردا دوچھی لینے لگی۔ وہ لاائق طالب علموں کے کام کو سراہتی جو کمزور تھے ان کا حوصلہ بڑھاتی۔ اس کا گھر یوبان میں تھا۔ پہلے وہ اکثر وہاں چلی جایا کرتی لیکن اب میئنے میں صرف ایک بار جانے لگی۔ نئے سال میں فروری کے وسط تک اسے گھر جانے کا خیال ہی نہیں آیا۔

ہفتہ اور اتوار کو ڈاگ ڈاہر پیاسا سکول جاتے اور نئی عمارت کے بننے کی رفتار دیکھتے۔ سکول کی عمارت مکمل ہونے کے قریب تھی۔ وہ مزدوروں کو شباباش دیتے ان کی حوصلہ افزائی کرتے اور انہیں اپنا کام جلد کرنے پر ابھارتے۔ فاضل وقت میں وہ تعلیم کا امدادی سامان تیار کرتے۔ نقشے، چارٹ، ماؤل، پتلیاں اس میں شامل تھیں۔

یہ سب کام پیاسا کی ملٹا کے مطابق ہوتا۔ کبھی کبھار کارن کھین سے بھی مدد لے لی جاتی۔ ڈاگ ڈاہر ابتداء میں پڑھانے میں کچھ زیادہ دوچھی نہیں لی تھی۔ سکول سے متعلق دوسری ذمہ داریوں کے بارے میں اس کا یہی رویہ تھا لیکن اب وہ دل لگا کر پڑھانے لگی تھی۔ دوسرے کام بھی بڑی تند ہی سے کرتی۔ لگتا تھا کہ پڑھا کر اور کام کر کے اسے تیکین حاصل ہونے لگی ہے۔

اچانک بھی کبھار ہی گاؤں آتا۔ کئی دنوں سے وہ نظر نہیں آیا تھا۔ اس نے محسوس کر لیا کہ ڈاگ ڈاہر سے ربط اور تعلق پڑھانے میں چند اس سمجھیدہ نہیں بس جتنا کچھ ان میں تعلق واسطہ تھا۔ وہ اس پر اکتفا کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ جہاں تک فسٹ کا معاملہ تھا۔ اسے قرضوں کے بوجھ نے اس درجہ دبادیا تھا کہ اس کی تمام اکٹھوں جاتی رہی۔ البتہ گاؤں والوں کی قیمت پر وہ آسودگی حاصل کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتا۔ جب اور جہاں کہیں کوئی تقریب ہوتی۔ خاص طور پر یہاں کھانے اور پینے کا سامان ہوتا وہ وہاں موجود ہوتا اور میز بانوں کا ساتھ دیئے میں پیش پیش رہتا۔ ہیئت ماسٹر، اس کا ساتھ دیتا اسے بھی کھانے پینے اور جوا کھینے کا لپکا تھا۔

گاؤں کے لوگ جلد ہی باور کرنے لگے کہ کہنے کو تو سکول میں چار استاد ہیں لیکن صرف دو پیاسا اور ڈاگ ڈاہر اپنے فرائض، احساص ذمہ داری کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ دو دوسرے عام طور پر سکول سے غیر حاضر رہتے لیکن کسی نے کبھی اس کا چچانہ نہیں کیا۔ دیہی علاقوں کے سکولوں

کے استادوں کا عام طور پر یہی رویہ تھا لیکن دیہات کے لوگ جب کسی فرض شناسی اور ذمہ دار استاد کو دیکھ کر ان کی ستائش کرتے۔ پیا اور ڈاگ ڈا کے معاملے میں بھی لوگوں کا یہی رویہ تھا۔ وہ دونوں کے کام کے مترف تھے۔

بعض لوگوں کا خیال تھا کہ پیا اور ڈا ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں لیکن پیا اور فایورم خاندان کا قریبی تعلق دیکھ کر وہ سوچ میں پڑ جاتے۔ وہ محسوس کرتے کہ پیا اس خاندان کا فرد بن گیا ہے اور اس کی ماں اور دوپھوں سے گہری دلچسپی ہے۔ وہ ان کیلئے چاول اور تختے تھانف لاتا۔ کبھی ماں کیلئے کبھی بچوں کیلئے وہ جواب میں اس کی وہ خدمت بھی لاتے جو عام طور پر دیہات میں اپنے عززیوں کی بجالا یا کرتے ہیں۔ وہ اسے بانس کی پتلیاں، مجھلیاں اور کھانے کی دوسری چیزوں بھجواتے رہتے۔ سیاگ ایسی چیزیں ہی پیا کیلئے لایا کرتا۔ کبھی فایورم یہ چیزیں لے جایا کرتی لیکن وہ اکیلی کبھی نہیں گئی۔ کوئی نہ کوئی اس کے ساتھ ضرور رہا۔ یہ فروری کے شروع کے دن تھے۔ موسم ابھی سرد تھا۔ ایک دن سکول بند ہونے کے بعد پیا اور ڈا ایک ڈا بچوں کو سکول کی گروئنٹ میں پینگ اڑاتے دیکھ رہے تھے۔ کچھ ایسی سردی بھی نہیں تھی؛ معمول کے مطابق ہی تھی۔ صرف ٹھنڈی ہوا چلے گئی تھی۔ جس میں پینگ اڑانا آسان تھا۔ ٹھنڈی ہوا، جنوری میں چنان بند ہو جایا کرتی ہے لیکن اس بار فروری میں بھی خاص خنکی تھی۔

سیاگ، طین اور ان کے ساتھیوں میں پینگ بازی کا مقابلہ ہو رہا تھا۔ ان کے پینگوں کے دھاگے ایک ہی قسم کے تھے اس کے باوجود دیکھا جاتا کہ کس کی پینگ زیادہ اونچی اڑتی ہے۔ پینگ باز نفرے بلند کرتے، پینگوں کی سرسر اہٹ سے الگ آواز پیدا ہوتی۔ ڈا ایک نے کہا کہ یوبان میں بھی اس طرح پینگ بازی ہوتی ہے اور پینگ اڑاتے وقت اس طرح کی آواز آتی ہے۔ خدا جانے بعض لوگ اس آواز کو پسند نہیں کرتے اور اس شکایت ہوتی ہے کہ یہ آوازانیں بہرہ کر دے گی۔

ہمارا تجربہ اور طرح کا ہے جو آواز کا نوں کو بھلی لگے جو چیزیں کھانے میں مزہ دیں جو اشیاء خوبصورت ہوں انہیں بھلا کون کہہ سکتا ہے۔ مختلف قومیوں کا مزاج اور ان کی پسند مختلف ہو سکتی ہے لیکن اچھی آواز اور اچھی شکل ہر کسی کو اچھی لگتی ہے۔ میں ڈرتی ہوں کہ جب فضا میں ہوائی چہاز اڑنے لگے تو ان کی آواز کے بارے میں یہ لوگ کیا کہیں گے؟ یوبان کے لوگ تو

سخت مفطر ب اور بے کل ہو جایا کریں گے لیکن چند برس بعد بھی آوازیں انہیں بھی لگنے لگیں گی۔ ”پیا کی نظریں آسان میں گلی تھیں۔

ڈاگ ڈانے پیا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ میں کچھ کرنا چاہتی ہوں۔ لیکن کیا کرنا چاہتی ہوں۔ یہ نہیں جانتی۔ یہ کسی تجربہ کار سے مشورہ کرنا چاہوں گا۔

پیا نے آسان پر نظریں گاڑتے ہوئے پوچھا کہ وہ کون تجربہ کار ہے؟“

”وہ تم ہو،“ ڈاگ ڈای کہہ ہنسنے لگی، یہ نہ سمجھنا میں تمہاری چاپلوسی کروہی ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ تم میری مدد کر سکتے ہو۔

یہ صرف میرا ہی کام نہیں سب کا ہے۔ تم جانتے ہو کہ میں گاؤں میں ایک ریڈنگ روم کھولنا چاہتی ہوں، وچائی نے بھی اس دن بھی کہا تھا۔ تمہارا کیا خیال ہے۔

”میرے خیال میں، ہمیں گاؤں کے بزرگ لوگوں سے بات کرنی چاہئے اس سلسلے میں ایو سے ملنا مناسب رہے گا۔ یہ کام تم اکیلے ہی کرو گی۔ مناسب بھی بھی ہے۔ میں کوشش کر دیکھتی ہوں لیکن پیا تمہیں میرا ساتھ دینا ہو گا۔

وہ دن کے اندر ریڈنگ روم بننا شروع ہو گیا۔ ڈاگ ڈانے گاؤں کے کھیا سے اجازت لے لی۔ گاؤں کے لوگ بھی خوش تھے۔ گاؤں کے وسط میں ریڈنگ روم کیلئے ایک ہال لے لیا گیا۔

ہر گاؤں میں ایک ہال ضرور ہوتا ہے جہاں مختلف قسم کی تقریبات کی جاسکتی ہیں۔ آئے گئے کوہاں ٹھہر ایسا جا سکتا ہے۔ جلسے بھی کیے جاسکتے ہیں جو ہال ڈاگ ڈانے گاؤں کے کھیا سے اجازت ٹھا اور زمین سے ایک میٹر بلند تھا۔ اس کی دیواریں نہیں تھیں۔ ڈاگ ڈانے گاؤں کے لوگوں سے کہا کہ وہ ہال کی دیواریں تعمیر کرنے میں مدد کریں۔ سب نے مل کر تین طرف کی دیواریں کھڑی کر دیں۔ ایک طرف پانوں کو قطار میں کھڑا کر دیا گیا۔ اخبار اور کتابتیں رکھنے کیلئے پانس ہی سے ٹیلیف بنائے گئے۔ فوجائی کھان اور سورم سک دونوں یہ روزگار تھے۔ انہوں نے ہال کی دیکھ بھال کرنے کی ذمہ داری سنپھال لی۔

کام مکمل ہو گیا تو پیا اور ڈاگ ڈانے وچائی کو کہا م کہ وہ آئیں اور دیکھ لیں کہ آیا سب کچھ حکمہ تعلیم کے معیار کے مطابق ہے یا نہیں۔

وچائی اپنی پہلی فرصت میں آیا اور انتظام دیکھ کر بولا تمام کام معیاری ہے اب معاملہ مجھے کی اجازت لینے کا ہے۔ اس کیلئے مقررہ طریقہ اپناتا ہی ہوگا۔ گاؤں کے لوگوں کی طرف ایک درخواست لکھی گئی جو تعلیم بالغاء کے شعبے میں جائے گی۔ وہاں سے ضروری اخراجات کیلئے رقم کی منظوری ملے گی۔ میری کوشش ہوگی کہ یہ کام جلد مکمل ہو جائے۔ نئے سکول کے افتتاح کے وقت ہم گورنر سے کہہ سکتے ہیں کہ ریٹینگ روم کا بھی افتتاح ہو جائے۔

اب گاؤں میں دو اخبار آنے لگے ڈاگ ڈائے بتایا کہ سوم سکریٹنگ روم کا انچارج ہو گا وہ اخباروں کی دیکھ بھال کرے گا۔ حساب کتاب رکھے گا۔ کتابوں کیلئے چندہ وصول کرے گا۔ اخباروں کا انتخاب ڈاگ ڈا اور پیانے مل کر کیا۔ ان میں سے ایک مقبول عام اخبار تھا اور دوسرا نجیہہ ڈاگ ڈائے جو سائل خریدتی رہی تھی وہ بھی یوبان سے ریٹینگ روم کیلئے لے آئی۔ پیانے بینکاک میں اپنے دوست احباب اور اساتذہ کو لکھا کہ وہ پرانی کتابیں اور رسائے سمجھو سکیں تو ضرور سمجھوائیں کئی ایک نے سمجھوائے بھی۔

چند ہی ہفتوں میں ریٹینگ روم نے لاپریزی کی شکل اختیار کر لی۔

ڈاگ ڈا اور پیا کے مشاغل اور کام میں دچپی کو دیکھ کر ہیڈ ماسٹر اور فسٹ نے بھی رویہ بدلا اور وہ بھی سکول کے معاملات میں زیادہ دچپی لینے لگے۔ فسٹ کی فضول خرچی ختم تونہ ہوئی لیکن کم ضرور ہو گئی۔ اس کی شراب خوری بھی کم ہو گئی۔ سکول میں حاضری بھی زیادہ ہو گئی۔ وہ سکول کے شروع ہونے سے بند ہونے تک سکول میں موجود رہتا۔

سکول کے افتتاح کی تاریخ قریب آ رہی تھی۔ ڈسٹرکٹ سیکشن ہیڈ اور اس کے معاون سواؤ سکول آئے اور ہیڈ ماسٹر کو ہدایت کی کہ افتتاحی تقریب کو شاندار بنانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی جائے۔ گورنر سے درخواست کی جا رہی ہے کہ وہ سکول کا افتتاح کریں۔ اس موقع پر ہر کوئی موجود ہو گا۔ سب کی نشست برخاست کا انتظام ہونا چاہئے۔ ماحول صاف خوبصورت ہونا چاہئے۔ کھانے کا عمدہ بندوبست ہونا چاہئے۔ میرا خیال ہے کہ امفور سے ایک عورت کو بلانا چاہئے جو کھانا تیار کرنے کی مہر ہو۔ طلباء اور دیہاتی مل کر خوشی اور شادمانی کا کوئی اچھا سا بندوبست کریں اور اس لیے جتنا کچھ ہو سکتا ہے کریں۔ ہیڈ ماسٹر اور اساتذہ تمام سرگرمیوں کے انچارج ہوں گے۔

سکول کے افتتاح کیلئے 22 مارچ کی تاریخ مقرر کی گئی۔ اس وقت تک تمام انتخابات مکمل ہو چکے ہوں گے۔ ہیڈ ماسٹر اور اساتذہ نے تقریب کی کامیابی کیلئے کام کرنا شروع کر دیا۔ گراونڈ صاف کی گئی شاخیں اور پتے جو جھپڑے تھے اٹھاد دیے گئے۔ گرے ہوئے درختوں کے تین اکھاڑے پھینکئے گئے۔ پھولدار پودے گلوں میں سجادہ دیے گئے۔ جلسہ گاہ کیلئے شامیانے کا بندوبست کر لیا گیا۔ کئی جگہ بورڈ آویزاں کر دیے گئے جن لوگوں نے سکول کی تعمیر میں کس طرح حصہ لیا چندہ دیا ان کے نام بھی لکھے گئے۔ میگ کورن کا نام خاص طور پر نمایاں تھا۔ اس نے طلباء کیلئے پینے کا پانی رکھنے کیلئے 400 گلین کا ایک مینک اساتذہ کیلئے کریساں اور میز کتابیں اور کاغذات رکھنے کیلئے ایک الماری دی۔

پہانے سکول کی عمارت اور گراونڈ کو صاف کرنے اور ڈائگ ڈائے طلباء کی تقریب کے متعلق مختلف ذمہ داریاں پوری کرنے کی تربیت دی۔ فسٹ نے دونوں کا ہاتھ پہلایا۔ تمام تیاریاں مکمل ہو گئیں۔

افتتاح سے تین ہفتے پہلے ایک دن ہیڈ ماسٹر لوٹے لوگوں کو اکٹھا کیا۔ سیشن ہیڈ اور ایک استینٹ ڈسٹرکٹ افراطلاع کیلئے گاؤں آگئے تھے۔ وہ لوگوں سے باقیں کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ سکول کے افتتاح کی تاریخ بھی قریب ہے اور چاند کی بارہویں تاریخ بھی۔ دیہات کے لوگ دونوں کو جوش و خروش سے منانا چاہتے ہیں۔ کیا اچھا ہو کہ دونوں ایک ہی دن منائی جائیں۔ اس طرح ہم اپنے معزز مہماں کو دکھائیں گے کہ یہاں کے لوگوں میں باہم کتنا پیار و محبت اور اعتناد ہے۔ دوسرا علاقے کے رسم و رواج کی بھی نمائش ہو جائے گی۔ آپ کے خیال میں کیا ایسا کرنا ممکن ہے؟

کارن کیرن نے سب سے پہلے رائے ظاہر کی ایسا ممکن ہے سب نے اتفاق کیا اور ہیڈ ماسٹر لوٹے کہا کہ سب بہنوں اور بھائیوں کوں کراس تقریب کو ہر لحاظ سے شاندار اور مثالی بنادینا چاہئے۔ آتش بازی، موسیقی اور درسرے فنون کے مظاہرے کا بھی بندوبست کرنے کیلئے ذمہ داریاں تفویض کر دی گئیں۔

اسی صبح، سکول کے پچھوڑے، جنگل میں جوئے کی بازی لگی۔ تھٹ فون نے حسب روایت داؤ پر لگنے والی رقوم کا حساب رکھنا اپنے ذمہ لے لیا۔ سوم بٹ بھی جواء کھلنے والوں میں

شامل تھا۔ داد دینے والے خوب شور مچاتے۔ ایک آواز آتی تم نے پیا کے چوڑے چوالیے  
ہیں۔ نہیں وہ پیا کے چوڑے نہیں تھے۔ وہ میرے تھے۔ میں نے ذبح کر کے پکالیے ہیں۔  
ابھی آپ کو کھانے کیلئے پیش کرتا ہوں۔

## باب 18

ہیڈ ماسٹر کام ماؤ کر اپنے کام پڑھنے پڑھانے یا طبلاء کی ترقی سے چندال دچپی نہیں تھی۔ لیکن جب اس نے سنا کہ اعلیٰ افسر خاص طور پر گورنر صوبائی ڈائریکٹر تعلیمات سکول میں آ رہے ہیں۔ اس نے اپنے اساتذہ اور طبلاء کو ہدایت کی کہ تمام انتظامات، نہایت عمدہ طریقے سے کیے جائیں تاکہ معزز مہمان انہیں دیکھ کر خوش ہوں۔ ہر چیز قرینے سے اپنی اپنی جگہ دھری ہو۔ صاف ہو اور قاعدے ضابطے کے عین مطابق ہو۔ اساتذہ کی وردیاں صاف سترہی اور بے داغ ہوں۔ جذبات تک میں قواعد کو پوری طرح ملحوظ رکھا گیا ہو۔ اسے ڈاگ ڈا اور فست کے بارے میں تشویش تھی کیونکہ دونوں سرے سے وردی پہننے ہی کے خلاف تھے تاہم انہوں نے ہیڈ ماسٹر کی بات مان لی اور تقریب میں وردی پہننا قبول کر لیا۔

فست نے اپنی وردی امفور کے ایک درزی سے سلوائی معاوضہ بعد میں ادا کرنا طے کیا۔ فیشن کے مطابق چنان کے پانچھے کھلے رکھوائے گئے۔ ڈاگ ڈا نے یوبان جا کر اپنے درزی کو وردی سینے کا آرڈر دیا ساتھ ہی تاکید کی کہ وردی جلد تیار کی جانے چاہئے۔ ہیڈ ماسٹر نے اساتذہ اور شاگردوں کو یہ ہدایت بھی کہ وہ مہمانوں کا ادب ملحوظ رکھیں۔ پورے رکھ رکھاوے سے ان کے پیش آئیں۔ استادوں کیلئے لازم تھا کہ وہ اپنا کروار نہایت خوش اسلوبی سے ادا کریں۔ اس کیلئے انہیں بار بار ری سرل کرنی چاہے تاکہ بھول چوک امکان نہ رہے۔ ہیڈ ماسٹر نے تمام ہدایات تحریر کر لیں اور انہیں بار بار پڑھنے اور یاد رکھنے کی تلقین کی۔ ہیڈ ماسٹر کا تقاضا تھا کہ استاد اپنا کروار نہایت چھٹکی سے ادا کریں۔ بھول چوک کا کوئی امکان نہ رہے۔ کھشن نے اپنی تقریب یاد کر لی تھی لیکن تقریب کرتے ہوئے وہ مہمانوں کے نام بھول گیا۔ ہیڈ ماسٹر نے اسے تنیہہ کی وہ غلطی پھر نہ دھرائے، بہتر ہو گا کہ وہ اپنی تقریب لے تاکہ بھولنے کا امکان ہی نہ رہے۔ گاؤں کے لوگ مہاچارث کا میلہ منانے کی تیاریوں میں لگے ہوئے تھے۔ یہ میلہ لارڈ و

سانسرا کی ایڈ میں اور اسے خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے منایا جاتا ہے۔ لوگ اسے ایک روحانی تجربہ اور اپنے لیے باعث برکت سمجھتے ہیں۔ میلے میں ہر طرح کے پکوان پکتے اور کھائے جاتے ہیں۔ لاڈلا اور چینی کیک خاص طور پر پسند کیے جاتے ہیں۔ کیلے کے چوں میں لپٹے ہوئے چاول کے کیک بھی لوگوں کو پسندیدہ ہیں۔ کھانے کے سلسلے میں لوگوں کا ایک ہی معیار تھا کہ بہت ہوا درلنڈ یزد ہو۔

چاول پکانے کا جو طریقہ یہاں رائج ہے اس کے مطابق چاول پانی میں بھگو دیئے جاتے ہیں بعد میں انہیں کوٹ کر مل لیا جاتا ہے پھر چھوٹے چھوٹے پیڑے بنایا کر انہیں نوڈلز میں پروکر پکایتے ہیں۔ انہیں بانس کی بنی ہوئی ٹشتریوں میں رکھ کر پیش کیا جاتا ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ چاول کیلے کے چوں میں لپیٹ کر اور ان میں لوپیما ملا کر پانی میں ابال لیا جاتا ہے۔ یہ چاول کئی روز تک کھانے کے قابل رہتے ہیں۔

سارے کھانے میلے سے ایک روز پہلے تیار کر لیے جاتے ہیں۔ جیسے جیسے میلے کا اور سکول کے افتتاح کا دن قریب آ رہا تھا، گاؤں کے لوگ بڑے جوش و خروش سے تیار یوں میں لگ گئے تھے۔ کارٹ کی بیس دن میں دو تین مرتبہ امغور آنے جانے لگی۔ لوگ زیادہ سے زیادہ خریداری کر رہے تھے۔ کچھ لوگ چیزیں فروخت کرنے کیلئے بھی لانے لگے۔ لڑکوں نے سکرت اور بلاوز خردیے مائی فام کیک اور مٹھائیاں لائی۔ ہیڈ ماسٹر خام ماد نے شراب کی بوتوں کا آرڈر دیا اس کی قیمت مام اساتذہ نے مل کر کدا کی۔

فایورم نے گاؤں کے کھیاالوا کی بیوی کو کھانا پکانے میں مدد دینے لگی۔ سوم بٹ ایسے موقعوں پر گاؤں میں ضرور رہتا۔ کام کاچ کرنے کیلئے نہیں بلکہ اپنے چاہنے والوں کو دیکھنے کیلئے۔ پینے پلانے کی ہر محفل میں شریک ہوتا، جواء کھیلتا اور مونج اڑاتا۔

کھیا تھانگ کارکن کیرن اور ہیڈ ماسٹر گورنر کی ذمہ داری پر کئے جانے والے انتظامات کے بارے میں باہم مشورہ کرتے رہے۔ طے پایا کہ گورنر کا کھیا کے گھر، سواگت کیا جائے گا۔ کم و بیش تمام انتظامات مکمل تھے۔ بس یہ طے نہیں ہوا تھا کہ ڈرم بجانے کا مقابلہ کیسے ہو گا۔ فیصلہ کیا گیا کہ سب لوگوں کو کھلی دعوت دے دی جائے کہ جو اس مقابلے میں شریک ہونا چاہے ہو سکتا ہے۔ مقابلے کا فیصلہ کرنے کیلئے دور کے ایک علاقے سے ایک ماہر کو بلا بھیجا گیا۔ کھیا

نے اسے کہا کہ گورنر آ رہا ہے۔ اس کیلئے ڈرم بجائے کے مقابلے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ تم سے بہتر کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا کہ کس نے اچھا بجا یا کون معیار پر پورا نہیں اتر سکا۔ اس لیے تم پر بھروسے کر رہے ہیں کہ خوب اور ناخوب کا فیصلہ ہو جائے گا۔ یہی کون تمہارے ہمراۓ معرفت ہی مقابلے کا نتیجہ نکلنے کے بعد وہ تم پر ہزاروں روپے نجحاوہ کر دیں گے۔ اس نے کہا کہ کان سالک جانے کے بعد میں نے درخت کاٹنے کے سوا اور کچھ نہیں کیا اس لیے مقابلے میں اترنے سے گھبرا تا ہوں۔ بہتر ہی ہے کہ مجھے مجبور نہ کیا جائے۔ کارن کیرن نے اس کی بہت بندھاتے ہوئے کہا کہ حوصلہ نہ ہار قم تمہارے بارہ ہوں گے۔

مہاچارٹ کا میلہ مارچ اپریل کے مہینوں میں ہوتا ہے۔ اس موسم میں برسوں پھول کھلے ہوتے ہیں۔ گرمی کا آغاز ہو چکا ہوتا ہے۔ جنگل پودوں کے پھولوں سے مہک گئے ہوتے ہیں۔ جنگل کے پاس کے کھیتوں میں سرخ کپاس کے پھول عجیب بہار دینے لگتے ہیں۔ ہر پھول کی الگ خوشبو ہوتی ہے ان کی رنگ جدا اور باس الگ ایسے میں لوگ لاڑ دستارا کا جلوس نکلتے ہیں۔

اس تقریب کا سب سے اہم مہاچارٹ کے ان اشلوکوں کا ہاتھ ہے جن میں گوم بدھ کی کھاپیان کی جاتی ہے کہ اس نے کس طرح شہزادے کی پرآسائش زندگی تیاگ کر زواں حاصل کیا۔ ان اشلوکوں کے تیری دہان میں جو ایک ہی دن میں پڑھے جانے ہوتے ہیں جب اشلوکوں کا ہاتھ ہو رہا ہوتا ہے۔ گاؤں کے لوگ راہب خانے میں نذر نیاز گزارتے ہیں۔ راہیوں کو کچھ نہ کچھ ضرور دیا جاتا ہے۔

نذر نیاز میں ہر طرح کی چیزیں شامل ہوتی ہیں۔ کھانے پینے کی اشیاء سے لے کر قربانی کے جانور تک اور سب سے بڑھ کر روپیہ پیسہ جو جتنا زیادہ دیتا ہے اس کی اتنی ہی شہرت ہوتی ہے۔ میلے میں تفریح کا عصر بھی نمایاں رہتا ہے۔ ریس، تماشے، ڈرامے، فلم، کھیل اور دلچسپی کی وہ تمام صورتیں جو گاؤں کے رہنے والوں کو کم ہی میسر آتی ہیں۔ قدیم قصے کہانیاں ہی ڈراموں کی محور ہوتی ہیں۔ لوگ ان میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں اور روز شوق سے دیکھتے ہیں۔

اس موقع پر انتظامات کیلئے جو کمیٹی بنائی گئی اس نے طے کیا کہ اگر اس کیلئے مشہور ادکاراؤں کی منڈی بیلانی جائے۔ تقریب دو جگہوں پر کی جائیں گی۔ کچھ سکول میں اور کچھ

گاؤں کے ہال میں مذہبی رسم کیلئے پلیٹ فارم تیار کیا گیا۔ راہب خانے کو سجا یا گیا۔ لاڈومنتاری کی زندگی پر منی جھلکیاں پر دوں پر نقش کی گئیں۔ بینک کی اکثر عبادت گاؤں کے باہر بھی ایسے ہی تصویری پر دے لئے ہوتے ہیں۔ سکول میں تقریب کیلئے استادوں نے پوری تیاری کری۔

ہیڈ ماسٹر کنٹھا اور دسراں نے رات ہیڈ ماسٹر کے ہاں بسر کی۔ ہفتہ بھر میں بینک ٹھہرے رہے۔ دن میں وہ سچ بنا نے میں ہاتھ بیٹاتے تھے۔ سچ کو پھولوں اپیلوں اور شاخوں سے سجا یا گیا تھا۔ سیکش ہیڈ اور سواء تیاریوں کی رفاقت کیخنے پر دوسرے روز آتے۔ ان کا کہنا تھا کہ گورز پرانے رسم و رواج کے دلدادہ ہیں۔ اس لیے تمام رسم ادا کی جانی چاہئیں۔ گاؤں کے تمام بڑے بڑھوں سے کہنا چاہئے کہ وہ گورز اور دوسرے اہم لوگوں کے بازوں پر تبرک کے طور پر دھاگے پاندھیں۔ تمام لوگ صاف ستر الباس پہنے ہوئے ہوں۔

ڈاگم ڈاپھوں کو تیار کرنے میں مصروف رہی۔ آس پاس کے سکولوں میں استاذہ نے سچ بنا نے اور اسے سجانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ طلباء کے امتحان ختم ہو چکے تھے اس لیے استادوں کو انہیں پڑھانے کی فکر نہیں تھی۔ امتحانات ختم ہونے کے بعد تعلیم کا سلسلہ منقطع ہو جایا کرتا ہے۔ تعلیم کا مقصد ہی امتحان پاس کرنا ٹھہرالیا گیا ہے۔ متاثر آنے کو تعلیم کے مکمل ہونے کا ثبوت تسلیم کیا جاتا ہے۔ طلباء پڑھنے کی ذمہ داری سے اور استاذہ پڑھانے کی ذمہ داری سے بری ہو جاتے ہیں۔

پایانی کاروہ دن آپنچا۔ مذہبی تہوار کے شروع ہوتے ہیں سکول میں بھی تقریبات کا آغاز ہو گیا۔ صبح ہوتے ہی ڈھول پیٹے جانے لگے جو اعلان تھا کہ لوگ خوشی منانے اور دعوم چانے گھروں سے باہر نکل آئیں۔ گاؤں والوں کے لیے یہ سرخوشی اور بیکھڑتی کا دن تھا۔ دوسرے دیہات سے آنے والے مہمانوں کیلئے کھانے تیار کیے جانے لگے۔ شام کو جلوں نکلا گیا جس میں راہب اور ان کے پیروکار بھی شامل تھے۔ جلوں کا آغاز کھیتوں کے پاس جنگل سے ہوا، جہاں راہب دائرے میں بیٹھے ہوئے تھے وہ سر میں اشلوک کا رہے تھے۔ سورج جنگل کے درختوں کے پیچے چھپ گیا تو جلوں نے گاؤں کا رخ کیا۔ لوگوں نے چنگل سے پتھے ہوئے پھول اٹھا رکھتے تھے جو عبادت کے وقت پیش کیے جانے تھے۔

اسی روز سکول کی عمارت میں نصب نئے نام کی تختی کی نقاب کشائی ہوتی تھی۔ گورنر کو تقریب میں شرکت کیلئے آنا تھا لیکن وہ نہیں آتے۔ سیکشن کے سربراہ اس پر مول تھا لیکن ہیئت ماسٹر اور اساتذہ خوش تھے کہ ایک امتحان سے بچ گئے۔ گورنر کو کسی اہم اجلاس میں شرکت کرنا پڑ گئی تھی جو لوگ گورنر کا سواگت کرنے جمع ہوئے تھے انہوں نے پوچھا کہ کیا وہ اب گھروں کو جاسکتے ہیں سیکشن کے سربراہ نے کہا کہ نہیں گورنر نہیں آئے تو کیا ہوا۔ ان کی جگہ وزیر تو آئے ہیں۔ آپ لوگ سکول کے افتتاح کے موقع پر موجود ہیں۔

ایجوکیشن افسر کی پارٹی اس گاؤں کیلئے روادہ ہوئی جہاں سکول تعمیر ہوا تھا۔ اس کے آگے آگے سیکشن کے سربراہ کی پک اپ تھی۔ وہ جس سڑک پر جا رہے تھے۔ وہ علاقے کے ترقیاتی پروگرام کے تحت بنی تھی۔ اس کی تعمیر میں گاؤں کے لوگوں نے بھی حصہ لیا تھا۔ ایجوکیشن افسر نے شبے کے سربراہ سے کہا کہ میں پہلی مرتبہ اس سڑک پر آیا ہوں اس پر قدم پر لوکھٹے پڑے ہوئے ہیں۔ راستے میں ایک مل بھی آئی جس کی چمنی سے دھواں انٹھ رہا تھا ان کھیتوں میں سے گزرتی ہوئی سڑک پر آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے تھے۔ کھیتوں کے ساتھ ہی جنگل تھا بہت گھنا اور گھرا، میلیوں تک پھیلا ہوا۔ شبے کے سربراہ نے بتایا کہ وہ جنگل میں سے کبھی نہیں گزرا موقع ملا تو ضرور گزرے گا۔

سکول میں لوگ بڑی تعداد میں جمع تھے۔ وہ مہماںوں کا انتظار کر رہے تھے۔ بھوک کے مارے ان کا براحال تھا۔

سکول کے بچے مہماںوں کے استقبال کیلئے دور ویہ کھڑے تھے۔ پیانے بچوں کو اس طرح کھڑا کرنے کی خلافت کی تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ یہ رسم پرانی ہو گئی ہے۔ ماہرین تعلیم نے بچوں کو استقبالیہ کیلئے کھڑا کرنے کی سخت مخالفت کی جس کے بعد اس کی ممانعت کر دی گئی لیکن ہیئت ماسٹر کے اصرار پر بچوں کو کھڑا کرنے پر اصرار کیا۔ اس کا کہنا تھا کہ جب سے گاؤں بسا ہے اور سکول قائم ہوا ہے۔ پہلا موقع ہے کہ گورنر آ رہا ہے اس لیے اس کا اور دوسرے افسروں کا شیان شان استقبال کیا جانا چاہئے۔

بچوں اور استادوں کو کھڑے ہوئے بہت دیر ہو گئی تھی۔ وہ سبھی تھکن محسوس کرنے لگے تھے۔ لڑے کھیل کو دیں مصروف ہو گئے۔ جس سے ان کی وردیاں میلی ہو گئیں۔ گاؤں سے ڈرم

بجھنے کی آواز آئی جو اس بات کا اعلان تھا کہ مہان پہنچنے والے ہیں۔ لڑکے کھیل کو دچھوڑ کر پھر سے آ کر قطاروں میں کھڑے ہو گئے۔

استقبالیہ کمیٹی کے ارکان بھی تحکم گئے تھے۔ گورنر کو دوپہر تک پہنچا تھا لیکن اس کے کوئی آثار دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ شعبہ تعلیم کے سبھی افراد دردیاں پہنچے موجود تھے۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ تیاریاں مکمل ہیں۔ ان میں کوئی کی تو نہیں رہ گئی انجوکیشن افرنے اعلان کیا کہ گورنر اپنی کسی خاص مصروفیت کی وجہ سے نہیں آسکیں گے۔ ان کی جگہ وزیر آر ہے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں سکول کا معافینہ کرلوں۔

ڈاگ ڈالنے پانی میں بھی ہوا تو لیہ انہیں پیش کیا تاکہ وہ ہاتھ منہ صاف کر کے تازہ دم ہو جائیں۔ سیکشن کے سربراہ نے سکول کی تختی کی نقاب کشی کی اور کہا کہ سکول بڑھایا لکڑی سے بنایا گیا ہے۔ اس کا فرش، اس دیواریں سب لکڑی کی ہیں۔ منگ کورن نے ٹھیکر لیا تھا جس کی عمدہ تعمیر کا سہرا اسی کے سر بندھتا ہے۔ یہ سن کر منگ کورن کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اب تھائے پیش کرنے کا مرحلہ آیا۔ جس سے پہلے یونگ کورن نے تھائے پیش کیے۔

اس کے بعد دوسروں کی باری آئی کسی نے بتایا کہ اس نے پانی کے لیے لوہے کی ٹینکی دی ہے۔ کسی نے چار میز اور کریساں دی ہیں۔ مہانوں کیلئے نشتوں کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔

جب تھائے کا مرحلہ ختم ہوا تو پھر نقد عطیات پیش کیے جانے لگے جن سے سکول کیلئے ضروری سامان خریدنا اور نادار بچوں کیلئے وظائف کا اہتمام کرنا تھا۔ عطیات سو اور ایک سو پچاس روپے تک تھے۔ اس سے بھی کم عطیات موصول ہوئے۔ سب کے آخر میں سکول کے ایک پانے طالب علم نے پانچ سورپے کا عطا دیا۔ یہ ایک خاتون تھی۔ جس نے ایک فرگی سے شادی کی تھی اور امریکہ چل گئی تھی۔ وہ اپنے پانے گاؤں آئی تو سکول کے افتتاح کی تقریب میں شریک ہوئی۔

دوپہر کا کھانا ختم ہوا تو تمام مہان ڈھولوں کا مقابلہ دیکھنے کیلئے چل دیئے۔ اس مقابلے کا گورنر کو اعزاز میں اہتمام کیا گیا تھا۔ گورنر تو نہیں آئے لیکن مقابلہ ملتوی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ڈھول پیٹھے جانے لگے۔ ہر کسی کی کوشش تھی کہ اس کے ڈھول کی آواز دوسروں سے بلند اور تیز ہو۔ ڈھول الگ الگ بھی بجائے جاتے رہے اور ایک ساتھ بھی۔ وہ شور تھا کہ کانوں پڑی

سنانی نہیں دیتی تھی۔ زمین کا نپتی محسوس ہوتی تھی۔

اسی اثنائیں ایک نوجوان مخاطب کر کے بولا۔ ہمارا ڈھول بجانے والا چلا گیا ہے۔ آخر کیوں؟ کہتے ہیں کہ اسے خبر ملی تھی کہ اس کے ہاں بیٹا ہوا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ واپس اپنے گاؤں چلا گیا۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ اس کی جگہ کے رکھا جائے ایسا کوئی بھی نہیں تھا جو اس کی جگہ لے سکتا۔ کسی نے کہا کہ صرف کارن کھین اس کی جگہ لینے کے قابل ہے۔ لوگ اسے پاگل کہتے تھے۔ وہ بھی کم آمیز تھا کسی سے نہیں ملتا تھا۔ لوگ بھی اس سے پرے پرے رہتے۔ اسے لانا، آسان نہیں تھا، اسے ہاتھی سے باندھ کر بھی لاتے تو نہ آتا۔

گاؤں کے کھیا سے لوآنے کہا۔ میں خود جاتا ہوں اور اسے لاتا ہوں۔ پیا اور فست اس کے ساتھ ہو گئے۔ نہیں زیادہ دور نہیں جانا پڑا۔ کارن کھین نہیں راستے میں ہی مل گیا۔ وہ خود ڈھول بجانے کا مقابلہ دیکھنے آرہا تھا اسے جب پہنچے چلا کہ گاؤں کی طرف سے ڈھول بجانے والا چلا گیا تھا اس کی جگہ کون لے یہ مسئلہ درس رہنا ہوا ہے۔ کارن کھین نے خلاف توقع آگے بڑھنے اور ڈھول بجانے کی حاضری بھر لی۔ اس نے ڈھول تھاما اور اس پر ضرب لگانا شروع کی۔ آواز پہلے دھیمی تھی آہستہ آہستہ بلند ہوتی گئی۔ پھر اتنی بلند کہ کسی نے اتنی بلند آواز پہلے نہیں سنی تھی۔ کارن کھین پر جذب عشق کا عالم تھا۔ وہ ڈھول بجانے میں ایسا محو ہوا کہ اسے کچھ پہنچنا تھا کہ وہ کہاں ہے اور کیا کارنامہ سرانجام دے رہا ہے۔ مقابلہ ختم ہوا تو کارن کھیل کو کامیاب قرار دیا گیا۔ یہنگ کورن نے اسے ایک سور و پے انعام کے طور پر دیئے۔ وہ اس رقم سے مٹھائی خرید لایا ہے اس نے بچوں میں تقسیم کر دیا۔ لڑکے اس کے گرد گھیرا ڈال کر ناپھنے لگے وہ خوش تھے نہیں اتنی بہت سی مٹھائی مل گئی تھی۔

سب سے زیادہ خوش پیا کو تھی۔ وہ کارن کھین کے پاس گیا اور اس کی کامیابی پر مبارکباد کہی۔ کارن کھین جب مٹھائی خرید رہا تھا۔ لاوڈ پیکر پر انعام چیختنے والوں کے ناموں کا اعلان ہونے لگا۔ انعام دینے والے دیہات کو کپ اور ڈھول بجانے والوں کو پیکٹ دیئے گئے۔ کارن کھین کو بھی پیکٹ ملا۔ پہلے کی طرح اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں ابھرا۔

پیا اور فست رات کا کھانا تیار کرنے کیلئے سکول کی طرف چل دیئے۔

گاؤں کے ریٹنگ ہال میں ڈائنگ ڈا' فست، سوم سک اور پیا اینجوکیشن افسر کی آمد کے

منتظر تھے۔ وہ جانتا چاہتے تھے کہ گاؤں والوں نے جو کچھ کیا تھا اس کے بارے میں اس کا کیا تاثر تھا۔ ڈاگ ڈانے سے مختصر آپتیا کہ انہوں نے کس طرح ریڈنگ روم بنایا ہے۔ ججویز ان کی تھی جسے قول کر لیا گیا اور پھر سب نے مل جل کر لوگوں کیلئے اخباروں کا انتظام کر لیا۔ انہیں پہنچنیں کہ یہ وزارت تعلیم کے تحت آتا ہے یا کسی اور محلے کے تحت۔ ایک بات طے ہے کہ اس کا فائدہ لوگوں کو پہنچ رہا ہے جو تھائی قوم کا حصہ ہیں۔ لوگوں کے ذوق و شوق کا یہ عالم ہے کہ اخبار آتے ہیں۔ سب جھپٹ پڑتے ہیں کہ پہلے کون پڑھیں گے اس پر جگڑا بھی ہو جاتا ہے لیکن بات بڑھتی نہیں۔ لوگ اب خبروں پر تبرہ کرنے لگے ہیں۔

مزید مہمان ریڈنگ روم سے نکل کر سکول پنجے جہاں ان کیلئے رات کے کھانا کا انتظام کیا گیا تھا۔ لڑکوں کیلئے ایک بھی میز تھی مہمانوں کی میز سے کچھ فاصلے پر روشنی کیلئے جزیرہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ سیکشن کے سربراہ میز پر بیٹھے ہوئے تو انہوں نے اپنے معاون سے کہا کہ وہ ڈاگ ڈاکو بلائے وہ بیہاں بیٹھ کر کھانا کھائے۔ ڈاگ ڈاکی تو اس کے ہاتھ منہ دھوئیں سے کالے ہو رہے تھے۔ وہ مہمانوں کے لیے کھانا تیار کرنے میں لگی ہوئی تھی۔ اس سے کہا گیا کہ وہ ایجوکیشن افسر کے پاس بیٹھ جائے اور اسے پیڑ جام بنا بنا کر دیتی رہے۔ منگ کورن نے جو مزید دوسرا جانب بیٹھا ہوا تھا بلند آواز میں پکارا۔ ایک خوبصورت لڑکی شراب کے جام بنا کے تو پینے والے کی بھوک کیسے ختم ہو سکتی ہے؟

ڈاگ ڈاکو یہ بات ناگوار گزری لیکن وہ خاموش رہی۔

ایجوکیشن افسر نے اس سے پوچھا کہ وہ اپنے باپ سے طے یوبان جاتی رہتی ہے؟ اب تو کم ہی جانا ہوتا ہے۔

کیا تم اپنا تبادلہ کرنا تھا؟ تھی ہو۔

پہلے پہل ہی خیال تھا کہ لیکن اب بہت کم جگہیں خالی ہیں۔ اس لیے میں نے تبادلہ کرنے کا خیال چھوڑ دیا ہے۔ میرا نہیں میں لگ گیا ہے۔

سوا دجوکیشن کے سربراہ اور ایجوکیشن افسر کے درمیان بیٹھا ہوا تھا اٹھا اور ڈاگ ڈاک سے بولا۔ آپ میری جگہ آ جائیں وہ اٹھی اور اس کی نشست پر آ بیٹھی۔ دونوں طرف بیٹھے ہوئے افسر شراب میں دھت تھے۔ شراب کی بو سے ڈاگ ڈاک ادم گھٹنے لگتا ہے۔ اس نے دونوں سے

معدرت چاہتے ہوئے کہا کہ میں باورپی خانے میں جا کر دیکھتی ہوں کہ دہاں کیا کچھ ہو رہا ہے۔ وہ جواب کا انتظار کیے بغیر اٹھی اور باورپی خانے میں چلی گئی۔

پیا اور فست کچھ فاصلے سے انہیں دیکھ رہے تھے۔ دونوں ڈاگنگ ڈاکے ساتھ ہو لیے۔ اب کھانا میز پر چنا جانے لگے۔ طرح طرح کے پکوان، گوشت کی طرح کی ڈشیں جب کھانا شروع ہوا تو گانے بھی جانے لگے۔ سواد غسل خانے جانے کیلئے اٹھا تو اس کے دوساری بھی اس کے ساتھ ہو گئے۔ وہ جارہا تھا کہ ڈاگنگ ڈاٹشل خانے سے نکلی۔ دونوں کا آمنا سامنا ہو گیا۔ ڈاگنگ ڈاکی ہلکی سی جیخ نکل گئی۔ وہ جس شخص سے پچنا چاہتی تھی شراب کے نئے میں دھست سواد نے اسے کندھوں سے پکڑ لیا۔ اسے پتہ نہیں تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ ڈاگنگ ڈاکی جیخ سن کر پیا اور فست بھاگے ہوئے آئے کہ دیکھیں کیا ہو رہا ہے۔ سواد لڑکھا رہا تھا وہ توازن برقرار نہ رکھ سکا اور گر پڑا۔ ڈاگنگ ڈا چلاتی رہی تو بہت سے لوگ دہاں اکٹھے ہو گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ سواد نے ایک ہاتھ میں ریوال اور پکڑا ہوا ہے۔ اس کا سر پھٹ گیا ہے اور جس سے خون بہہ کر اس کے چہرے پر پھیل رہا ہے۔ فست نے سواد کا بازو پکڑ کر اسے سہارا دینا چاہا لیکن وہ پھر سے پھیل گیا اور فرش پر لپٹ گیا۔ سواد کے ایک ساتھی نے پیا کوزور سے مکہ مارا۔ لڑائی جھگڑے کی صورت پیدا ہو گئی۔ اس دوران گولی چلنے کی آواز آئی۔ ڈاگنگ ڈا بدستور جیفت چلاتی رہی۔ سیکشن کا سربراہ ایجوکیشن افسروں اور دوسروں نے یہ سب کچھ ہوتے دیکھا لیکن کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ہوا کیا ہے۔ سیکشن کے سربراہ نے ہیئت ماسٹر سے کہا کہ وہ معاملے کی تحقیق کرے۔ ایک ہفتے کے اندر رپورٹ پیش کرے۔ اس کے بعد وہ پھر کھانے کی میز پر واپس چلے گئے۔

تقریب کی ساری شان ماند پڑ گئی تھی۔ بچوں کا تیج شو عمدہ تھا لیکن مہمانوں کو اب اس میں کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی۔ انہوں نے گاؤں میں رات برس کرنے کا ارادہ بدلت دیا اور شہر چلے گئے۔ استاد اور دیہاتی تقریب میں مصروف رہے لیکن ہیئت ماسٹر کو یہ فکر گئی ہوئی تھی کہ کس نے سواد کا سرپھوڑا ہے اور ایک یہ جرم کرنے والا مان بھی جائے گا کہ یہ زیادتی اس نے کی؟

## باب 19

فست نے کہا کہ سواد کا سر میں نے پھوڑا ہے۔ ہیڈ ماسٹر ڈاگ ڈا اور پیا یعنی کرششدر رہ گئے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ پیانے فست کے بارے میں اپنے دل میں ہمدردی پیدا ہوتے محسوس کی، اس نے کہا کہ میں یہ لازام تمہارے سرنیبیں جانے دوں گا  
سر تم نے نبیں میں نے پھوڑا ہے

ہیڈ ماسٹر اور ڈاگ ڈا کی سمجھ میں کچھ نبیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔

ہیڈ ماسٹر نے کہا کہ تم نے تو مجھے سر درد میں بچلا کر دیا ہے۔ تم لازام اپنے اپنے سر لینے کا مقابلہ کیوں کرنے لگے ہو۔ پیانے کہا کہ سر میں نے پھوڑا، میں اس سے عرصے سے نفرت کرتا آ رہا تھا، اسے کس نے رنجی کیا ہے، میں پیا کو اس کا لازام اپنے سرنیبیں لینے دوں گا۔

سواد اور سیکشن ہیڈ نے محسوس کیا کہ ایک نوجوان خاتون کے ملوث ہونے سے معاملہ گھبیر ہو سکتا ہے، اس لئے انہوں نے خاموشی اختیار کرنے میں ہی مصلحت سمجھی، پھر یہ بھی تھا کہ ان کے پاس کوئی شہادت بھی نہیں تھی۔

گرمیوں کی چھٹیاں شروع ہونے میں ایک ہفتہ رہ گیا تھا، محکمہ تعلیم کی طرف سے ہیڈ ماسٹر کو پہايت ملی کہ چھٹیوں کے دوران بچوں کی اخلاقی تربیت کا خاص انتظام کیا جانا چاہئے، ان میں حب وطن پیدا کرنی چاہئے اور انہیں اچھے شہری بنانے کی تدبیر کی جانی چاہئے۔ ہیڈ ماسٹر کا کہنا تھا کہ جب بھی نئی حکومت آتی ہے نئی پالیسی کا اعلان کرتی ہے۔ ہم چھوٹے لوگوں کو اس پر عمل پیرا ہونا پڑتا ہے۔ ہم سے کوئی نہیں پوچھتا کہ کیا اچھا ہے کیا برا ہے اور کیا ہونا چاہئے۔ ہر سکول کیلئے تعلیمی نصاب مقرر ہے۔ کھلیوں کے بارے میں بھی طریق عمل موجود ہے۔ استادوں کا کام ہے کہ وہ اس کے مطابق طلباء کی تربیت کریں۔ فست کا کہنا تھا کہ ہمارے سکول کا

تہذیب سے کیا تعلق ہے؟ بچوں کو پڑھاتے ہیں یا نہیں پڑھاتے، کون دیکھتا ہے یا الگ بات ہے کہ ہم بچوں کی خاطر انہیں پڑھانا ضروری سمجھتے ہیں، اب جو ہدایت موصول ہوئی ہے اس کے بارے میں سمجھیدہ ہونے کی ضرورت نہیں، ہم اپنے طور پر بچوں کو پڑھاتے رہیں گے، اگر کسی نے پوچھا تو میں جواب دے لوں گا۔

امتحان ختم ہو گئے تھے، اس کے باوجود طباء خوشی خوشی سکول آتے، تینی عمارت میں پیش کر پڑھنا انہیں اچھا لگا، وہ قطار میں کھڑے ہو کر قومی ترانہ گاتے، فسٹ نے ایک روز اعلان کیا کہ وہ ان کی جسمانی تربیت اور ورزش کا ذمہ لیتا ہے۔ کلاس میں جانے سے پہلے تمہاری سی ورزش کرنے سے بچوں کی صحت اچھی رہتی ہے۔ فسٹ نے لڑکوں کو دوہوڑہ ورزش دکھانی جو دوہوڑہ سکول کے ڈنوں میں خود کیا کرتا تھا۔

سورج گرم ہو رہا تھا، سیانگ دوڑا دوڑا آیا اور قطار میں لگ کر کھڑا ہو گیا، لیکن کھڑا ہوتے ہی بے ہوش ہو کر گر پڑا، بچوں نے شور پھا دیا کہ سیانگ بے ہوش ہو گیا ہے۔ ہیڈ ماسٹر، ڈائگ ڈا اور فسٹ دوڑے دوڑے آئے، وہ بچوں سے کہتے جا رہے تھے راستے سے ہٹ جاؤ، سیانگ کو ہوا لگنے دو۔

سیانگ اٹھ بیٹھا، کیا تم اب بہتر محسوس کر رہے ہوئے میں پہلے کی نسبت بہت بہتر ہوں۔  
تم نے صحیح ناشستہ کیا تھا؟ سیانگ نے کوئی جواب نہ دیا، بس سر جھکا لیا۔ پیا جانتا تھا کہ اس کا کیا جواب ہوتا۔

پیا اس روز کلاس میں کاغذی تصاویر اور گزیاریاں لایا، ان میں ایک بہت بڑا پرندہ بھی تھا، ایک چھوٹا پرندہ بھی تھا جسے بڑا پرندہ نگ کرتا رہتا تھا۔ بڑا پرندہ بنوی نے اور چھوٹے پرندے دوسرے لڑکوں نے لے لئے، اب ان میں لڑائی شروع ہوئی، جس میں چھوٹے پرندے جیت گئے، بڑے پرندے کو شکست ہو گئی۔ پیا نے لڑکوں کو بتایا کہ اس کھیل سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ اگر چھوٹے آپس میں اتحاد کر لیں تو وہ بڑے سے بڑے دشمن پر فتح پاسکتے ہیں۔

تعلیمی سال ختم ہوا تو ایک حکم آیا، جس کی رو سے فسٹ کا تابوڈہ کسی اور سکول میں کر دیا گیا تھا۔ وہ سکول چھوٹا اور ایک سرحدی گاؤں میں تھا۔ فسٹ نے کہا کہ ایسے سکول میں کون جانا چاہے گا؟ پیا نے کہا کہ بہتر تھا کہ فسٹ کی جگہ مجھے اس سکول میں بیٹھج دیا جاتا، ڈائگ ڈا بولی!

فسٹ کا تبادلہ صریحًا بے انصافی ہے۔ یہ تو اسے ہر اساف کرنے کا حل ہے، اسے کون قانون مانے گا؟ یہ تو من مانی ہے، زیادتی ہے، حکم کرنے والوں کو کوئی نہیں پوچھتا۔ وہ جو کہہ دیتے ہیں آنکھیں بند کر کے اسے تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ ہیڑ ما سر خاموش تھا، اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ فسٹ نے کہا کہ جب کوئی دبھی سکول میں استاد لگتا ہے تو اسے تبادلوں کو اپنا مقسم سمجھنا چاہئے۔ اسے جہاں بھیجیں بلا چوں چراں چلا جائے۔

تحالی لینڈ میں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں دبھی استادوں کو بھیجا نہ جاسکتا ہو۔

پیانے فسٹ کا ہاتھ مضبوطی سے کپڑا لیا اور کہا میں نہیں چاہتا کہ آپ یہاں سے کہیں اور جائیں، آپ نے یہاں کام شروع کیا تھا، ہم ایک دوسرے کا ساتھ دے رہے تھے، مل جل کرہ رہے تھے، ہمیں ایسے احکام نہیں مانے چاہیں، ان کے خلاف آواز اٹھانی چاہئے، ان کے خلاف مل کر لڑنا چاہئے، کوئی میرا ساتھ دیتا ہے یا نہیں دیتا، میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں اس نا انصافی کے خلاف لڑوں گا۔

.....☆☆☆.....

## باب 20

لکڑیاں لے جانے والی ایک لاری جگل کی طرف جاتے ہوئے سکول کے سامنے ریت میں پھنس گئی، اس پر لدمی گیلیاں بہت بھاری تھیں۔ لاری اتنے بوجھ کے ساتھ ریت سے نہیں نکل سکتی تھی پیا اور ڈاگ ڈا ان گیلیوں کے جنم دیکھ کر سوچنے لگے کہ اتنی بڑی اور وزنی گیلیوں کو قانونی اجازت کے تحت کاتا اور لاری پر لا دا گیا ہے یہ خیال ان کے ذہن میں اس لئے آیا کہ ان گیلیوں پر کسی قسم کا کوئی نشان نہیں بنا یا گیا تھا، جس سے ثابت ہوتا کہ یہ چنانی نہیں گئیں، باقاعدہ اجازت لیکر کافی گئی ہیں اور جائز طور پر لے جائی جا رہی ہیں۔ پیا نے یہ خیال ذہن سے جھٹک دیا اور کہا کہ ڈاگ ڈا کیا تم میعاد ختم ہونے پر اپنے گاؤں یوبان جاؤ گی۔

میں چار پانچ روز تک جاؤں گی، اگر تمہیں کوئی خاص مصروفیت نہیں تو میرے ساتھ چلو اس نے حامی بھری، نوجوان استانی بھی ہی میں خوش ہوئی، جس کا اظہار اس نے ہلکی سی مسکراہٹ سے کیا۔ اس نے سوچا کہ پیاراضی ہو جائے تو وہ کافی جگہوں کی سیر کو جاسکتے ہیں۔ پیا نے کہا کہ تمہارے والد کو اعتراض نہ ہو تو میں تمہارے ساتھ کہیں بھی جا سکتا ہوں اور آخر میں ایک ہفتے کیلئے اپنے گاؤں میں جا کر رہ سکتا ہوں۔ وہاں سے واپس آ جاؤں گا۔

پیا جگل میں جانے کی سوچ رہا تھا، ڈاگ ڈا نے کہا کہ جگل میں ہرگز نہ جانا وہاں بدروحوں کا ڈریہ ہے جو اجنبیوں کو تھک کرتی ہیں۔ پیا نے کہا ایسی باتیں میں نے بھی سنی ہیں لیکن ہمیں بدروحوں کے بارے میں پھیلائی جانے والی باتیں نہیں ماننی چاہئیں۔ یہ سب من گھر ت قصے ہیں۔

جگل بڑا گھنا تھا اور بین الاقوامی سرحد تک پھیلا ہوا تھا۔ دیہاتیوں نے اس کے کناروں

پر درخت جلا کر اور کاٹ کر کچھ زمین پر قبضہ کر لیا تھا اور اب یہ مختلف فصلیں اگانے لگے تھے۔ یہ زیادہ تر دوسرے اضلاع سے نقل مکانی کر کے آنے والے لوگ تھے۔ جنگل کے اندر کوئی گاؤں یہ نہیں تھا، صرف شکاری ہی ان میں جاتے تھے۔ والپس آ کر دوستوں کو عجیب و غریب سناتے کہ بڑے درختوں میں کیسی کیسی بدر وحوں کا قبضہ ہے، جنگلی جانوروں کی بھی بہتات ہے، لیکن یہ کہانیاں سن کر بھی کسی کو جنگل میں جانے کی ہمت نہ ہوتی۔ جنگل کے باہر کے رقبے میں جہاں درخت جلا دیئے جاتے، گوند اور جڑی بیٹیاں وافر مقدار میں حاصل ہوتیں۔ دیہاتی، جنگل سے لکڑی کاٹنے کو اپنا حق سمجھتے تھے۔ انہوں نے کبھی وزیر زراعت یا محلہ جنگلات سے اجازت لینے کا تکلف نہیں کیا۔

ایک آرال جانے کے بعد محلہ جنگلات کے ملازموں نے دیہاتیوں کو بلا اجازت درخت کاٹنے پر ہراساں کرنا شروع کر دیا۔ مارچ میں گوند اور دوسری چیزیں لانے والوں کے بارے میں یہ قصے عام سنائی دینے لگے کہ کس طرح بدر وحوں نے ان پر قابو پایا اور انہیں تنگ کرنا شروع کر دیا، کسی نے بتایا کہ اس پر شیر نے حملہ کر دیا تھا یا دھشت گردوں نے اسے پکڑ لیا، زیادہ تر لوگ یہ سب کچھ بدر وحوں کا کیا دھرا سمجھتے۔

پیاس روئے سے ہی جنگل میں دچپی لیتا تھا، وہ جنگل کے بارے میں ہر طرح کی کہانیاں سنتا رہتا۔ اسے کارن کیرن نے جنگل میں چلنے کی دعوت دی تو وہ فوراً تیار ہو گیا۔

دوسری صبح وہ ایک بیل گاڑی میں روانہ ہو گئے، اوپرے درخت آسمان سے باتمیں کرتے تھے، ان پر گلہریاں، طوطے اور دوسرے جانور کثرت سے موجود تھے، پھول اپنی بہار دکھارہے تھے، کارن کیرن نے ایک جگہ چٹائی بچھائی اور چاول نکال کر پیا کو کھانے کی دعوت دی۔ وہ کھانا دکھارہے تھے کہ انہیں ایک بہت بڑی لاری اپنی طرف آتے دکھائی دی پیا نے پوچھا کہ یہ اتنی بڑی بڑی لاریاں اور ٹرک یہاں تک آ جاتے ہیں۔ کیرن کین نے کہا کہ ہاں آتے ہیں۔ یہ میگ کارن کی لاریاں اور ٹرک ہیں۔ وہ کئے ہوئے درخت لینے آتے ہیں۔

کیا اس نے درخت کاٹنے اور جنگل سے لے جانے کی اجازت لے رکھی ہے؟ پیا نے پوچھا مجھے نہیں پتہ، تم نے بھی دیکھا ہو گا۔ پیا اٹھا اور کہنے لگا میں ذرا گھوم پھر آؤں، کارن کیرن نے کہا در نہ جانا کہیں گم ہی نہ ہو جانا۔

پیا درختوں میں گزرتے ہوئے اس لاری کے بارے میں سوچ رہا تھا، جس پر اس نے بڑی بڑی گیلیاں لدی دیکھی تھیں، جن پر کوئی نشان نہیں تھا، جس سے پتہ چلا کہ یہ قانونی اجازت سے کافی گئی ہیں اور اب جنگل سے باہر لے جائی جا رہی ہیں۔ وہ کوئی پانچ منٹ چلا ہو گا کہ اس نے بھاری مشینری کی آواز سنی وہ درخت کاٹنے کیلئے استعمال کی جا رہی تھی، تھوڑی ہی دور اس نے بڑے بڑے درخت کٹتے اور گرتے دیکھئے ایک طرف کی لاریاں کھڑی تھیں، ان پر سایہ کرنے کیلئے کپڑا تان دیا گیا تھا، شاید انہیں چھپانا مقصود تھا۔ اتنے میں ایک لینڈ کروز آئی اور لاریوں کے پاس رک گئی، اس سے پینگ کارن اتر اور بھاری اور اوپھی آواز میں پکارنے لگا جاسوس کہاں ہے؟ اسے لاو، دو اسلج بردار اشخاص درمیانی عمر کے ایک شخص کو پکڑ کر گھستتے ہوئے لے آئے، وہ بے حد کمزور لگ رہا تھا، پیا جھاڑی کے پیچھے جھک گیا، وہ آدمی تھٹ لیا گک تھا، وہ پانچ روز پہلے جنگل میں گیا اور غائب ہو گیا، اسے اخوا کر لیا گیا تھا۔

وہ گھٹنوں کے بل گر کے آہ وزاری کرنے لگا، مجھے معاف کر دو، میری جان بخش دؤ میں ساری عمر تمہاری خدمت کرتا رہوں گا۔

اچھا تمہیں جان سے نہیں مارا جاتا، لیکن تم جنگل سے باہر نہیں جاؤ گے، دن میں وہ سب کے سامنے رہے گا، رات کو اسے زنجیروں سے باندھ دیا جائے گا۔

.....☆☆☆.....

## باب 21

پیا اور ڈاگ ڈا، کلاکی ہوٹل کے ریسٹورنٹ سے باہر نکلے اور نومنزلہ ہوٹل کے پاس سے گزرے۔ بہا مورات سڑک پر آگئے سڑک کے کنارے درزی کی دکان تھی، دونوں اس پر رکے ڈاگ ڈا اپنے لئے لباس خریدنے اندر چل گئی، پیا معدومت کر کے ایک فوٹوگرافر کی دکان پر گیا، جہاں سے اس نے ایک کیمرو، فلم اور فلیش خریدی اور ڈاگ ڈا کے پاس پہنچا، وہ ابھی تک مصروف تھی۔

یوبان میں ڈاگ ڈا نے اپنی بعض سہیلیوں اور دوستوں سے کہا کہ وہ اسے اور پیا کو ایک کشتی کرائے پر لے دیں، جس میں دریا کی سیر پرجا سکیں۔

پیا نے یوبان میں تین دن گزارے اور پھر بناک کیلئے روانہ ہو گیا۔ وہاں اس کا پانچ دن قیام رہا، وہیں اس کی ملاقات ایک دوست سے ہوئی، جو اخبار میں کام کرتا تھا۔ پیا نے اسے اپنے علاقے کے واقعات سنائے اور وعدہ کیا کہ واپس جا کر وہ اسے مزید واقعات لکھ سمجھے گا۔ گاؤں پہنچ کر پیا کارن کیرن سے ملا اور اسے بتایا کہ وہ اس کیلئے ایک اساطیری کہانی لایا ہے، جس کا وہ اکثر ذکر کرتا رہتا تھا۔ کارن کیرن بہت خوش ہوا، اس نے کہا کہ اس طرح کی کہانیوں میں نبی پود کیلئے بڑے سبق ہیں۔

شام کو پیا سائکل پر نکلا، پہلے ہیئت ماستر کے ہاں گیا، جہاں وہ اس کیلئے اور اس کی پیوی کیلئے تھے لایا تھا، وہاں سے مائی خام اور اس کی بیٹی نایورم سے ملنے گیا، وہاں سے نکلنے ہی والا تھا کہ سماں آ گیا، کہنے لگا میں انکل کپا سے پیسے لینے آیا تھا، جو اس نے کمی میں پہلے دینے کا وعدہ کیا تھا لیکن اب کہہ رہا ہے کہ اس کی بیٹی بناک سے واپس آئی تو وہ اس کی رقم لوٹا دے گا۔ سماں نے ایک لفافہ پڑا دیکھا تو نایورم نے بتایا کہ پیا ہمارے لئے تھے لایا ہے۔

سمبات نے مائی خام سے مخاطب ہوتے کہا کہ میں اپنے والدین سے کہوں گا کہ وہ آ کرنا یورم کا ہاتھ مانگیں، میں زیادہ دیر برداشت نہیں کر سکتا۔

صحح ہوئی تو پیا جنگل میں چلا گیا، چند گھنٹوں میں وہ اس جگہ جا پہنچا جہاں درخت کاٹ کر لاریوں میں رکھ جاتے تھے وہ ایک ایسی جگہ جا بیٹھا جہاں اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا، اس نے کارکنوں کی کام کرتے ہوئے تصویریں بنانا شروع کر دیں وہ سارا ساز و سامان جو درخت کا شے اور لاریوں تک رکھنے میں استعمال ہوتا تھا فلم بند ہو گیا، پیا نے فلم کامل کی اور جس راستے آیا تھا اسی سے واپس آ گیا۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ یا نگ کارن اپنی حیثیت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے جنگل کاٹ رہا ہے اور اپنی مل کیلئے لکڑی پہنچا رہا ہے۔ پیا نہیں جانتا تھا کہ ملکہ جنگلات کے لوگ اس ناجائز کارروائی سے واقف ہیں یا نہیں یا جانتے ہو جھتے ہوئے چشم پوشی کر رہے ہیں۔ وہ منتا تو آیا تھا کہ اس طرح کی ناجائز کارروائی ہوتی آ رہی ہے، لیکن اس نے خود پہلی مرتبہ اس کا مشاہدہ کیا تھا۔ وہ استاد اور ملک کے شہری ہونے کے ناطے اپنی ذمہ داری سے آ گاہ تھا، اس نے تہیہ کر لیا کہ وہ قانون سننی کرنے اور ملک کے مفاد کو نقصان پہنچانے والوں کو ضرور بے نقاب کرے گا اور اسکیلے ہی یہ جنگ لڑے گا۔

اس نے فلم دھلوائی، اجھے پرنٹ پنے اور اپنے صحافی دوست کو ڈاک کے ذریعے بھیج دیئے، اس میں اس نے اپنا نام پتہ نہیں لکھا، بس اتنا بتایا کہ اس علاقے کے جنگل میں کس بے دردی سے درخت کاٹے جا رہے ہیں اور ملکی خزانے کو نقصان پہنچایا جا رہا ہے۔

سکول کھلنے سے وہ تین روز پہلے پیاری ڈنگ روم میں دیہاتیوں سے اخباروں میں چھپنے والی خبروں کے بارے میں با تیس کر رہا تھا، وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اس نے جو تصویریں بھیجی تھیں چھپی ہیں یا نہیں۔ چھپی ہیں تو کس انداز سے؟

ایک دیہاتی پیا کو دیکھ کر بولا، میں اخبار اس لئے دیکھتا ہوں کہ پتہ چلے آج کون قتل ہوا، کہاں ڈاکہ کہ پڑا، کس کی بے حرمتی ہوئی، ملک کو کہاں، کہاں، کتنا نقصان پہنچایا گیا۔

پیا سے دیکھ کر مسکرا یا اور کہا کہ اخبار آنے لگے ہیں تو ان سب بالوں کا پتہ چلتا ہے، جب اخبار نہیں تھے تو ہم اپنے اڑوں پڑوں کے بارے نہیں جانتے تھے۔ اخباروں نے ہماری آنکھیں کھول دی ہیں، ہم محبوس کرنے لگے ہیں کہ ہم ایک بڑی دنیا میں رہتے ہیں، پہلے سے

کہیں بڑی دنیا میں۔ کیا بنکاک کی سبھی عورتیں اتنے چھوٹے ٹروز رپہنچتی ہیں؟  
 نیا مکان مون دریا کے کنارے ایک خوبصورت باغ میں بنایا گیا تھا۔ اس کے برآمدے  
 سے دریا کا منظر بے حد خوبصورت تھا لیکن گھر کا مالک مینگ کارن اس سے لتعلق، اپنے  
 ملازموں پر حکم چلا رہا تھا تم نے دیکھا کہ مجھے جبل لیجانے کی تدبیر ہو رہی ہے۔ میں ہی نہیں تم  
 سب تباہ ہو جاؤ گے۔ یہ اخبار دیکھو اس میں جو تصویریں چھپی ہیں اور ان کے ساتھ جو تحریر ہے  
 دیکھو اور پڑھو میں نے تمام اخبار خریدنے کی کوشش کی ہے لیکن کچھ نہ کچھ تو فیکھ لئے ہوں گے۔  
 رشوت کی روک تھام کے مجھے کے کارندے میری ٹوہ میں ہوں گے۔ یہ تصویریں آخر  
 پھیجی کس نے ہیں جاؤ معلوم کرو مقامی نامہ نگار ہے یا کوئی اور؟

سکول کھلا تو ڈاگ ڈانے پیا کو ایک پرانا اخبار دیتے ہوئے کہا تم نے یہ اخبار دیکھا، پیا  
 نے پوچھا اس میں کیا کھلا تھا؟ ”یہاں میں جنگل کو بری طرح کانا اور تباہ کیا جا رہے ہے اور اس  
 میں علاقے کے باشنس کا ہاتھ ہے“ پیا نے اخبار پڑھا اور تصویروں کو غور سے دیکھا۔ ڈاگ  
 ڈانے کہا کہ علاقے کا باشنس تو بیک کارن ہی ہو سکتا ہے۔ ہیئت ماسٹر نے اخبار دیکھا اور کہا  
 کہ گاؤں بھر میں اس کے بارے میں بتیں ہو رہی ہیں یہ حرکت کس نے کی ہے۔ مجھے فست کا  
 خیال آتا ہے کہ کہیں یہ حماقت اس سے سرزد نہ ہوئی ہو۔ پیا نے کہا کہ اس میں مینگ کارن یا  
 کسی دوسرے کا کوئی ذکر نہیں۔

گورنر نے میز پر بڑی سی فائل پر سے نظر میں اٹھائیں اور اندر داخل ہوتے ہوئے شخص کو  
 دیکھ کر کہا ”آؤ مینگ کارن، پیٹھو اس نے تسلیمات بجا لانے کے انداز میں ہاتھ اٹھائے اور سر  
 جھکایا اور پھر صوفے پر بیٹھ گیا۔ گورنر نے کہا کہ جنگل کے کائے جانے کی خبر پر مجھے سخت تشویش  
 ہے۔ بنکاک سے ایک تحقیقاتی ٹیم آ رہی ہے۔ حکومت نے جنگل کی تباہی کا سختی سے نوٹس لیا  
 ہے۔ تصویریں میں جو لاری نظر آ رہی ہے اس پر یہاں علاقے کی نمبر پلیٹ صاف دکھائی دیتی  
 ہے۔ آپ نے صحیح کہا ہے صوبے کے منتظم اعلیٰ کی حیثیت میں آپ نے باریک بینی کا ثبوت دیا  
 ہے۔ بنکاک سے جو لوگ تحقیق کیلئے آ رہے ہیں میں ان سے معاملہ کرلوں گا، آپ فکر نہ  
 کریں۔ آپ کیلئے کوئی مشکل پیدا نہیں ہوگی۔

گورنر بولا ”اخبار میں جو کچھ چھپا ہے وہ مجھ پر گھبراہٹ کرنے کیلئے کافی ہے۔ اس میں

کتنی صداقت ہے؟ وزارت مجھے ضرور پوچھئے گی۔

پیا نے جو تصویریں کھینچی تھیں ویسی تصویریں پہلے بھی اخباروں میں چھپتی رہی ہیں، لیکن پیا کیلئے ان کی بڑی اہمیت تھی، کوئی نہیں جانتا تھا کہ تصویریں اس نے کھینچی اور اخبار کو بھجوائی تھیں۔ وہ اخبار کارن کیرن کے پاس لے گیا اور کہا کہ پڑھیں اس میں کیا چھپا ہے۔ وہ پڑھ کر مسکرا یا اور بولا یہ سب کچھ تمہارا کیا دھرا ہے، کیا ایسا نہیں؟ اگر واقعی تم نے کیا ہے تو میں اسے اچھا ہی کہوں گا، لیکن تم احتیاط سے کام لیتا، ان لوگوں کے بڑے لمبے ہاتھ ہیں وہ کچھ بھی کر گزر سکتے ہیں، تمہیں کوئی مشکل پیش آئے تو میں تمہاری مدد کروں گا۔

.....☆☆☆.....

## باب 22

انگ کارن نے اپنا سگریٹ ایشورے میں بجھاتے ہوئے السانگ سے کہا کہ تم نے کچھ معلوم کیا، اس نے جواب دیا ابھی نہیں میں نے کم و بیش سبھی روپرٹروں سے بات کی ہے لیکن پتہ نہیں چلا کہ وہ خبر کس نے دی ہے۔ سبھی روپرٹر مجھ سے ہر ماہ لفافے لیتے ہیں۔ انہیں کہو کہ وہ پتہ کر کے بتائیں کہ اس خبر کے چھینے میں کس کا ہاتھ ہے، اگر ان سے کچھ معلوم نہ ہو سکے تو پھر گاؤں میں جا کر لوگوں سے پوچھو اگر تم کوئی نتیجہ برآمد نہ کر سکو تو مجھے تمہیں نوکری سے فارغ کرنا ہو گا۔

اسی روز السانگ اور دو گن میں گاؤں پہنچے۔ وہ میں کارن کے مخربوں اور لگے لپٹوں سے ملے، ان میں تھت اور سماں بھی شامل تھے۔ انہوں نے کہا کہ جس نے جنگل جا کر تصویریں اتاریں یا تو اسی گاؤں کا رہنے والا یا یہاں سے گزر کر جانے والا ہے۔ السانگ نے کہا کہ مجھے تحقیقات کرنا نہیں آتا، البتہ میں قتل کرنے میں مہارت رکھتا ہوں۔ تصویر بنانے والے کا پتہ چل جائے تو اس سے نہ نہیں میرا کام ہے۔

سمبات وہاں سے نکلا تو نایورم کے ہاں گیا، کچھ درد وہاں بیٹھا اور پھر فوٹوگرافر کے پاس پہنچا، وہاں سے اسے کچھ حاصل نہ ہوا، فوٹوگرافر نے کہا کہ اسے کچھ پتہ نہیں، سماں نے سوچا کہ شہر چنانچہ اور وہاں کے فوٹوگرافروں سے پوچھ تاچھ کرنی چاہئے، لیکن وہاں چھوٹے بڑے بیسیوں فوٹوگرافر ہیں، کس کو کتنا معاوضہ دینے کا کہہ کر معلوم کیا جائے گا کہ تصویر کس نے اتاری ہے، وہ گھر واپس چلا گیا۔ وہ سوچتا رہا کہ آخر کون سے فوٹوگرافر نے یہ تصویریں اتاریں اور اخبار میں چھپا کیں۔

شام ہو گئی تھی، درختوں پر جھینگر بولنے لگے تھے، پیا اپنے جھونپڑے کے باہر برآمدے میں

بیٹھا سوچ رہا تھا کہ سال ختم ہونے کو آگیا ہے، اسے بھی یہاں آئے سال ہو گیا ہے۔ اس دوران وہ کئی لوگوں سے ملا ہے، کئی طرح کے حالات اسے پیش آئے ہیں، اس نے دکھ درد، غریبی، جہالت، کم ظرفی کے مظاہر دیکھے ہیں، جس سکول میں اس کی تعیناتی ہوئی تھی، اس کی عمارت ہی نہیں تھی۔ ہیئتہ ماسٹر کو لڑ کے پڑھانے سے زیادہ جو اکھیلے میں دلچسپی تھی۔ امیر تاجر جنہوں نے پورے ماحول کو خراب کر کے رکھ دیا تھا، جو لوگوں کو کھلے بندوں لوٹتے تھے، ہر کوئی ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزماتا تھا۔ آپ دھانپی کا عالم تھا، جس میں ہر کسی کو بس اپنا پیش بھرنے کی فکر تھی۔

پیانے خودا پنے کے پر نظر دوڑائی، اس نے سکول اور طالبعلمیوں کیلئے کئی مفید کام کئے، کئی کاموں کی تحریک کی اور ایک اچھے ذمہ دار اور ذہین استاد کی حیثیت سے شہرت حاصل کی، پچھے اس سے محبت کرتے تھے۔ گاؤں کے لوگ اسے فرض شناس استاد سمجھتے اور اس کی عزت کرتے، اب اس نے ایک نئی ہم شروع کی تھی، یہ حادثے کے طور پر شروع ہوئی۔ وہ اس میں زیادہ شرکت کا متنبی نہیں تھا لیکن جانتا تھا کہ اخبار میں تصویریں چھپ جانے سے ہم اپنے انعام کو نہیں پہنچے گی۔ مینک کارن سخت غضبناک تھا، اس نے اپنے آدمی یہ معلوم کرنے کیلئے بھیجے تھے کہ اس کے خلاف بھڑکانے والا کون ہے؟ پیا، سیاستدانوں اور حکام کو احساس دلانا چاہتا تھا کہ جنگل کو کس بے دردی سے کانا اور لوٹا جا رہا ہے۔ اسے متاثر کی پروانیں تھیں۔

پیانے سیاگ کو آتے دیکھا، اس نے ایک توکری اٹھا کر کی تھی، پیانے اس سے پوچھا اس توکری میں کیا ہے، سیاگ نے بتایا کہ ماں نے تمہارے لئے کچھ کھانے کیلئے بھیجا ہے۔ اس کی خوبصورتگھ کر پیا کے منہ میں پانی آ گیا، اس نے سیاگ سے کہا کہ وہ اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہو جائے لیکن اس نے بتایا کہ وہ کھانا کھا کر آیا ہے؟ وہ پیا کیلئے سبزیاں لانے کیلئے باہر بھاگ گیا اور پھر انہیں دھوکر پیا کے سامنے رکھ دیں۔

سیاگ گھر جانے کیلئے اٹھا تو پیانے اسے اس کی ماں کیلئے ایک لفافے میں خشک کیلے دیئے۔ سیاگ گھر پہنچا تو اسے سماں ملا، وہ موٹر سائیکل کو ایک طرف کھڑا کر کے اس کے پاس آیا اور پوچھا لفافے میں کیا ہے۔ سیاگ نے بتایا کہ اس میں خشک کیلے ہیں، پیانے ماں کیلئے بھیجے ہیں، سماں نے لفافے پر فو توگرا فر کا اشتہار چھپا دیکھا، جس میں کہا گیا تھا کہ ہر طرح کی

فلمیں دھلانے اور پرنسٹ کرانے کیلئے اس کی خدمات سے فائدہ اٹھائیں۔ سماں نے نایورم سے مائی خام سے پوچھا کہ کیا اس نے کھانا کھایا ہے، وہ ان کیلئے گوشت لایا ہے۔ نایورم پاکا دے تو ہم سب کھائیں گے۔

سیانگ کے جانے کے بعد پیا نے کھانا کھایا اور چہل قدمی کیلئے باہر نکل گیا۔ وہ سکول کی پرانی اورتی عمارت کے پاس سے گزر، کارن کیرن کے مکان تک جا پہنچا، جہاں سے موسیقی کی مدد ترینیں آ رہی تھیں، وہ ہیڈ ماسٹر کے گھر پہنچا اور دعا سلام کرتا آگئے نکل گیا۔ اس نے ڈاگ ڈا کو پکارا کہ کیا سوگنی ہو، اگر نہیں تو باہر نکل کر دیکھو کیا اچھا منظر ہے۔ ڈاگ ڈانے اس کی آواز سنی تو اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آئی اور پیا سے کہا کہ آئندہ آؤ، میں نے تمہارے لئے کیک بنا کر رکھا ہے کھاؤ کمرے میں نہیں باہر بیٹھتے ہیں۔ چاندنی چھٹکی ہوئی ہے اور ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ کیا اچھا ہوتا تم اپنی گitar لے آتے۔

ہیڈ ماسٹر کہاں ہے ”پیا نے پوچھا“ ڈاگ ڈانے کہا ”مجھے پتہ نہیں“ میں سوچتی ہوں کہ کسی بڑے شہر میں رہنے والے چاندنی رات سے اس طرح لطف اندوں نہیں ہو سکتے، جیسے ہم چھوٹے سے گاؤں میں رہنے والے ہوتے ہیں، جب سوچتی ہوں تو تبادلہ کرنے کا خیال ڈانے سے نکل جاتا ہے۔

کیا تم سچ کہہ رہی ہو پیا نے اپنی خوشی کو چھپاتے ہوئے پوچھا اور کہا کہ دیہات میں رہنے والے استادوں کو اپنی خوشی کیلئے کام کرنا پڑتا ہے، کام سے ہی انہیں خوشی ملتی ہے۔ ڈاگ ڈا بولی پیا تمہیں جتنا مزہ کام کرنے میں آتا ہے کسی اور میں نہیں آتا، بعض اوقات یوں محسوس ہوتا ہے کہ تمہارے سینے میں دل نہیں۔

پیا نے کہا ”دل ہے لیکن پتہ نہیں چلتا کہ کسے ہتاوں کہ اس میں کیا ہے۔“

ڈاگ ڈا دو طشتریوں میں میٹھا لے آئی اور کہنے لگی کہ یہ کیلے سے بنا ہے، میں تمہارے لئے بھیجننا چاہتی تھی کہ یہ سوچ کر کہ شاید تمہارے پاس کوئی محبوب شاگرد ہو، میں خاموش رہی، پیا ہنسا اور بولا کوئی بھی یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لا، پلیٹ میری طرف بڑھا، کچھ پتہ نہیں تمہاری نیت بدل جائے اور میں اسے کھانے سے رہ جاؤں۔ تم ٹھہراؤ اچھی باتیں کرو ورنہ تمہیں بیٹھانہیں ملے گا۔

دونوں کی گپ شپ چلتی رہی رات گئے پیا گھر پہنچا تو دیکھا کہ اس کا گھر ایک بار پھر لوٹا اور تاراج کیا گیا ہے، اس کی چیزوں کو ادھر ادھر پھینک دیا گیا ہے، اچھی طرح ملاشی لی گئی ہے لیکن کوئی چیز نہیں لے جائی گئی، سب کچھ وہی تھا۔ وہ اپنے ہمسائے کارن کیرن کے پاس جا کر بتانا چاہتا تھا کہ اس کے ساتھ کیا بیٹھی ہے، لیکن پھر اس نے ارادہ بدل دیا اور بستر میں جا کر سو گیا۔

میگ کارن نے اپنے گرد بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا کہ ”گورنر اور پولیس کے سربراہ سارا الزام مجھ پر ہی دھر رہے ہیں، وہ اخبار میں چھپنے والی خبر اور تصویریوں کے بارے میں حدود جہ حساس ہیں کہ انہیں کچھ اور سوچتا ہی نہیں، اس سے کہیں اہم معاملات ہیں جن پر توجہ کرنے کی ضرورت ہے لیکن نہیں، وہ بدمعاش روپورٹ کون تھا جس نے ہمارے لئے یہ آفت کھڑی کر دی ہے۔

ایک آدمی بولا ”حکومت نے جنگلات کے تحفظ کے معاملہ کو بڑی سنجیدگی سے لیا ہے، تمام صوبوں میں ایسے لوگوں پر نگاہ رکھی جا رہی ہے جن کے بارے میں ٹنک ہے کہ وہ لکڑی کے بیوپاریوں کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ معاملہ آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔ اخباری روپورٹ میں کسی کا نام تو نہیں آیا، اس لئے فکر مند ہونے کی کیا ضرورت ہے۔

میں فکر مند نہیں، جب دن رات اپنے آپ کو بہلا کہتے سنتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ ایک مرسید یز کار رشوٹ کے طور پر دیکران کا منہ بند کروں، شاید اس طرح کچھ سکون مل جائے۔

ایک شخص نے کہا کہ اخباری نمائندوں کا کیا ہے وہ سب ایک ہی طرح کے ہیں، انہیں چپ کرانے کیلئے پیسے دیتے رہو جب نہیں دو گے تو وہ پھر سے بھوکنے لگیں گے، لیکن مجھے یقین ہے کہ اخبار میں جو کچھ چھپا اس میں اخباری نمائندوں کا کوئی عمل دخل نہیں یہ کسی اور کسی کا راستا نہیں ہے۔

تصویریں سرحد کے بالکل قریب جا کر لی گئی ہیں۔ یہ باہر کا آدمی نہیں لے سکتا۔ دیکھنا چاہئے کہ کہیں کوئی ہمارا آدمی ہی تو نہیں جس نے یہ سب کچھ کیا ہے۔

اتنے میں ایک آدمی اندر آیا اور کہنے لگا کہ سماں ملنے کیلئے آیا ہے۔

”کس کام سے آیا ہے؟“

”میں نے پوچھا نہیں۔“

”جاو اور پوچھ کر آؤ۔“

”وہ اخبار میں چھپنے والی خبر اور تصویریوں کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہے۔“

”اسے فوراً اندر لے آؤ۔“

یہیگ کارن نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے پوچھا کہ وہ کیا اطلاع لا یا ہے، سماں نے کہا کہ میں اکیلے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔

”منہیں نہیں تم مطمئن رہوئی سب اپنے ہی آدمی ہیں، جو کچھ کہنا چاہو بے تکلفی سے کہو۔“

اس نے بتایا کہ اسے شک ہے کہ یہ سب کچھ پیانے کیا ہے پہلے میں نے سوچا کہ دیہاتیوں کے پاس کیمرہ کہا، اگلے روز جب پیا باہر گیا ہوا تھا، میں نے اس کے گھر کی تلاشی لی، وہاں کیمرہ بھی تھا اور وہ بکس بھی جس میں فلم آتی ہے۔ کوئی تصویر نہیں تھی۔

اس کی نگرانی ہونی چاہئے، لیکن اس اختیاط کے ساتھ کہ کسی قسم کی کوئی بد مرگی نہ ہونے پائے، جب یقین ہو گیا کہ یہ کارستانی اس کی ہے تو پھر دیکھیں گے۔

پیانے گاؤں کے کھیا سے شکایت نہ کی کہ اس کے گھر کی تلاشی لی گئی ہے، اس نے تو ہید ما سڑا اور ڈاگ ڈاٹک سے ذکر نہ کیا، اسے یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ سماں نے اس کے جھونپڑے میں نقاب لگائی اور تلاشی لی۔ پیانے تصویریں چھپ جانے کے بعد عام قارئین کی طرف سے مختلف اخباروں کے مدویوں کے نام خط بھیجنے شروع کئے، جن میں جنگلات کی دولت کے لوٹے جانے کے بارے میں استفسارات ہوتے اور حکومت سے مطالبہ کہ قومی مفاد کو نقصان پہنچانے والوں کو گرفتار کیا جانا چاہئے۔

اس ہفمن میں یہ باتیں بھی منظر پر آئیں کہ کڑی کا کاروبار کرنے والے لوگوں کے اغوا اور قتل تک میں ملوث ہیں، لیکن ان سے پوچھتا چھنپیں کی جاتی، پیانے اپنی آنکھوں سے جنگل کثٹا اور لوگوں کو دردناک سزا ملتی دیکھی تھی۔

سماں نے گاؤں آنا معمول بنالیا، وہ لوگوں سے جو باتیں سنتا، یہیگ کارن کو جانتا، آگے سے وہ اخبار میں چھپنے والے خطوط کا قسم لے بیٹھتا اور کہتا کہ اس کے لکھنے والا گاؤں کے معاملات سے اچھی طرح واقف ہے، جو کچھ ہوتا ہے اس کا اسے علم ہے۔ سب دوستوں میں بیٹھ کر جنگلوں کے بارے میں باتیں کرتا ہے، کہتا ہے جنگلوں کے سبب سے بارش برستی ہے، اس طرح کی اور باتیں جس سے ظاہر ہوتا کہ وہ جنگلوں میں دچکی لینے لگا ہے۔

اگلے مینے تک خاصی بارش ہوئی، زمین گیلی ہو گئی، نیا سبزہ اگ آیا پیا بزرے اور پھولوں کو

دیکھ کر مسروہ ہو رہا تھا، اسی اشائیں سکول کے سامنے ایک ٹرک آ کر رکا، اس میں گیلیاں لدی ہوئی تھیں، وہ ان کا تفصیل سے معاشرے کرنا چاہتا تھا، لیکن ریت اور مٹی نے انہیں پوری طرح ڈھانپ رکھا تھا۔ پیا اپنے جھونپڑے میں جا کر کیمرہ نکال لایا، لیکن ڈرتا تھا کہ کوئی اسے تصویریں بناتا نہ دیکھ لے، لیکن ٹرک شام تک کھڑا رہا تو اسے تصویریں بنانے کا موقع مل جائے گا۔ وہ اپنی نئی سرگرمیوں پر اس درجہ پر جوش تھا کہ یہ بھول گیا کہ اس کی مسلسل گمراہی کی جا رہی ہے۔

دوپہر ہو گئی، ٹرک مرمت کرنے کوئی نہیں آیا، پیا کھانے کیلئے گھر گیا، ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی اور بھلی چمک رہی تھی، شام کے آٹھ نجع گئے، بارش رکنے کا نام ہی نہیں لیتی تھی، بھلی بھی وقٹ و قٹے سے چمک جاتی، وہ کیمرہ لے کر ٹرک سے تھوڑے فاصلے پر جا کھڑا ہوا، اس نے کیمرے کا بین دبایا، فلیش ہوئی اور ساتھ ہی آواز آئی ”جانے نہ دینا، کپڑو، کپڑو“۔

وہ ڈر کے بھاگ کھڑا ہوا، سب سے پہلے اس نے اپنے گھر جانے کا ارادہ کیا، پھر کارن کیرن کی طرف ہو لیا، اس نے کارن کیرن سے کہا وہ مجھے کپڑے نے آرہے ہیں مجھے آج رات اپنے ہاں پناہ دے دو، کارن کیرن نے پوچھا کیا بات ہے تم اتنی تیزی سے کیوں بھاگ رہے ہو، کیا شیر اور ہاتھی تمہارا پوچھا کر رہے ہیں؟

”میں سکول کے پاس کھڑے ٹرک پر لدمی لکڑی کی تصویر بنانے گیا تھا کہ وہ لوگ میرے پیچے لگ گئے۔“

کارن کیرن نے کہا ڈرود مت رات یہی رک جاؤ اگر کسی نے کوئی شرارت کی تو میں نہ لون گا۔

تحت، کا کارٹ اور سمبات کے جب پیا ہا تھند آیا تو وہ اس کے جھونپڑے میں پہنچ جو خالی پڑا تھا سے تالہ بھی نہیں لگا ہوا تھا، انہوں نے اس کی پھر تلاشی لینا شروع کر دی، سمبات نے کہا ”پیا بھی موجود نہیں، کیمرہ بھی نہیں، صرف فلم کی خالی ڈبی پڑی ہے۔“ اس نے ڈبی کا غذ کے نکڑے میں لچیٹی اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اکٹھے شہر چلیں گے اور میگ کارن سے ملیں گے، وہ میقیناً ہمیں انعام دے گا۔



### باب 23

یہیں کارن نے اپنے گرد بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا کہ ”گورنر اور پولیس کے سربراہ سارا الزام مجھ پر ہی دھر رہے ہیں، وہ اخبار میں چھینے والی خبر اور تصویریوں کے بارے میں حدود جہاں ہیں کہ انہیں کچھ اور سوچتا ہی نہیں، اس سے کہیں اہم معاملات ہیں جن پر توجہ کرنے کی ضرورت ہے لیکن نہیں، وہ بدمعاش روپورٹ کون تھا جس نے ہمارے لئے یہ آفت کھڑی کر دی ہے۔

ایک آدمی بولا ”حکومت نے جنگلات کے تحفظ کے معاملہ کو بڑی سنجیدگی سے لیا ہے، تمام صوبوں میں ایسے لوگوں پر نگاہ رکھی جا رہی ہے جن کے بارے میں ٹنگ ہے کہ وہ لکڑی کے بیوپاریوں کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ معاملہ آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔ اخباری روپورٹ میں کسی کا نام تو نہیں آیا، اس لئے فکر مند ہونے کی کیا ضرورت ہے۔

میں فکر مند نہیں، جب دن رات اپنے آپ کو ہلا کتے سنتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ ایک مرسید یز کار رشوت کے طور پر دیکران کا منہ بند کروں، شاید اس طرح کچھ سکون مل جائے۔

ایک شخص نے کہا کہ اخباری نمائندوں کا کیا ہے وہ سب ایک ہی طرح کے ہیں، انہیں چپ کرنے کیلئے میے دیتے رہو جب نہیں دو گے تو وہ پھر سے بھوکنے لگیں گے، لیکن مجھے یقین ہے کہ اخبار میں جو کچھ چھپا اس میں اخباری نمائندوں کا کوئی عمل دخل نہیں یہ کسی اور کی کارستانی ہے۔

تصویریں سرحد کے بالکل قریب جا کر لی گئی ہیں۔ یہ باہر کا آدمی نہیں لے سکتا۔ دیکھنا چاہئے کہ کہیں کوئی ہمارا آدمی ہی تو نہیں جس نے یہ سب کچھ کیا ہے۔

”کس کام سے آیا ہے؟“

”میں نے پوچھا نہیں۔“

”جاو اور پوچھ کر آؤ۔“

”وہ اخبار میں چھینے والی خبر اور تصویریوں کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہے۔“

”اسے فوراً اندر لے آؤ۔“

یہیگ کارن نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے پوچھا کہ وہ کیا اطلاع لا یا ہے، سبوات نے کہا کہ میں اکیلے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔

”منہیں نہیں تم مطمئن رہوئی سب اپنے ہی آدمی ہیں، جو کچھ کہنا چاہو بے تکلفی سے کہو۔“

اس نے بتایا کہ اسے شک ہے کہ یہ سب کچھ پیانے کیا ہے پہلے میں نے سوچا کہ دیہاتیوں کے پاس کیمرہ کہاں، اگلے روز جب پیاں باہر گیا ہوا تھا، میں نے اس کے گھر کی تلاشی لی، وہاں کیمرہ بھی تھا اور وہ بکس بھی جس میں فلم آتی ہے۔ کوئی تصویر نہیں تھی۔

اس کی نگرانی ہونی چاہئے، لیکن اس اختیاط کے ساتھ کہ کسی قسم کی کوئی بد مرگی نہ ہونے پائے، جب یقین ہو گیا کہ یہ کارستانی اس کی ہے تو پھر دیکھیں گے۔

پیانے گاؤں کے کھیا سے شکایت نہ کی کہ اس کے گھر کی تلاشی لی گئی ہے، اس نے تو ہید ما سڑا اور ڈاگ ڈاٹک سے ذکر نہ کیا، اسے یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ سبوات نے اس کے جھونپڑے میں نقاب لگائی اور تلاشی لی۔ پیانے تصویریں چھپ جانے کے بعد عام قارئین کی طرف سے مختلف اخباروں کے مدویوں کے نام خط بھیجنے شروع کئے، جن میں جنگلات کی دولت کے لوٹے جانے کے بارے میں استفسارات ہوتے اور حکومت سے مطالبہ کہ قومی مفاد کو نقصان پہنچانے والوں کو گرفتار کیا جانا چاہئے۔

اس ہفمن میں یہ باتیں بھی منتظر پڑائیں کہ کڑی کا کاروبار کرنے والے لوگوں کے اگوا اور قتل تک میں ملوث ہیں، لیکن ان سے پوچھتا چھنپیں کی جاتی، پیانے اپنی آنکھوں سے جنگل کثٹا اور لوگوں کو دردناک سزا ملتی دیکھی تھی۔

سبوات نے گاؤں آنا معمول بنالیا، وہ لوگوں سے جو باتیں سنتا، یہیگ کارن کو جانتا، آگے سے وہ اخبار میں چھپنے والے خطوط کا قسم لے بیٹھتا اور کہتا کہ اس کے لکھنے والا گاؤں کے معاملات سے اچھی طرح واقف ہے، جو کچھ ہوتا ہے اس کا اسے علم ہے۔ سب دوستوں میں بیٹھ کر جنگلوں کے بارے میں باتیں کرتا ہے، کہتا ہے جنگلوں کے سبب سے بارش برستی ہے، اس طرح کی اور باتیں جس سے ظاہر ہوتا کہ وہ جنگلوں میں دچکی لینے لگا ہے۔

اگلے مینے تک خاصی بارش ہوئی، زمین گیلی ہو گئی، نیا سبزہ اگ آیا پیا بزرے اور پھولوں کو

دیکھ کر مسروہ ہو رہا تھا، اسی اشائیں سکول کے سامنے ایک ٹرک آ کر رکا، اس میں گیلیاں لدی ہوئی تھیں، وہ ان کا تفصیل سے معاشرے کرنا چاہتا تھا، لیکن ریت اور مٹی نے انہیں پوری طرح ڈھانپ رکھا تھا۔ پیا اپنے جھونپڑے میں جا کر کیمرہ نکال لایا، لیکن ڈرتا تھا کہ کوئی اسے تصویریں بناتا نہ دیکھ لے، لیکن ٹرک شام تک کھڑا رہا تو اسے تصویریں بنانے کا موقع مل جائے گا۔ وہ اپنی نئی سرگرمیوں پر اس درجہ پر جوش تھا کہ یہ بھول گیا کہ اس کی مسلسل گمراہی کی جا رہی ہے۔

دوپہر ہو گئی، ٹرک مرمت کرنے کوئی نہیں آیا، پیا کھانے کیلئے گھر گیا، ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی اور بھلی چمک رہی تھی، شام کے آٹھ نجع گئے، بارش رکنے کا نام ہی نہیں لیتی تھی، بھلی بھی وقٹ و قٹے سے چمک جاتی، وہ کیمرہ لے کر ٹرک سے تھوڑے فاصلے پر جا کھڑا ہوا، اس نے کیمرے کا بین دبایا، فلیش ہوئی اور ساتھ ہی آواز آئی ”جانے نہ دینا، کپڑو، کپڑو“۔ وہ ڈر کے بھاگ کھڑا ہوا، سب سے پہلے اس نے اپنے گھر جانے کا ارادہ کیا، پھر کارن کیرن کی طرف ہولیا، اس نے کارن کیرن سے کہا وہ مجھے کپڑے نے آرہے ہیں مجھے آج رات اپنے ہاں پناہ دے دو، کارن کیرن نے پوچھا کیا بات ہے تم اتنی تیزی سے کیوں بھاگ رہے ہو، کیا شیر اور ہاتھی تمہارا پوچھا کر رہے ہیں؟ ”میں سکول کے پاس کھڑے ٹرک پر لدمی لکڑی کی تصویر بنانے گیا تھا کہ وہ لوگ میرے پیچے لگ گئے۔“

کارن کیرن نے کہا ڈرود مت رات یہی رک جاؤ اگر کسی نے کوئی شرارت کی تو میں نہ لون گا۔

تحت، کا کارٹ اور سمبات کے جب پیا ہاتھ نہ آیا تو وہ اس کے جھونپڑے میں پہنچ جو خالی پڑا تھا اسے تالہ بھی نہیں لگا ہوا تھا، انہوں نے اس کی پھر تلاشی لینا شروع کر دی، سمبات نے کہا ”پیا بھی موجود نہیں، کیمرہ بھی نہیں، صرف فلم کی خالی ڈبی پڑی ہے۔“ اس نے ڈبی کا غذ کے نکڑے میں لچیٹی اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اکٹھے شہر چلیں گے اور میگ کارن سے ملیں گے، وہ میقیناً ہمیں انعام دے گا۔



## باب 24

سمبات نے مینگ کارن کے سامنے فلم کی خالی ڈبی رکھتے ہوئے کہا کہ ہم تینوں پیا کی مگر انی کر رہے تھے، ہم نے ٹرک کو یہ کہہ کر سکول کے پاس کھڑا کیا تھا کہ اس میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ رات کو جب پیا کیسرہ لایا اور ٹرک میں پڑی گیلیوں کی تصویر بنا نے لگا تو ہم نے اسے لکارا، وہ بھاگ کھڑا ہوا، ہم نے اس کا پچھا کیا لیکن اسے پکڑنے نہیں سکے۔ ہمیں یقین ہے کہ تصویریں چھپوانے کا وہی ذمہ دار ہے۔

اس کا بیہاں سے تبادلہ کر ادینا چاہئے ہم تو سرف اسے ڈرادرھکا ہی سکتے ہیں (لیکن یہ اس کے افروں کے پاس جا کر نہیں کہ سکتا کہ اس کا تبادلہ کر دیا جائے۔

مینگ کارن نے کہا کہ اس نے سمبات کو دو ہزار سکے دیے اور کہا کہ آپس میں بانٹ لیں۔ ٹرک کی حالت بہتر ہو گئی تھی۔ اس لیے اس پر ٹریفک بھی بڑھ گئی تھی۔ گاڑیاں آسانی سے آ جاسکتی تھیں۔ ہر طرح کا سامان پیچا جاتا تھا۔ نقد بھی اور قسطوں پر بھی، کتنی بار فلمیں دکھانے کا بھی انتظام کیا جاتا۔ سکول کے ساتھ کی گراوڈ میں پرو جیکٹر رکھ لیا جاتا اور حکومت کے حق میں پاپیگنڈا فلمیں دکھائی جاتیں۔

لوگوں کی دلچسپی کی ماردھاڑ سے بھر پور فلمیں بھی دکھائی دی جاتیں۔

اس رات جب فلم ختم ہوئی تو سینگ کورن کا ایک معاون اعلیٰ اس نے مائیکروفون پکڑا اور تماشائیوں سے مخاطب ہو کر بولا۔ آپ نے فلم دیکھی، خوش ہوئے، مجھے اس موقع پر آپ سے کچھ کہنا ہے کہ ہم سب مل جل کر ہنسی خوشی رہتے آئے ہیں۔ ہر کوئی اپنے حال میں مست اور اپنے کام میں گمن کسی کو کسی سے کوئی شکایت نہیں، کسی کا کسی پر کوئی اعتراض نہیں ایسے ہی میں بیہاں دو استاد آئے ایک پیا دوسرا فسٹ خیال تھا کہ وہ اپنے کام سے کام رکھیں گے۔ لڑکوں

لڑکیوں کو پڑھائیں گے ان کے کردار کی تعمیر کریں گے۔ ان کے اخلاق سدھاریں گے لیکن انہوں نے ہر معاطلہ میں دخل اندازی شروع کر دی اور یوں لوگوں کیلئے مشکلات پیدا ہونے لگیں۔ حالات اس درجہ خراب ہونے کی وجہ سے فسٹ کا تبادلہ دور دراز کے علاقے میں کرانا پڑا۔ پیا لوگوں سے ان کے نہیں اپنے فائدے کے کام کرنے لگا۔

ہبیڈ ماسٹر اس کے عزم سے واقف تھا لیکن اسے بازرگنی سے قاصر تھا۔ پیا بہت گھر اُنھیں پتا چلا ہے کہ وہ کمیونسٹ ہے۔ کمیونسٹوں نے اسے یہاں اس لیے بھیجا ہے کہ وہ دیہاتیوں میں بے چینی اور بگاڑ پیدا کریں۔ اس نے اس کیلئے اب تک جتنے بھی جیلے اختیار کئے ہیں وہ ہیں جو کمیونسٹ اختیار کیا کرتے ہیں۔ اس نے اب تک کیا کیا ہے؟ وہ ہمارے بھومن سے کام لیتا رہا ہے۔ بزریاں اگانے میں ان سے مدد لیتا رہا ہے۔ مرغیاں پالتا رہا ہے۔ سکول کی تینی عمارت کی تعمیر کو اپنے کھاتے میں ڈالتا رہا ہے۔ اس نے اگر کچھ کیا ہے تو یہ کہ سکول کیلئے آنے والی لکڑی کو وہ اپنے گھر کی تعمیر میں استعمال کرتا رہا ہے۔ اس نے میڑ اور کرسیاں بغاٹیں اور اپنے آرام و آسائش کا سامان کیا۔ ایسے شخص کو یہاں نہیں رہنے دینا چاہئے اسے یہاں سے نکال باہر کرنا چاہئے۔

پیا اور ڈاگ ڈا نے یہ سب کچھ دیکھا اور سناتا تو وہ وہاں سے چلے گئے۔ وہ سیدھے کارن کیرن کے گھر گئے انہیں وہاں بھی آواز آ رہی تھی۔

پیا کے جرائم گنوائے جا رہے تھے نوجوانوں کی ایک ٹولی نے اپنے مزے میں بھتگ پڑتی دیکھی تو انہوں نے سپیکر کو چپ کر دیا۔ کچھ لوگ مقرر کے ساتھ چل دیئے وہ پیا کے خلاف باتیں کرتے جا رہے تھے۔ کچھ لوگ پیا کے حایی بھی تھے۔ کچھ غیر جانبدار بھی۔ وہ سب وہاں سے چلے گئے۔ کارن کیرن کے گھر ڈاگ ڈا بری طرح کا نائب رہی تھی۔ اس نے پیا کا بازو مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا۔

کارن کیرن نے پیا سے پوچھا تم نے ان لوگوں کا کیا لگاڑا؟ تم مجھے کیوں نہیں بتاتے۔ ڈرو نہیں۔ گراڈ میں آوازیں آ رہی تھیں، ”پیا کہاں ہے؟ وہ بے گناہ ہے تو سامنے آئے نہیں آتا تو یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ وہ کمیونسٹ ہے۔

کارن کیرن نے جلدی سے کپڑے بدلتے اور کہا کہ تم دونوں بیٹیں رہنا میں جا کر گاؤں کے کھیا سے ملتا ہوں اور معلوم کرتا ہوں کہ بات کیا ہے؟ تم متنی بجھا دو باہر کچھ لوگ ایک پک

اپ میں بیٹھے، گلیوں کا چکر لگا رہے تھے ان کا ایک ہی نعرہ تھا کہ پیا کو گاؤں سے نکال دو۔  
ڈاگ ڈا بستور کپکپا رہی تھی، وہ پیا کے ساتھ چمٹی ہوئی تھی اور بار بار پوچھ رہی تھی کہ  
آختم نے کیا کیا ہے؟ اگر وہ یہاں آگئے تو پھر کیا ہو گا؟

”جو ہونا ہے ہو جانے دو ڈرو نہیں“ میں نے جو کچھ کیا ہے، گاؤں کے بھلے میں کیا ہے۔  
اگر مجھے موت بھی آگئی تو خوشی سے مرلوں گا، تمہارا ساتھ ہی میرے لئے سب کچھ ہے۔ ڈاگ  
ڈا کا اپ رہی تھی دونوں خاموش تھے لیکن ان کے دل زور زور سے دھڑک رہے تھے اور سانس  
تیز چل رہی تھی۔

کارن کیرن نے گاؤں کے کھیا سے کہا کہ وہ گھنٹہ بجائے۔ معاملہ کیا ہے؟ کیا ہوا ہے؟  
کھیا تیزی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

تم نے گولیاں چلتی نہیں سنیں؟ لاوڈ سپیکر پر آوازیں بلند ہوتی نہیں سنیں؟ مجھے میں پتہ ہے  
وہ کون ہیں وہ پیا کو یہاں سے بھگا دینا چاہتے ہیں۔ گھنٹہ بجاو اور گاؤں والوں کو اکٹھا کرو کہ وہ  
آئیں اور پیا کا بجاو کریں۔ ممکن ہے تو کسی کو بھیج کر پولیس کو بلاو۔ اگر یہ سب کچھ ہوتا رہا تو ہمارا  
معاشرہ ہماری سلامتی، ہمارا امن و سکون سب کچھ تباہ ہو جائے گا۔ کارن کیرن نے خود ہتھوڑا اٹھایا  
اور گھنٹہ بجانا شروع کر دیا۔ لوگ کھیا کے گھر جمع ہونے لگے۔ ہیڈ ماstry نے پیا اور ڈاگ ڈا کو ادھر  
ادھر دیکھا جب وہ نظر نہ آئے تو اس نے سوچا کہ وہ سکول میں جا کر چھپ گئے ہوں گے۔

کارن کیرن نے برآمدے میں کھڑے ہو کر کہنا شروع کیا۔ میں اس گاؤں کا رہنے والا  
ہوں نہیں پیدا ہوا ہوں نہیں پلا بڑھا نہیں مرلوں گا، میں نے پر امن زندگی بسر کی ہے۔ میں  
نے کبھی کسی کو کوئی تکلف نہیں دی۔ آپ سے مخاطب ہونے کی اجازت چاہتا ہوں۔

لوگ خاموش تھے انہیں احساس تھا کہ بولنے والا ہم شخص ہے اس کی بات سن لئی چاہئے۔  
اور میں آج وہ بات کہنا چاہتا ہوں جو رسول سے نہیں کی۔ آپ سب جانتے ہیں کہ  
گاؤں میں آج کیا ہوا ہے؟ چند لوگوں نے ہمیں سکول کے ٹیچر پیا کے خلاف اشتعال دلانے  
کی کوشش کی ہے اور اسے سکول سے نکال باہر کرنے کیلئے طاقت استعمال کرنے پر اکسایا ہے۔  
میں نہیں جانتا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ اتنا ضرور جانتا ہوں کہ انہوں نے جو کچھ کیا ہے غلط ہے  
انہیں کسی کی پشت پناہی حاصل ہے۔ یہ دیکھئے اور سوچے بغیر ہمیں ان کو روکنا چاہئے۔ بہنوں

اور بھائیو جن کے سینوں میں حاس دل ہے اور جوانسیت نواز ہیں۔ پیا کے بارے میں سوچیں، وہ ایک اچھا آدمی ہے۔ اس نے ہر ایک سے اچھائی کی ہے۔ سکول بخانے میں سرگرم حصہ لیا ہے۔ پچھے اس سے پیار کرتے ہیں اس لیے اس میں ایک اچھے استاد کی سب خوبیاں موجود ہیں۔ وہ شاہنشہ، اعتماد صبر و تحمل اور ذہانت کا نمونہ ہے۔ ہمارے گاؤں اور معاشرے کو ایسے ہی لوگ چاہئیں لیکن اس کی خواہیں اور مقاصد ان لوگوں کے مقام سے مقاصد ہیں جو صاحب اقتدار ہیں جو اثر و سورج رکھتے ہیں۔ مجھے ان کا نام لینے پر مجبور نہ کریں۔ پیا خطرے میں ہے۔ اس لیے کہ بڑے لوگ اس سے ناراض ہو گئے ہیں۔

دوسرے گاؤں کے رہنے والے پیا کو جس نے ہماری ترقی کیلئے اتنا کچھ کیا ہے، ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں؟ پیچھے اندر ہیرے سے آواز آئی۔ ”پیا، اس وقت کہاں ہے۔“

کارن کیرن نے کہا کہ جو پیا سے محبت کرتا ہے وہ میرے ساتھ آئے یہ کہہ کر وہ سیرھیاں اتر گیا۔ مرد، عورتیں، پچھے جلوس کی شکل میں اس کے پیچھے چل دیئے۔ گھر پہنچ کر کارن کیرن سیرھیاں چڑھا اور پیا اور ڈاگ ڈا کا نام لے کر پکارا۔ ”بہرا وڈرنے کی ضرورت نہیں۔ دیکھو کون آیا ہے؟ پیا اور ڈاگ ڈا دونوں ایک ساتھ باہر آئے۔ پیا حصے میں تھا لیکن ڈاگ ڈا بھی تک ڈری ہوئی تھی۔ لیکن وہ اپنے ڈر کو بڑی حد تک چھپانے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ پیا بہ آمدے میں آ گے بڑھا اور لوگوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ میں آپ سب کا شکر گزار ہوں۔ اتنے میں گولی چلنے کی آواز آئی۔ کارن کیرن منہ کے بل گر پڑے تھے۔ سب چیز رہے تھے یہی سمجھا گیا کہ گولی پیا پر چلائی گئی ہے۔ ڈاگ ڈا نے بھی یہی سمجھا، وہ چینی چلاقی پیا سے لپٹ گئی۔

بہت جلد سب کو احساس ہو گیا کہ گولی کارن کیرن کو لگی ہے۔ اس کا کندھا زخمی ہے اور اس سے خون بہہ رہا ہے۔ کس کو پتہ نہیں تھا کہ گولی کا ہدف کون تھا۔ پیا یا کارن کیرن؟ پیا نے کہا کہ کارن کیرن مجھے بچانے آئے ہیں، میں ان کا کس منہ سے شکریہ ادا کروں۔

ہمیڈ ماسٹر، دوڑا آیا، ڈاگ ڈا، پیا، کارن کیرن یہ سب کچھ کیا ہوا ہے؟ کوئی جائے پانی لائے، کوئی دوالائے۔

.....☆☆☆.....

## باب 25

ڈاگ ڈانے پیاس سے کہا کہ تمہارا یہاں ٹھہرنا خطرناک ہے، تم کچھ عرصے کیلئے کہیں اور  
چلے جاؤ۔

پیانے کہا کہ میں بیہیں رہوں گا اور آخرم دم تک ان سے لڑوں گا۔

ڈاگ ڈانے کہا کہ تم یہاں میں میرے گھر جا کر رہ سکتے ہو میں تمہاری چھٹی کی  
درخواست لکھ دوں گی۔

”پیا تم جاؤ، رخصت کی فکر نہ کرو، تمہارے مخالفوں کا غصہ ختم ہو جائے تو تم واپس آ جانا۔  
ہیڈ ماسٹر نے تشویش بھر رے لجھ میں کہا۔

پیانے کارن کیرن کی طرف دیکھا اور کہا کہ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ کارن کیرن نے بھی  
بھی راتے دی تھی کہ پیا کو کچھ عرصے کیلئے یہاں سے چلے جانا چاہئے۔

صح سے پہلے پیا اپنے سائیکل پر روانہ ہوا۔ رینگ روم کی دیکھ بھال پر مامور سوم ملک  
اس کے ساتھ تھا۔ ڈاگ ڈا اور کارن کیرن نے ہاتھ ہلا کر اسے الوداع کہا۔ قبے میں پہنچ کر  
اس نے سائیکل اپنے ایک واقف کے پاس چھوڑی اور یوبان جانے کیلئے بس پکڑ لی۔ اس نے  
ڈاگ ڈا سے اتفاق کیا تھا کہ اگر کوئی پیغام ہوا تو وہ اس کے گھر چھوڑ دے گا۔ وہ خود آ کر لے  
جايا کرے گی۔

سمبات، بینگ کارن کے گھر بیٹھا تھا، وہ سخت مایوس تھا۔ اگلی رات جو کچھ ہوا تھا، وہ سب  
اس کا کیا دھرا تھا، اس کی تمام تر زمد داری اس کی تھی۔ بہت ہو چکا، مجھے نہیں پہنچا کہ بات اتنی  
بڑھ جائے گی اور معاملہ قتل تک پہنچ جائے گا جتنا کچھ ہو چکا کافی ہے میں اس سے زیادہ کرنے  
سے باز آیا۔

میگ کارن نے کہا کہ تم پر قاتلانہ حملہ کا اڑام ہے، تم فتح نہیں سکتے۔ اب تمہارے سامنے دوراستے ہیں، ہمارا ساتھ دو یا اس کے عوض تمہیں پیسے ملیں گے اور تم من پسند شادی کے بعد اپنا گھر بسا سکو گے یا پیسے کے بغیر ڈر اور خوف کی فضا میں، زندگی بسر کرو۔ میں ثابت کر سکتا ہوں کہ کارن کیرن پر تم نے گولی چلائی تھی۔

”اس کا مطلب ہے کہ تم چاہتے ہو کہ میں اسے قتل کر دوں۔“

میگ کارن نے کچھ کہے بغیر نہیں کا بذل نکال کر اس کے سامنے میز پر رکھ دیا۔ ”میں یہ کام الائگ سے بھی کرا سکتا ہوں، لیکن وہ اسے اچھی طرح پچانتا نہیں۔ اس نے کسی اور پر گولی چلا دی تو نیا فتنہ کھڑا ہو جائے گا۔ تم یہ دس ہزار لے لؤ کام کر لو گے تو تمہیں اور پیسے مل جائیں گے۔ یہ کہہ کر وہ بیدروم میں چلا گیا اور نئے اجرتی قاتل کو فیصلہ کرنے کیلئے تھا چھوڑ دیا۔

نایورم کو پیا سے ہمدردی تھی وہ ہر روز سماںت کی موجودگی میں اس کا اظہار کرتی تھی۔ اسے علم نہیں تھا کہ سماںت (جس سے وہ محبت کرتی ہے) اجرتی قاتل ہے اور ایک ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتا ہے جس کی وہ پوچھا کرتی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ لوگ پیا کی تمام تراجمانیوں کے باوجود اس سے نفرت کرتے ہیں۔ یہ کیسا زمانہ آگیا ہے کہ کوئی انصاف نہیں رہا۔ کوئی کس کیلئے منونیت کے جذبات نہیں رکھتا۔

تم اسے چاہتی ہو تو اس کے پاس کیوں نہیں چلی جاتی وہ کہاں چھپا ہوا ہے؟ ڈرپوک کہیں کا۔

سامانہ نے پیا کے پارے میں معلوم کرنے کیلئے کہ وہ کہاں ہے ہر جربہ آزمائے دیکھ لیا۔ اس نے پیا کو قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اگر وہ ایسا نہ کر سکتا تو میگ کارن اس کے جرام کی سزا دلائے گا۔

سماںت کو ایک تو پیسے کا لائچ تھا، دوسرے وہ ایک ایسے شخص کو راستے سے ہٹا دینا چاہتا تھا کہ وہ اپنا رقبہ سمجھتا تھا۔

سماںت عام سا آدمی تھی۔ اس نے کبھی کسی کو قتل کرنے کا سوچا بھی نہیں تھا۔ کئی بار وہ حیران ہوتا کہ وہ پیا کو کیوں قتل کرے گا۔ اس نے تو کبھی کسی جانور تک کو ہلاک نہیں کیا تھا، اس

نے مینگ کاران کے گن میں الساگ سے کہا کہ مجھے اس الجھن سے نجات دلاؤ۔  
میں سارے پیسے تمہیں دیتا ہوں، تم پیا کو قتل کر دو لیکن کسی کو بتانا نہیں کہ یہ قتل تم نے کیا  
ہے؟ مینگ کارن کو بھی نہیں۔

”لیکن وہ ہے کہاں؟“

مجھے علم نہیں، ممکن ہے بیکاک بھاگ گیا ہو۔ مجھے یقین ہے کہ وہ واپس ضرور آئے گا۔  
اسے اپنے سکول سے محبت ہے۔

تم مینگ کارن سے چھٹی لے لو اور وہاں جا رہو۔

الساگ نے کہا کہ ٹھیک ہے، میں نے بھی مدت ہوئی کوئی قتل نہیں کیا۔  
میں بیزار ہوں میں قتل کی مشق جاری رکھنا چاہتا ہوں۔ سماں نے جس طرح سوچا تھا،  
ویسا ہی ہونے لگا۔

ڈاگنگ ڈانے پیا کو خط لکھا۔

پیارے پیا: میں تمہاری فرقت میں بے چین ہوں۔ یہاں حالات ٹھیک ہیں، بچے  
تمہارے یہاں نہ ہونے کی بڑی شکایت کرتے ہیں، ہر کوئی تمہاری یاد میں گم دکھائی دیتا ہے،  
بچے پڑھنے پر دھیان نہیں دیتے۔

### آپ کی فرقت زدہ

#### ڈاگنگ ڈا

پیا: یوبان میں ڈاگنگ ڈا کے گھر گیا تو اسے یہ خط ملا، اس نے پڑھا سیدھا راہب خانے  
گیا۔ راہب کو ادب سے سلام کیا اور رخصت چاہی۔ پھر بس پکڑی اور اپنے سکول کیلئے روانہ  
ہو گیا۔ راستے میں اس نے سوچا کہ دوسری صبح کو اس وقت سکول پہنچنا چاہئے جب سکول کھلتا  
ہے وہ قبے میں ٹھہر گیا۔ صبح کو سائکل پر سکول کیلئے روانہ ہو گیا۔ وہ اپنے طالب علموں اور ساتھی  
استانی کے بارے میں سوچتا جا رہا تھا۔

راستے میں اس کی ملاقات سماں سے ہو گئی۔ چند لمحے دونوں میں پات چیت ہوئی، پھر  
پیا نے اپنی راہ لی، سماں واپس ہو گیا۔ بہانہ یہ تھا کہ وہ کوئی چیز بھول آیا ہے۔ پیا کو کسی قسم کے  
خطرے کا کوئی احساس نہیں تھا۔

وہ گاؤں میں سے گزر کر سکول کی طرف کی چڑھائی چڑھ رہا تھا کہ دوسری جنگ  
عامگیر کے زمانے کی راٹفل سے گولی چلی اور نوجوان استاد کی چھاتی میں پیوسٹ ہو گئی۔

پیاز میں پر گر پڑا، اس کے زخم سے خون بہرہ رہا تھا۔

ڈاگ ڈانے گولی چلنے کی آواز سنی تو وہ اچھل پڑی۔ یوں لگتا تھا جیسے جانتی ہو کہ کیا ہوا  
ہے؟ طلبہ کلاسوں سے نکل کر اس طرف بھاگے جہاں پیا خون میں لٹ پت پڑا تھا۔ بچے اور  
استاد خطرے سے بے نیاز پیا کی جانب دوڑے جا رہے تھے۔

ڈاگ ڈانے میت کو سینے سے لگایا تھا، وہ بار بار کہہ رہی تھی کہ پیام تم مجھے چھوڑ گئے ہو۔  
سب بچے چب چاپ مبہوت کھڑے تھے جیسے کسی نے ان پر جادو کر دیا ہو اس دوران سہاگ  
پکارا، پیام رکھنے، اب ہمیں کون پڑھائے گا۔

میں پڑھاؤں گی میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں گی۔

نوجوان خاتون نے میت کو اس طرح ہاتھوں میں سمیت رکھا تھا جیسے کوئی بچی اپنی پیاری  
گڑیا کو ہاتھوں میں اٹھائے رکھتی ہے۔

ڈاگ ڈا بچوں میں گھری سوچ رہی تھی کہ پیا جیسے شخص کو کسی نے کیوں گولی ماری، کیوں  
قتل کیا؟



MashalBooks.Org

MashalBooks.Org